

سیر عمر بن عبد العزیزؓ

خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے مفصل سوانح زندگی
اور ان کے عہد حکومت کے مجتہد رائے کارناموں پر مستند کتاب

مؤلف
مولانا عبد السلام لدوی

دارالانشاء

اردو بازار گرامی پٹنہ — فون ۲۶۳۱۸۹۱

ماہنامہ : ظہیر اشرف عثمانی
طباعت : جون سنہ ۱۴۰۲ھ علی گڑھ

کاروبار سے گزارش

اپنی جی الویج کوشش کی جاتی ہے کہ یہ ہفت روزہ تک معیاری ہو۔ الحمد للہ اس بات کی قربانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم سوجھ رہے ہیں۔ پھر بھی کوئی تخطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر معذرت فرمائیں تاکہ اس حد اشاعت میں درست ہو سکے۔ چراغِ اکبر

..... ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۰ مارگریٹ اویس
بیت العلوم ۱۲۰ بھو دو لا پور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
مکتبہ المعارف محلہ جنگلی۔ پشاور
یونیورسٹی بک اینڈ پرنٹنگ نیپس بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ مکی والہ ایبٹ آباد

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
مکتبہ سعارف القرآن جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت احکم نقاش اشرف المدارس نقاش بازار کراچی
کتبہ فائدہ شہید عہدہ مارکیٹ دلچ بازار راولپنڈی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ قیصل آباد

خارجہ ملکوں میں ملنے کے پتے

Islamic Books Centre
119-121, Little Wolf Road
Bathurst NSW, U.K

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Hford Lane
Mance Park, London E12 3Qd
Tel: 020 8911 9797

خارجہ ملکوں میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFE HOUSTON,
TX-77071, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
1182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY-14212, U.S.A.

عرض ناشریہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

سیرت عمر بن عبد العزیزؓ کا یہ چوتھا ایڈیشن ہے، اور پہلے ایڈیشنوں سے کسی قدر مختلف اور ممتاز ہے، ہم نے اس کتاب کے دیباچہ میں اس کے مانڈ کے جو نام بتائے تھے ان کے متعلق لکھا تھا کہ محدثین نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے فضائل و مناقب میں متحد و کتابیں لکھیں جن میں محدث ابن عبد الحکم اور عبد الملک بن حبیب بن سلیمان کی کتابیں ناپید ہیں، لیکن خوش قسمتی سے اس کی طباعت اور اشاعت کے بعد محدث ابن عبد الحکم کی کتاب بھی چھپ کر شائع ہو گئی اور اس کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ اگر اس کتاب کی تصنیف کے وقت وہ بھی موجود ہوتی تو اس میں اور بھی بہت سی مفید معلومات کا اضافہ ہو جاتا، اس بنا پر جب اس کتاب کے طبع سوم کے وقت اس پر نظر ثانی

کی گئی تو یہ خیال تازہ ہو گیا اور محدث ابن عبدالحکم کی کتاب سے معلومات حاصل کر کے مختلف موقوفوں پر اُن کا اضافہ کیا گیا، اس لئے اب یہ ایڈیشن پہلے اور دوسرے اور تیسرے ایڈیشنوں نے زیادہ جامع اور مکمل ہو گیا ہے، اور اس میں بہت سی ایسی مفید باتوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے جن سے پہلے کے ممتاز ایڈیشن خالی تھے۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى ذَٰلِكَ

فہرست مضامین

سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۵	تعمیر مسجد نبوی	۹	تہذیب طبع اول
۲۶	قوارہ		
۲۶	تعمیر مساجد اطراف مدینہ	۱۲	دیباچہ
۲۷	تعمیر چاہ و مہواری راہ	۱۳	خلافت بنو امیہ
۲۷	امیر الحجاج کی خدمت انجام دینا	۱۵	حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دور حکومت
۲۷	معز دلی		بنو امیہ کا رقبہ حکومت
۲۹	خلافت	۱۶	نسب اور خاندان
۳۶	حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت	۱۹	خاندانی حالات
۳۸	اموال مفسوبہ کی واپسی	۲۰	ولادت
۳۸	باغ فدک کا معاملہ	۲۱	تعلیم و تربیت
۴۳	خاندان بنو امیہ پر اموال مفسوبہ کی	۲۳	شادی
	کی واپسی کا اثر	۲۴	مدینہ منورہ کی گود نری

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۳	رحم دلی	۵۱	غزوات و فتوحات
۹۵	شرم دنیا	۵۷	عمال کی معز دلی
۹۶	فقیہیت، پذیرگی	۶۲	وفات
۹۷	نہد و لغت		مرثیہ حسیر
۹۹	عباس		
۱۰۰	غذا	۷۲	ازواج و اولاد
۱۰۱	مکان		حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی
۱۰۲	اہل و عیال	۷۶	بیسیاں
۱۰۶	تقویٰ و توبہ	۷۷	اولاد و کور و انات
۱۰۷	توکل	۷۸	عبدالملک
۱۰۷	پاس خاندان	۷۹	عبدالعزیز
۱۰۸	اعزاز سے محبت	۷۹	عبدالله
۱۰۹	دشمنوں کے ساتھ رفق و ملاطفت	۷۹	علیہ
۱۱۰	اہل حاجت کی امداد	۷۹	اخلاق و عادات
۱۱۱	عیادت و عزاداری	۷۹	حسن خلق
۱۱۲	ہر و معزیز	۷۹	شیریں کھائی
۱۱۳	علماء کی قدردانی	۷۹	تواضع و مساوات
۱۱۵	شاعری و خطابت	۸۲	علم
۱۱۶	ارباب صحت	۸۵	صبر
۱۱۹	اعمال و عبادات	۸۶	توبہ و دیانت
۱۲۰	عیادت، شبانہ	۹۱	جرات و آزادی
	منار	۹۳	دقار

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۶۱	زکوٰۃ و صدقہ	۱۲۰	زکوٰۃ
۱۶۲	لہو و نیاست کی ممانعت	۱۲۱	تلاوت
۱۶۳	اقتصاد شراب نوشی	۱۲۲	مشاجات و دعاء
۵	قومی خصوصیات کا خیال	۵	گریہ و بکاہ
۱۶۲	مرد وین حدیث	۵	نحشیت الہی
۱۶۸	تعلیم مذہبی کی اشاعت	۱۲۳	خوف موت
۱۶۹	نہج مغازی اور مناقب صحابہ	۱۲۵	خوف قیامت
۱۷۱	کی تعلیم و اشاعت	۱۲۷	خوف عذاب الہی
۱۷۲	یونانی تصنیفات کی اشاعت	۱۲۸	محبت رسول
۱۷۳	رفاعہ عام	۱۲۹	محبت اہل بیت
۱۷۴	عمارات	۱۳۱	محبت مدنیہ
۵	مساجد	۱۳۲	کارنامہ سائے زندگی
۱۷۶	تجدید انساب حرم	۵	تجدید و اصلاح
۵	قصر شاہی	۱۳۳	خلافت
۵	شہروں کی آبادی	۱۳۶	مذہب کی اصلاح
۵	لذقیہ کی از سر نو تعمیر	۱۳۹	بیت المال کی اصلاح
۱۰۸	سیاست و حکومت	۱۴۱	مخاض کی اصلاح
۱۶۹	فرائض خلافت	۱۴۷	جیل خانہ کی اصلاح
۱۷۰	خصوصیات حکومت	۱۵۳	اشاعت اسلام
۱۷۲	غمال	۱۵۷	احیائے شریعت
		۱۵۹	عقائد
		۱۶۰	نماز

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۲۳	فقہ اربعین اور پانچ لوگوں کے وظائف	۱۸۴	عمال کے عزل و نصب کے اصول
۲۲۴	عمارات	۱۸۵	عمال کے لئے ہدایات
۲۲۵	اولیات	۱۸۶	ذمیوں کے حقوق کی نگہداشت کے طریقے
۲۲۵	ڈاک کا انتظام	۱۸۷	ذمیوں کے ساتھ استثنائی مراعات کا حکم
۲۲۶	دوران الحرام	۲۰۰	اقامت عدل
۲۲۶	باختابطہ محکمے	۲۰۵	بینکاری کا اسناد
۲۲۶	ملکی صیفوں میں عربی	۲۰۶	رعایا کی خوشحالی
۲۲۶	زبان کا رواج	۲۰۸	غرباہ کی امداد و اعانت
۲۲۶	ٹنگسال	۲۱۶	نظام حکومت کا انقلاب
۲۲۸	صنعت پارچہ بانی کی ترقی	۲۱۸	ماثر بنی امیہ
۲۲۸	علوم و فنون کی ترقی و اشاعت	۲۱۹	قومی مصیبت کا تحفظ
۲۲۸	قرآن مجید	۲۱۹	کثرت فتوحات
۲۲۸	تفسیر	۲۲۰	انتظامات ملکی
۲۲۹	حدیث	۲۲۱	زمین کی پرورش
۲۲۹	اصول لغت	۲۲۲	زرعی نمونہ
۲۲۹	تاریخ	۲۲۲	پانی پینے کے چشمے
۲۳۰	یونانی علوم و فنون کے تراجم	۲۲۲	راستوں کی سمجھادی
۲۳۲	تدبیر و سیاست	۲۲۲	شفاف خانہ
۲۳۵	دفعہ مطاعن	۲۲۲	مہمان خانہ
۲۳۶	سلطنت ابو امیہ کا زوال	۲۲۲	

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
حَامِدًا وَمُصَلِّيًا وَمُسْلِمًا

تمہید طبع اول

دنیا میں جن لوگوں نے انقلابات پیدا کئے ہیں ان کا روشن ترین کارنامہ صرف یہ خیال کیا جاتا ہے کہ انھوں نے دنیا کی ترقی کا ایک قدم اور آگے بڑھا دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب ہم فرماں روایان اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے پُر عظمت کارناموں میں ہماری نگاہ صرف اس پر پڑتی ہے کہ ان کے عہد سے پہلے دنیا کا قدم کس نقطہ پر تھا، اور انھوں نے اس کو کس مرکز پر پہنچا دیا۔

چنانچہ مولانا شبلی مرحوم نے رائل میر وراثت اسلام کا سلسلہ شروع کیا تو اسی خصوصیت کو پیش نظر رکھ کر انھوں نے مختلف سلسلے کے حسب ذیل فرما تراویں کا انتخاب کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ولید بن عبد الملک

ہامون الرشید

عبد الرحمن ناصر

سیف الدولہ

ملک شاہ

نور الدین محمود دہلوی

خلفائے راشدین

بنو امیہ

عباسیہ

بنو امیہ اندلس

بنو حمدان

سلجوقیہ

نوریہ

سلطان صلاح الدین قاضی بیت المقدس

ابو یوسف

یعقوب بن یوسف

موجودین: ندس

سلیمان اعظم

تذکارین روم

لیکن اس باب میں اسلام کی تاریخ تمام دنیا کی تاریخوں سے مختلف ہے، اسلام کا روشن ترین زمانہ صرف وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے شروع ہوا اور خلافت راشدہ تک پہنچ کر ختم ہو گیا، اس لئے خلفائے اسلام کا قابلِ فخر کا زمانہ یہ نہیں ہے کہ انہوں نے دنیا کو اس نقطہ نورانی سے آگے بڑھایا، بلکہ ان کا حقیقی شرف یہ ہے کہ انہوں نے زمانہ کو اس قدر چمکے پھرایا کہ وہ عہدِ صحابہ سے جا کر مل گیا۔

خلافت راشدہ کے بعد نبوتِ امیہ کا دور حکومت شروع ہوا جس میں بڑے بڑے فرماں روا گذرے، عبد الملک نے ۲۱ سال تک حکومت کی اور اس سلطنت کی بنیاد کو مستحکم کر دیا، ولید نے اس کثرت سے فتوحات کیں اور اس کثرت سے عمارتیں تعمیر کرائیں کہ تمام دنیا اسلامی تمدن کا تماشا گاہ بن گئی۔

لیکن ان میں صرف عمر بن عبد العزیز ایک ایسے شخص ہیں جنہوں نے زمانہ کی باگ پیر کر اس کو عہدِ صحابہ سے ملا دیا، اس لئے محدثین نے ان کو مجددِ الدین اسلام میں شمار کیا ہے اور ان کے فضائل و مناقب میں کتابیں لکھی ہیں، محدث ابن جوزی نے ان کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جس کا نام سیرت عمر بن عبد العزیز ہے، ابن سعد نے طبقات میں ان کا مفصل تذکرہ کیا ہے، عبد اللہ ابن حکم نے جو مقرر کے سب سے بڑے محدث اور امام شافعی کے دوست ہیں، ان کے فضائل میں ایک کتاب تصنیف کی ہے اور عبد الملک بن حبیب بن سلیمان نے ایک کتاب میں ان کے فضائل جمع کئے ہیں۔

ان کے علاوہ اسلام کی جو سیاسی تاریخیں لکھی گئیں، ان میں بھی ان کے دور حکومت کی اس خصوصیت کو خاص طور پر نمایاں کیا ہے اور اسی بنا پر ہم نے ولید کو چھوڑ کر ان کو اس خاندان کا ہیرو قرار دیا ہے۔

محدثین نے ان کے حالات میں جو کتابیں لکھی تھیں، ان میں ابن عبد الحكم اور عبد الملک کی کتابیں تاہم ہیں البتہ محدث ابن جوزی کی کتاب کو یورپ اور مصر دونوں نے چھاپ کر شائع کر دیا ہے اور طبقات ابن سعد کی تمام جلدیں بھی ہمارے سامنے آگئی ہیں، لیکن اردو میں جن لوگوں نے ان کے حالات لکھے ہیں، انھوں نے صرف سیاسی تاریخوں کو پیش نظر رکھا ہے اور ان دونوں کتابوں سے مطلق فائدہ نہیں اٹھایا ہے، حالانکہ ان کے اخلاق و عادات، انصاف و مناقب اور مجدانہ کارناموں کا اصلی ذخیرہ انہی کتابوں میں مل سکتا ہے، اس لئے ہم نے ان کتابوں کے ساتھ ان دونوں کتابوں کو خصوصیت کے ساتھ اپنی تصنیف کا اخذ قرار دیا ہے۔

ہماری زبان میں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی متعدد سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں لیکن افسوس کے ساتھ کہہ دیتا ہے کہ ان مقولوں میں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی تصویر کے اصلی خط وخال نمایاں نہیں ہو سکتے، اس لئے ان کے شایان شان ایک دوسری تصنیف کی ضرورت تھی، اور اسی ضرورت نے مجھ کو اس کتاب کے لکھنے پر مجبور کیا۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ

عبد السلام ندوی

دیباچہ

خلافتِ بنو امیہ

اسلام سے پہلے تمام عرب کی طاقت کا مرکز قریش کا قبیلہ تھا، لیکن قریش کے بھی مختلف ٹکڑے ہو گئے تھے جن میں بنو ہاشم اور بنو امیہ سب میں ممتاز تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اگرچہ بنو ہاشم علانیہ اپنے حریف بنو امیہ سے ممتاز ہو گئے لیکن زمانہ جاہلیت میں جمعیت اور ملکی اقتدار کے لحاظ سے بنو امیہ کا پہلہ بھاری تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب خلافت کا سوال ہوا تو دعویٰ خلافت میں صرف بنو ہاشم نے حصہ لیا، بنو امیہ اس سے بالکل الگ رہے، حضرت عمرؓ کے بعد اگرچہ حضرت عثمانؓ بنو اموی تھے، خلیفہ مقرر ہو گئے، لیکن یہ خود خاندان بنو امیہ کی ذاتی کوششوں کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ خود حضرت عمرؓ نے جن چھ اشخاص کو خلافت کے لئے انتخاب کیا تھا ان میں وہ بھی داخل تھے اور جب اس نزاع کے طے کرنے کے لئے حضرت عبدالرحمن ابن عوفؓ نے ثالث مقرر ہوئے تو انہوں نے حضرت عثمانؓ ہی کا انتخاب کیا، اور اس فیصلہ پر خود حضرت علیؓ بھی راضی ہو گئے۔

خاندان بنو امیہ میں حضرت امیر معاویہؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے خود اپنی قوتِ بازو

سے شام میں مستقل حکومت قائم کی، اور اخیر میں اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنایا اور تمام عرب سے اس کے ہاتھ پر بیعت لی، اس لئے خاندان نبویہ کی سیاسی تاریخ و حقیقت امیر معاویہ کے عہد سے شروع ہوتی ہے، لیکن حضرت امیر معاویہ نے جو حکومت قائم کی تھی، اُس نے بہت کم عمر پائی، یزید اُن کا جانشین ہوا تھا، لیکن اس کی وفات کے بعد ہی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مستقل طور پر دعویٰ خلافت کیا، اور شام و مصر کے سوا تمام دنیا اسلام اُن کے قبضہ اقتدار میں آگئی، شام و مصر کے لوگوں نے معاویہ بن یزید کے ہاتھ پر بیعت کی تھی لیکن چند ہی دنوں کے بعد معاویہ کا انتقال ہو گیا اور اُس نے اپنی نیک نفسی سے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا، اب یہ دونوں ملک بھی گمراہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حلقہ اطاعت میں داخل ہو گئے، اور نبویہ کا نام گویا صفحہ ہستی سے مٹ گیا کہ دفعۃً نبویہ کی سیاسی تاریخ کا دوسرا دور شروع ہوا جو پہلے سے زیادہ پُر عظمت، زیادہ وسیع اور زیادہ شاندار تھا، یعنی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہی کے زمانہ میں خاندان نبویہ میں سے مروانی خاندان نے خلافت کے لئے دوبارہ کوشش کی اور مروان بن حکم نے بغاوت کے شام و مصر پر قبضہ کر لیا، لیکن اُس نے اس قدر کم زمانہ پایا کہ اس کے عہد میں اس خاندان کو سیاسی استقلال حاصل نہ ہو سکا، مروان کے بعد اس کے بیٹے عبدالملک نے مروانی حکومت کا اصل ڈھانچہ قائم کیا اور مستقل ۳۱ برس تک سلطنت کی جس میں سات آٹھ سال اگرچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ خانہ جنگی میں صرف ہوئے لیکن تیرہ چودہ سال تک اُس نے نہایت اطمینان کے ساتھ تمام دنیا سے اسلام پر تنہا حکومت کی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ جن کے حالات ہم نکور رہے ہیں، اسی عہد الملک کے بیٹے تھے، اگرچہ اُن کے زمانہ تک خلافت کی جو ترتیب چلی آ رہی تھی اس کے لحاظ سے وہ

اس کے مستحق نہ تھے، تاہم انھوں نے اپنے طرز عمل سے اپنا استحقاق قائم کر لیا۔
مروج الذہب مسعودی میں ہے :-

أخذ عمرو بن عبد العزيز الخزاز
يعيد حقها ولا يار استحقاقا ثم
استحقها بالعدل حين أخذها

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ غیر استحقاق کے
قلیدہ مقرر ہوئے، لیکن قلیدہ ہونے کے
بعد عدل و انصاف کی بنیاد پر اس کے مستحق ہو گئے۔

تاریخ اسلام میں اُن کا دور حکومت اس لحاظ سے خاص طور پر ممتاز ہے کہ انھوں نے
خلافت راشدہ کے نظم و نسق کو دوبارہ قائم کیا، اور اُن کے عہد میں تمام دنیا کو ایک بار
پھر عبد العزیزؓ کی خصوصیات نظر آ گئیں، چنانچہ علامہ ابن عسکرون لکھتے ہیں :-

و توسطهم عمرو بن عبد العزيز
فترع الى طريقة الخلفاء

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ مرانی سلسلہ کی دینیانی
کڑی تھے انھوں نے اپنی تمام تر توجہ خلفاء راشدین

الاربعة والمصاحبة جہد ۵ - اور صحابہؓ کے طریقہ کی طرف مبذول کی۔

بنو امیہ کا رقبہ حکومت حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے جس ملک پر حکومت کی وہ جس قسم
سے شہابین و وسیع ملک تھا، اس لئے انھوں نے جس کشادہ دل کے ساتھ ملک کو ہر قسم کی
خیر و برکت سے لبریز کرنا چاہا، اسی وسعت کے ساتھ اُن کے اثر کو پھیلنے کا موقع ملا۔

تاریخ اسلام میں بنو امیہ اور عباسیہ باہم حریف و مقابل ہیں لیکن بنو امیہ کو نہ صرف
عباسیہ پر بلکہ تمام قرآن و روایان اسلام پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ انھوں نے اسلامی حدود
حکومت کو اپنے زور بازو سے اس قدر وسیع کر دیا کہ تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی

خلفائے راشدینؓ کے زمانہ تک صرف عرب ایشام، مصر اور ایران اسلام کے حدود حکومت
میں داخل تھے، لیکن خلفائے بنو امیہ نے اپنے دور حکومت میں اس نقطہ کو دائرہ اور اس

جباب کو دیا بنا دیا، انھوں نے ایک طرف تو افریقہ اور مغرب کے تمام شہروں کو فتح کر کے اندلس کو اسلامی بادشاہوں کا سب سے بڑا مرکز بنا دیا، دوسری طرف مشرق میں سندھ کاہل اور قندھار کو فتح کر کے سرزمین چین میں اپنا جھنڈا نصب کیا، روم کی طرف بڑھے تو قسطنطنیہ کی چار دیواری تک پہنچ کر دم لیا، جزائر میں قبرص، آفریقش، افریٹ، اور رڈوس وغیرہ کو فتح کیا، عرض مشرق، مغرب، جنوب، شمال، عرب، عجم، ترک و تمام، چینی اور ہندی تمام قوموں نے ان کے آگے سر ہٹ کیا اور تمام ممالک ان کے زیر نگیں ہوئے۔

حکومت بنو امیہ کا رقبہ اندلس کے آخری گوشوں سے لے کر سندھ تک پہنچا تھا اور اُدھر بلا دروم سے شروع ہو کر چین کی دیواروں تک ختم ہوتا تھا، اور اس طرح گویا اس وقت دمشق کا پایہ خلافت افریقہ اور ایشیا کے برائے اعظم کا مرکز تھا (تفصیل نقشہ سے معلوم ہوگی)، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اگرچہ فاطمائہ حیثیت سے اس بڑی حکومت کو وسیع نہیں کیا تاہم اس کو عدل و انصاف سے معمور کر دیا، اور یہی ایک فرماں روا کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حَامِدًا دَامِعِیَّتَا

نَسَبُ اُور خاندان

ابو حفص کنیت اور عمر نام تھا، باپ کا نام عبد العزیز اور ماں کا نام اُمّ عاصم ہے پورا سلسلہ نسب یہ ہے۔ عمر بن عبد العزیز بن مروان بن الحکم بن العاص بن امیہ بن عبد شمس۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کے والد خاندان بنو امیہ میں ایک ممتاز اور خوش قسمت بزرگ تھے، خود اُن کا بیان ہے کہ ”میں مصر میں مسلمہ بن مخلد کی گورنری کے زمانہ میں گیا، تو وہاں میکرویل میں چند تمنائیں پیدا ہوئیں اور وہ سب کی سب پوری ہوئیں، میری آرزو تھی کہ میں مصر کا گورنر ہوتا، میری خواہش تھی کہ میں مسلمہ کی دونوں بیویوں کو اپنے جلالہ نکاح میں لاتا، میری تمنائیں کہ تھیں کہ قلیب بن کلیب میرا حجب ہوتا، چنانچہ خدا نے ان کی یہ تمام امیدیں پوری کیں، مسلمہ کی دونوں بیویاں اُن کے نکاح میں آئیں، قلیب بن کلیب اُن کا صاحب مقرر ہوا، اور پھر ۲۰ سال ۱۰ مہینے ۱۲ دن تک متصل مصر کی گورنری کی مورخین کا بیان ہے کہ اسلام کی تاریخ میں کسی گورنر کا دور حکومت اس قدر ممتد نہیں ہوا۔ اُن کی گورنری کا زمانہ حجب ۱۵ھ سے شروع ہوا جس کی ابتداء اس طرح ہوئی

کہ عبد الرحمن بن محمد بن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے متصر کا گورنر کا تھا، متصر کے
 ان تمام فوج کو جو مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے معین و مددگار تھے، جمع کر کے
 محکم کا دعویٰ کیا، اور علی الرغم حامیان بنی امیہ لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی، اس
 کے بعد ذوقعدہ ۳۹ھ میں عبدالعزیز کے باپ مروان بن حکم نے تمام لوگوں سے اپنے
 ہاتھ پر بیعت لی، متصر کے لوگ اگرچہ بظاہر ابن محمد کے طرفدار تھے، لیکن درپردہ انکی میلان
 مروان کی طرف تھا، اس لئے انھوں نے اس کو متصر میں بلایا، مروان اکابر و ایمان کی
 ایک جماعت کثیر کے ساتھ متصر کی طرف روانہ ہوا، اور اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ایک فوج
 کے ساتھ آئیلہ کی طرف روانہ کیا، ابن محمد نے بڑے ساز و سامان کے ساتھ مقابلہ کی
 تیاری کی، والد بن حمام اللحمی کی قیادت میں چند جنگی جہاز روانہ کئے کہ بحری راستہ سے
 شام کا رخ کرے، بری جنگ کے لئے دو فوجیں بھیجیں جن میں ایک کا مقصد یہ تھا کہ
 عبدالعزیز کو آئیلہ میں داخل نہ ہونے دے، اس فوج کا سپہ سالار زبیر بن قیس تھا کہ
 اس نے مقام تباق میں پہنچ کر عبدالعزیز کا مقابلہ کیا، اور شکست کھائی، خود ابن محمد
 نے مقام عین شمس میں مروان کا مقابلہ کیا، اور تقریباً دو روز تک معرکہ کی لڑائی ہوئی
 جس میں فریقین کے بہت سے لوگ کام آئے، بالآخر متعدد با اثر اشخاص نے بیچ میں پڑ
 کر مروان اور ابن محمد میں مسالحت کرادی، اور مسالحت کے بعد مروان جمادی الاولیٰ
 ۴۰ھ میں داخل مصر ہوا، اور دار لفظل میں اتر آج مسجد جامع کے سامنے واقع ہے، لیکن
 اس کی بلند مہتی نے اس کو گوارا نہیں کیا، اس لئے اس نے کہا کہ خلیفہ ایسے شہر میں قیام
 نہیں کر سکتا جس میں کوئی مل زہر، چنانچہ اس کے حکم سے قصر بفسطاط تعمیر ہوا، اس نے لوگوں
 کے عطیے مقرر کئے اور قلیلہ معاف کے سوا تمام اہل متصر نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی، مروان

نے قصر میں کل دو مہینے قیام کیا، اور جب ۶۵ھ میں اپنے بیٹے عبدالعزیز کو وہاں کا گورنر مقرر کر کے واپس آیا، رخصت کے وقت عبدالعزیز نے معذرت کی کہ اے امیر المؤمنین! میں ایک ایسے شہر میں جس میں میرا کوئی بھائی بند نہیں ہے کیونکہ قیام کر سکوں گا؟ مروان نے کہا: "بھائی پدر عام طور پر احسان کرو سب تمہارے بھائی ہو جائیں گے، سب سے کشادہ روی کے ساتھ سب تمہارے دوست بن جائیں گے، تمام روسا کو یقین دلاؤ کہ وہ تمہارے خواص ہیں تو وہ تمہارے حامی بن جائیں گے، اور ان کی تمام قوم تمہاری اطاعت کرنے لگے گی، میں تمہارے بھائی بکھر کو تمہارا ہمد اور موسیٰ ابن نصیر کو تمہارا وزیر اور مشیر مقرر کرتا ہوں، اس کے ساتھ اور بھی بہت سی اخلاقی نصیحتیں کر کے اس کی رخصت ہوا اور واپسی کے بعد صرف دو مہینہ تک زندہ رہا، یعنی رمضان ۶۵ھ میں انتقال کر گیا۔

مروان کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک خلیفہ ہوا، اور اس نے بھی عبدالعزیز کو اس عہد پر قائم رکھا، عبدالعزیز نے اپنے زمانہ گورنری میں بہت سے قابل یاد کار کام کئے ۶۵ھ میں ایک زبردست حمل ہوا یا ۶۵ھ میں مصر میں طاعون آیا تو اس نے وہاں سے نکل کر حلوآن میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور وہاں متعدد محل اور مسجدیں تعمیر کروائیں اور انگوڑی باغ کے متعدد باغ لگوئے ۶۵ھ میں مصر کی مسجد جامع کو منہدم کر کے ازبکرو تعمیر کروایا اور چاروں طرف اس میں اضافہ کیا، ۶۹ھ میں خلیج مصر پر دو بڑے بندھن بنوائے اور اس پر اپنا نام کندہ کرایا۔

مذہبی حیثیت سے تعریف کی ایجاد کی، یعنی عرفہ کے دن عصر کے بعد مسجد میں بیٹھنے کا طریقہ قائم کیا۔

علمائے حقوق و احترام کو نہایت فیاضی کے ساتھ قائم رکھا، عبدالرحمن بن حمیرہ غولانی تقابلاً
مصر کا ہزار وینار سالانہ وظیفہ مقرر کیا، اور ابوالخیر مرشد بن عبداللہ البیزنی کو خود اپنے یہاں
بلاتا تھا، اودان سے فتویٰ لیتا تھا یہ

شعرا کے ساتھ اس قدر فیاضانہ سلوک کیا کہ ایک بار کسی نے کثیر سے پوچھا کہ اب
تم شعریوں نہیں کہتے! بولا عبدالعزیز کی وفات کے بعد مسلہ کی کس سے توقع ہو سکتی ہے۔
عام فیاضی کا یہ حال تھا کہ روزانہ ہزار طبق خود اس کے مکان کے گرد چنے بہتے تھے
اور تنو طبق میں غمناک اہل مصر کو کھانا تقسیم ہوتا تھا، چنانچہ ایک شاعر لکھتا ہے۔

کل یومہ کانہ یومہ اضغی	عند عبدالعزیز ویوم فطر
ہر دن عبدالعزیز کے یہاں	عید یا بقرعید کا دن ہوتا ہے
والہ الف جفۃ مستوحات	کل یوم تمدھا الف قداد
ان کے یہاں ہزار پھیلنے ہوئے پائے ہیں	جن کو ہزار وینگیاں لبریز کرتی ہیں

عبدالعزیز نے شہر میں ۴۴ جمادی الاولیٰ یوم دوشنبہ کو حلوان میں انتقال کیا اور
لاش قسطنطنیہ میں لاکرون کی گئی، مرتے وقت یہ الفاظ زبان پر تھے: "کاش میں کوئی قابل
ذکر چیز نہ ہوتا، کاش میں ایک شکایا جھار کا ایک چرواہا ہوتا" متعدد شعرا نے پرورد
مرئیے لکھے، جمعہ کو کندی نے اپنی کتاب ولادۃ مصر میں نقل کیا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی والدہ ام عاتقہ بن عمر بن الخطاب کی صاحبزادی
تھیں، علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ایک روز رات کو حضرت عمرؓ مدینہ کا گشت
۱۔ حسن المہتر ص ۱۸ جلد ۱ ص ۱۵۱ ایضاً تذکرہ عمر ص ۴۴۰ یہ پوری تفصیل کتاب ولادۃ
مصر لکندی مطبوعہ بیروت میں مذکور ہے ویکھو کتاب مذکور ص ۴۴ تا ۵۸۔

کاشت لگا رہے تھے، کہ ایک دیوار کے کنارے تھک کر بیٹھ گئے، گھر کے اندر ایک عورت اپنی لڑکی سے کہہ رہی تھی کہ "اُمّ محمد کو دودھ میں پانی ملا دے" لیکن لڑکی نے کہا کہ "بیر المؤمنین نے عام منادی کرادی ہے کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے" ماں نے کہا کہ "اس وقت عمرؓ اور عمرہؓ کے منادی دیکھ نہیں سکتے، تم دودھ میں پانی ملا دو" اس نے جواب دیا کہ "خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں امیر المؤمنین کی اطاعت کروں اور غلویت میں اُن کی نافرمانی کا وارغ اپنے دامن پر لگاؤں" حضرت عمرؓ نے یہ تمام گفتگو سُن لی، اور اسلم سے کہا کہ اس دروازے اور اس جگہ کو بار کھد، صبح ہوئی تو اُن کو بھیجا کہ پتہ لگائیں کہ یہ کون عورتیں تھیں، اور وہ صاحب شوہر ہیں یا نہیں؟ وہ آئے تو معلوم ہوا کہ لڑکی کنواری ہے اور ماں بیوہ ہے، اب حضرت عمرؓ نے اپنے تمام لڑکوں کو جمع کیا اور کہا "اگر مجھے نکاح کی ضرورت ہوتی تو میں خود اس لڑکی سے نکاح کر لیتا، لیکن تم میں جو پسند کرے میں اس سے اس کا نکاح کر سکتا ہوں، عبد اللہ اور عبد الرحمنؓ کے بیٹیاں موجود تھیں، البتہ عاصمؓ کو نکاح کی ضرورت تھی، اس لئے اُنھوں نے اس سے عقد کر لیا اور اسی لڑکی سے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی ماں اُمّ عاصم پیدا ہوئیں اور اس لحاظ سے حضرت عمرؓ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے برنا نا ہوئے۔

ولادت | حافظ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے مصر کے ایک گاؤں علوان میں جس کے امیر اُن کے باپ تھے "یاسر" میں پیدا ہوئے،^۱ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۶، سیرت ابن عبد الحکم ص ۱۸۱ میں جو روایت ہے وہ اس کے قدر مختلف ہے اس میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے خود عاصمؓ کو اس لڑکی کا پتہ لگائے کے لئے بھیجا اور اُن کا کہ تم اس نکاح کو کرنا کہ اس ایک ایسا شہسوار پیدا ہوگا جو ملک سرحد ہوگا، تذکرۃ الخلفاء تذکرہ عمر بن عبد العزیزؓ

لیکن علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ وہ یزید کے زمانہ خلافت میں مدینہ میں پیدا ہوئے اور اپنے باپ کی گورنری کے زمانہ میں مصر میں نشوونما پائی، اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے، عبد العزیز بن مروان کی گورنری کا زمانہ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے ۳۰ھ سے شروع ہوتا ہے، اس لئے ۳۰ھ یا ۳۱ھ میں علوان میں اُن کی ولادت قرین قیاس نہیں معلوم ہوتی۔

تعلیم و تربیت

بہر حال حضرت عمر بن عبد العزیزؒ مدینہ میں پیدا ہوئے، اور جب بڑے ہوئے تو اُن کے والد عبد العزیزؒ مصر کے گورنر مقرر ہو گئے اور وہاں اُنھوں نے اپنی بی بی ام عاصم کو لکھا کہ اپنے بچے کو لے کر مصر چلی آئیں، وہ اپنے چچا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس آئیں، اور اس کی اطلاع دی، اُنھوں نے کہا کہ تم تو چلی جاؤ لیکن اس بچے کو ہمارے ہاں چھوڑ دو، کیونکہ وہ تم میں ہم سے سب زیادہ مشابہت رکھتا ہے چنانچہ وہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو اُن کے یہاں چھوڑ کر مصر چلی گئیں، عبد العزیز بن مروان نے اُن کو نہیں دیکھا تو پوچھا کہ عمر کہاں ہے؟ اُنھوں نے واقعہ بیان کیا تو بہت خوش ہوئے اور اپنے بھائی عبد الملک کو اس کی اطلاع دی، اس نے ہزار دینار ماہوار ان کا وظیفہ مقرر کر دیا، اس کے بعد وہ اپنے باپ کے یہاں آئے اور قیام کیا، پھر ایک واقعہ کے پیش آجانے سے یہ مناسب معلوم ہوا کہ ان کی تعلیم مدینہ ہی میں ہو، چنانچہ ان کو مدینہ بھیج دیا اور اُنھوں نے وہیں صالح بن کیسان کی اتابقتی میں تعلیم و تربیت پائی اور صالح بن کیسان نے جس دیانت کے ساتھ ان کی مذہبی و اخلاقی نگرانی کی، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک بار اُنھوں نے نمازیں تاخیر کی، اور صالح بن کیسان نے اس کی

وجہ پر بھی تو کہا کہ "ہاں ستوار نے میں دیر نہ گئی" بولے کہ "اب ہاتھوں کی آرائش کو نماز پر ترجیح دیتے ہو؟" چنانچہ عبد العزیز کو اس واقعہ کی خبر کی، اور انھوں نے فرداً ایک آدمی روانہ کیا جس نے آکر پہلے اُن کے ہاں ملو دوائے، اس کے بعد بات چیت کی، غالباً یہی اثر تھا جس کی بنا پر حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اُن کو اپنی اولاد کا اتالیق بھی مقرر کیا۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے سچمیں قرآن مجید حفظ کیا، اور عربیت اور شعر و شاعری کی تعلیم حاصل کی۔

حدیث کی روایت اگرچہ مختلف شیوخ سے کی جن میں تابعین کے علاوہ متعدد صحابہ بھی شامل تھے، لیکن وہ اس مقدس فن میں زیادہ تر عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کے مریدین منت ہیں، تذکرۃ الحفاظ میں بالتفصیل لکھا ہے کہ وہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے مؤدب تھے، خود حضرت عمر بن عبد العزیزؓ فرماتے تھے کہ "میں نے جن لوگوں سے روایت کی ہے اُن میں عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کی روایتیں سب زیادہ ہیں۔"

ان بزرگوں کے فیضی صحبت سے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے یہ درجہ حاصل کیا کہ بڑے محدثین کو اُن کے فضل و کمال کا اعتراف کرنا پڑا، علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اُن کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

كَانَ إِمَامًا فَيَقِيهَا مُجْتَمَعًا عَاقِبًا
وَرَبُّهُ إِمَامٌ، بَرُّهُ لِقَبْرِهِ رُبُّهُ مُجْتَمَعًا
يَا لَسُنِّ كَيْفَ الشَّانُ ثَبَاتًا لِحَقِّهِ نَفْثًا
کے بڑا ہر اور معتبر حافظ اور سند تھے۔

۱۵ سیرت عمر بن عبد العزیزؓ ص ۹ ۱۵ تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۱۳۳ تذکرہ صالح بن کیسان۔
۱۶ تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۱۵ تذکرہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ۱۶ یہ تمام تفصیل سیرت عمر بن عبد العزیزؓ میں از ص ۳ تا ص ۹ میں ہے۔

میں بن مہران کا قول ہے کہ ”ہم ان کے پاس اس خیال سے آئے تھے کہ وہ ہمارے
محتاج ہوں گے، لیکن ہم کو معلوم ہوا کہ ہم خود انہی کے شاگرد ہیں اور بڑے بڑے علماء ان کے
مشکل مسائل کے متعلق سوال کرتے تھے اور وہ نہایت جستجی کے ساتھ جواب دیتے
تھے، ایک بار حجاز اور شام کے متعدد علماء جمع ہوئے، اور ان کے صاحبزادے عبد الملک
سے کہا کہ آپ ان سے

ان فی لضم التادش من مکان بعیدا وہ دور سے کیونکر پاسکتے ہیں۔

کی تفسیر کے متعلق سوال کیجئے، انہوں نے پوچھا تو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے فرمایا کہ
تادش من مکان بعیدا سے وہ تو بمراد ہے جس کی ایسی حالت میں خواہش کی جائے جس
میں اس پر انسان قادر نہ ہو، لیکن تحقیق علم سے فارغ ہونے کے بعد ان کو امور سلطنت
کی مصروفیت نے مزاولت علمیہ کا موقع نہیں دیا، اس لئے وہ اپنے علمی سرمایہ کو محفوظ
نہ رکھ سکے، ان کا خود بیان ہے کہ ”میں عربیہ سے فارغ ہو کر نکلا تو وہاں مجھ سے بڑا
عالم کوئی نہ تھا، لیکن شام میں اگر سب بھول گیا۔“

امام زہری کا بیان ہے کہ ”میں نے ایک رات ان سے گفتگو کی تو انہوں نے کہا
کہ جو حدیثیں آپ نے بیان کیں میں نے وہ سب سنی تھیں، لیکن آپ نے انہیں یاد
رکھا اور میں بھول گیا۔“

شادی | عبد العزیز بن مروان کے انتقال کے بعد عبد الملک نے اپنی بڑی قاری سے
ان کی شادی کر دی، اور انہوں نے نہایت طبع الفاظ میں اس کی شکریہ ادا کی یہ

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ، سیرت عمر بن عبد العزیزؓ، ص ۲۸۱۲۰

۲۔ تاریخ الخلفاء، تذکرہ عمر بن عبد العزیزؓ، سیرت عمر بن عبد العزیزؓ،

مدینہ منورہ کی گورنری | اگرچہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے فضل و کمال کا سبب زیادہ
 سوزوں منظر صرف مسند دس ہو سکتا تھا، لیکن خاندان خلافت کے تعلقات نے اس
 کے لئے مسند حکومت کا انتخاب کیا، پہلے وہ عبدالملک بن مروان کی طرف سے خاندان کے
 گورنر تھے، لیکن ۶۸ھ میں جب ولید بن عبد الملک ابن مروان سربراہ آرائے سلطنت ہوا
 تو اس نے ربیع الاول ۶۸ھ میں ان کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ
 نے اس عہدہ کے قبول کرنے میں ریت و اعل کیا اور جب ولید نے اس کی وجہ دریافت
 کی تو انھوں نے چند شرطیں پیش کیں جن میں پہلی شرط یہ تھی کہ جو گورنران سے پہلے تھے ان
 کے ظلم و عدوان پر ان کو مجبور نہ کیا جائے، ولید نے جواب دیا کہ آپ حتیٰ پر عمل کیجئے گو ہم
 کو ایک درہم بھی وصول نہ ہو، اس معاہدے کے بعد وہ شام سے مدینہ کو روانہ ہوئے
 لیکن اس وقت عمر بن عبد العزیز وہ عمر بن عبد العزیز نہ تھے جو کبھی حضرت ابو ہریرہؓ کو بھی
 حضرت عتبہؓ بن غلبہ کے قالب میں نمایاں ہوتے تھے، اس لئے شام سے نکلے تو ۲۰ اونٹوں پر
 ان کا ذاتی سار و سامان لہ کر روانہ ہوا، مدینہ میں پہنچے تو مروان کے مکان میں اترے
 نماز ظہر سے فارغ ہو کر فقہائے مدینہ میں سے دس بزرگوں کو طلب کیا، ادا ان کے سامنے
 ایک تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میں نے آپ لوگوں کو ایک ایسے کام کے لئے طلب کیا
 ہے جس پر آپ لوگوں کو ثواب ملے گا، اور آپ حامی حق و ادا پائیں گے، میں آپ لوگوں کی
 رائے و مشورے کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں چاہتا، پس اگر آپ لوگ کسی کو ظلم کرتا ہوا
 دیکھیں، یا آپ لوگوں میں سے کسی کو میرے کسی عامل کے ظلم کا حال معلوم ہو تو میں خدا کی
 قسم دلا کر تمہا ہوں کہ وہ مجھ تک اس معاملہ کو ضرور پہنچائے، فقہاء نے یہ تقریر سنی تو

ان کو جزائے خیر کی دعا دیتے ہوئے واپس آئے۔

تعمیر مسجد نبوی گورنری مدینہ کے زمانہ میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے جو ناقابلِ اموال یا دگا دیں قائم کیں، ان میں ایک ابدی یادگار مسجد نبوی ہے، مسجد نبوی میں اگرچہ حضرت عمرؓ کا ہی کے زمانہ سے تغیر و اضافہ شروع ہو گیا تھا، بالخصوص حضرت عثمانؓ نے تو اس کو بہت کچھ شاندار بنا دیا تھا، لیکن ان کے بعد حضرت علیؓ کے زمانہ سے لے کر بعد الملک کے زمانہ تک کسی خلیفہ نے اس میں کسی قسم کا تصرف نہیں کیا، ولید کا زمانہ آیا تو اس نے خاص طلبہ پر اس کی طرف توجہ دی، اور مسجد کو نئے آب و رنگ کے ساتھ تعمیر کروانا چاہا، چنانچہ جب وہ مسجد دمشق کی تعمیر سے فارغ ہوا تو ربیع الاول ۱۰۰ھ میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو لکھا کہ مسجد نبوی نئے سرے سے تعمیر کی جائے، اور اس کے اس ازواجِ مطہرات کے حجرے اور دوسرے مکانات میں وہ بقیعت لے کر مسجد میں شامل کر لیے جائیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے نہایت مستعدی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل کی۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے مسجد کو شہید کرنا شروع کیا تو اکثر فقہائے مدینہ مثلاً سہم، سالم، ابو بکر بن عبد الرحمن وغیرہ ساتھ تھے، ان بزرگوں نے مسجد کی داغ بیل لی، اور اس کی بنیاد قائم کی۔

صغیرت میں تعمیر کا کام شروع ہوا، اور اسی وقت ولید نے شاہِ روم کو لکھا کہ ہم پیغمبر کی مسجد تعمیر کر رہے ہیں، ہم کو مدد دو، چنانچہ شاہِ روم نے لاکھ شقال سونا اور مزدور اور چالیس ہزار سے فیفسا کے بھیجے، اور حکم دیا کہ مدائن کے کھنڈروں۔

میں سے فیفسا تلاش کی جائے چنانچہ جب یہ سال مہیا ہو گیا، تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس اہتمام کے ساتھ مسجد کی تعمیر کا کام شروع کر دیا کہ جب کوئی کاریگر فیفسا کا ایک برہ اور خست بناتا تھا تو اس کو ۲۰ درہم بطور انعام کے دیتے تھے۔
 مسجد نبوی میں اگرچہ مختلف قسم کے تغیرات ہو چکے تھے، لیکن نگرہ اور محراب کی طرف اب تک کسی کا خیال رجوع نہیں ہوا تھا، اس کی ایجاد کا شرف صرف حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو حاصل ہوا چنانچہ انھوں نے مسجد کے چاروں کنارے محراب قائم کر داتی، اور پر تالے وغیرہ سیسے کے بنوائے۔

تعمیر کا کام شروع میں شروع ہوا تھا، اور سلسلہ میں ختم ہوا، اس کے بعد سلسلہ میں ولید نے حج اور حج کے ساتھ مسجد کا معائنہ کرنا چاہا، چنانچہ جب مدینہ کے قریب پہنچا تو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اکابر مدینہ کو ساتھ لے کر نہایت شان و شوکت سے اس کا استقبال کیا، ولید نے مسجد میں جا کر ہر طرف گھوم گھوم کے دیکھنا شروع کیا، مسجد کے مقصورہ چھت پر نظر پڑی تو اس نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ سے کہا کہ تمام چھتیں اسی وضع کی کیوں نہیں بنوائیں؟ بولے "صرف زیادہ پردہ تا، صرف قبلہ کی دیوار اور دونوں چھتوں کے درمیان ۵۴ ہزار دینار صرف ہوئے"۔

قوارہ ولید کے ایام پر حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے مسجد کے ساتھ ساتھ ایک قوارہ بھی تعمیر کرایا، چنانچہ ولید نے حج کیا تو قوارہ اور محزون آب کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا، اور اس کے لئے بہت سے ملازم رکھے، اور حکم دیا کہ وہاں مسجد کو اس سے پانی پلایا جائے۔

لے طبری ص ۱۱۹۳، ۱۱۹۴ خلاصۃ الوفا ص ۱۹۳ لے ایضاً ص ۱۳۰ لے بعقب جلد ۱ ص ۲۱۲

طبری ص ۱۲۳ میں اس استقبال کی پوری تفصیل ملتی ہے خلاصۃ الوفا ص ۱۳۰ لے طبری ص ۱۱۹۶

تعمیر مساجد اطراف مدینہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے مسجد نبوی کو نئے سرے سے تعمیر کروایا تو اطراف مدینہ کی جن جن مسجدوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تھی، اُن کی طرف بھی توجہ کی، اور ان کو منقش پتھروں سے تعمیر کرایا۔

تعمیر حبابہ و ہمواری راہ | اسی سال ولید نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اور دوسرے عمال کو لکھا کہ مدینہ اور مملوٹا دوسرے شہروں میں بکثرت کنوئیں کھدوائے جائیں اور پہاڑوں کے دشوار گزار راستے ہموار کئے جائیں۔

امیر الحجاج کی خدمت انجام دینا | اسلام میں پالیٹکس اور مذہب چونکہ ہمیشہ شیر و شکر رہے، اس لئے خلفائے راشدینؓ ایسی کے زمانہ سے یہ رسم قائم ہو رہی تھی کہ خود خلفا مایام حج میں امیر الحجاج جیسے تھے، اور لوگوں کو اپنے ساتھ حج کراتے تھے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے بھی اپنے زمانہ گورنری میں یہ مقدس خدمت متعدد بار انجام دی، چنانچہ عیقری نے تمام سالوں کی تصریح کی ہے جن میں انھوں نے لوگوں کو اپنے ساتھ حج کرایا ہے۔

معذولی | حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ۱۹۳ھ سے لے کر ۲۰۱ھ تک گورنری کے عہد سے پرفائز رہے اور مدینہ کے ساتھ مکہ اور قائف بھی ان کے زیر حکومت رہے لیکن آخر کار ۲۰۱ھ میں ان کو اس عہدہ سے الگ ہونا پڑا، تاہم طبریؒ میں اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ولید کو ایک خط لکھا جس میں حجاج کے مظالم کی شکایت کی، حجاج کو اس کی خبر ہوئی، تو اس نے جل کر ولید کو ایک خط لکھا کہ عراق سے بہت

۱۹۳ھ فتح الباری جلد اول ص ۴۷۲

۲۰۱ھ طبری ص ۱۱۹۶

۲۲۹ھ یعقوبی جلد دوم ص ۳۳۹

۱۲۵۴ھ طبری ص ۱۲۵۴

مقصود پر دواز لوگ جلا وطن ہو کر مکہ اور مدینہ میں آباد ہو گئے ہیں جو ایک قسم کی سیاسی گورنری ہے، اولیٰ دینے لکھا کہ اچھے دوستوں کے تمام تیاؤ جو مدینہ اور مکہ کی گورنری کر سکیں حجاج نے خالد بن عبداللہ اور عثمان بن حیان کے نام لکھ بھیجے اور ولید نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو معزول کر کے خالد کو مکہ کا اور عثمان کو مدینہ کا گورنر مقرر کر دیا۔

لیکن سیرت عمر بن عبدالعزیز میں لکھا ہے کہ ۹۳ھ میں ولید نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو لکھا کہ حبیب کو سزا دیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اگرچہ اس حکم کی تعمیل کی اور ان کو تلو کوڑے لگوائے، قید خانہ میں محبوس رکھا، اور ان کے جسم پر ٹھنڈا پانی چھڑکوا یا، تاہم اس قسم کی سفاکیاں ان کی فطرت کے بالکل مخالف تھیں، چنانچہ جب ان سزاؤں کے بھگت لینے کے بعد لوگ ان کو لے گئے اور وہ گھر جا کر مر گئے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ماحضون کو بھیجا کہ جا کر ان کی حالت دریافت کر آئیں وہ آئے تو لوگوں نے ان کے چہرے سے، چادر اُلٹ دی اور انھوں نے ان کو مردہ پایا پلٹے تو ان کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز پریشانی میں بھی اُٹھتے تھے کبھی کھڑے ہو جاتے تھے، انھوں نے انتقال کی خبر سنا تو وہ زمین پر گر پڑے اور انا اللہ پڑھتے ہوئے اُٹھے اور گورنری سے استعفاء دیدیا۔

خلافت

اگرچہ تمام خاندان بنو امیہ مہمات امور میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی طرف رجوع کرتا تھا، لیکن سلیمان بن عبد الملک کو ان پر اس قدر اعتقاد تھا کہ اُس نے اُن کو گویا اپنا وزیر بنالیا تھا، اس بنا پر کہ اُس کے بعد جو لوگ خلافت کے مستحق ہو سکتے تھے اُن میں ایک حضرت عمر بن عبد العزیزؒ بھی تھے، چنانچہ نبیہ سہد نامہ خلافت پر سلیمان بن عبد الملک نے لازم طریقے سے بیعت لی، تو زور و مدد سے عمر بن عبد العزیزؒ کو خیال پیدا ہوا کہ قرعہ فال لکھیں ان کے نام تو نہیں پڑا، آخر کار اُن کا یہ خیال صحیح نکلا چنانچہ جب سلیمان بن عبد الملک جب مقامِ وفاق میں جو فوج کا اجتماع کاں تھا، ۹۶ھ میں بیمار ہوا اور اس کو زمین سے باہری ہوتی تو اُس نے پہلے اپنے نابالغ لڑکے ایوب کو ایک بیعت نامہ کے ذریعہ سے اپنا ولی عہد مقرر کیا، لیکن رجاء بن حیات نے اس سے اختلاف کیا کہ خلیفہ کا سب سے زیادہ قابلِ یادگار کارنامہ یہ ہے کہ وہ صالح شخص کو اپنا جانشین بنائے، یہ سن کر سلیمان نے کہا کہ "ابھی میں نے عزم مصمم نہیں کیا ہے اس پر عود کروں گا" چنانچہ اس نے دو ایک روز کے بعد اس وصیت نامہ کو چاک کر دیا اور رجاء بن حیات کو بلا کر پوچھا کہ

۱۔ سیرۃ عمر بن عبد العزیزؒ ص ۲۲ ۲۔ منہ المجامع جلد ۱ ص ۱۱۵ ۳۔ تاریخ الخلفاء تذکرہ سلیمان بن عبد الملک ۴۔ سیرۃ الامین عبد الحکم ص ۲۹ میں ہے کہ سلیمان بن عبد الملک سے پہلے ہی ایوب کا انتقال ہو چکا تھا اور ان کے علاوہ اس کے تمام رشتہ جہ نے اور قابلِ بیعت نہ تھے۔

واؤ بن سلیمان کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ واؤ اس وقت قسطنطنیہ میں تھے، رجاہ
 نے کہا کہ آپ کو کیا معلوم ہے کہ وہ زندہ ہیں یا مر گئے؟ سلیمان نے کہا تو پھر تمہاری نگاہ کس
 پر پڑتی ہے؟ بولے: ”آپ نام بھیجے، میں اس پر غور کروں گا۔“ سلیمان نے کہا کہ عمر بن
 عبدالعزیز کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ رجاہ نے کہا: ”وہ نہایت برگزیدہ مسلمان ہیں۔“
 سلیمان بولا: ”میرا بھی یہی خیال ہے، لیکن اگر میں ان کو خلیفہ مقرر کروں اور عبد الملک
 کی اولاد کا باطل خیال نہ کروں تو ایک فتنہ اٹھ کھڑا ہو گا، اور جب تک میں ان میں
 کسی کو ان کے بعد دلی عہدہ بنالوں وہ لوگ ان کی خلافت کو تسلیم نہ کریں گے
 اس لئے یزید بن عبد الملک کو ان کے بعد دلی عہدہ بناتا ہوں، میرا یہ طرز عمل ان کو
 تسکین دیدیگا۔ رجاہ نے بھی اس اتفاق کیا اور سلیمان نے خود اپنے ہاتھ سے عہد خلافت
 لکھا، اور اس کو مہر بند کر کے کعب بن جابر افسر پولیس کے پاس کہلا بھیجا کہ میرے تمام
 خاندان کو ایک جگہ مجتمع کریں، وہ لوگ جمع ہوئے تو اس عہد نامہ کو رجاہ کے حوالہ کیا اور
 کہا کہ یہ میری تحریر ہے، ان کو حکم دو کہ جس کو میں نے خلیفہ مقرر کیا ہے، اس کے ہاتھ
 پر بیعت کریں، رجاہ نے ان کو خلیفہ کا یہ حکم سنایا تو سب نے سمعنا و اطعنا کہا اور
 پوچھا کہ کیا ہم خلیفہ کے پاس جا کر عرض کر سکتے ہیں؟ رجاہ نے کہا: ”اں! چنانچہ،
 جب وہ لوگ اندر گئے تو سلیمان نے رجاہ کے ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ
 میرا وصیت نامہ ہے جس کو میں نے خلیفہ مقرر کیا ہے، اس کے ہاتھ پر بیعت کرو، اور
 اس کے فرمان بردار بنو، اس پر سب نے الگ الگ بیعت کی، چونکہ یہ بیعت گم نام
 تھی، اس لئے جب تمام خاندان کے لوگ ہٹ گئے تو مستحقین خلافت
 مثلاً ہشام بن عبد الملک اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اپنے متعلق سوال

یہاں، لیکن رجاء نے اس تحریر کو بالکل صیغہ رازی میں رکھا، اور کسی کو اس کے ایک حرف سے بھی اطلاع نہ دی، اس کے تین دن بعد سلیمان نے انتقال، لیکن رجاء نے نہایت اہتمام کے ساتھ اس کی موت کو چھپایا، اور دروازے پر نہایت مستبر اشخاص کو بٹھادیا کہ کوئی شخص لاش تک نہ جانے پائے اور دوبارہ تمام خاندان جو امیر کو مسجد و ابی میں جمع کیا اور اُس کے سرے سے بیعت لینا چاہی، لیکن ان لوگوں نے کہا کہ جب ہم ایک بار بیعت کر چکے ہیں تو با دوبارہ پھر بیعت کریں، رجاء نے کہا کہ یہ امیر المومنین و سلیمان ہیں، ان کا جو فرمان ہے اور جس -
 راضوں نے خلافت کے لئے انتخاب کیا ہے اس کے لئے بیعت کرو، سب نے پھر ایک ایک کے بیعت کی، اب جب کہ رجاء کو یقین ہو گیا کہ معاہدہ مستحکم ہو گیا تو انھوں نے وصیت نامہ مضمون پر لکھ کر سنایا اور سلیمان کی موت کی خبر دی، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا نام آیا تو شام بن عبد الملک نے کہا کہ "ہم ان کے ہاتھ پر قیامت تک بیعت نہیں کر سکتے، بولے کہ پھر اور بیعت کرو ورنہ تمہارا سر قلم کر دوں گا" اس کے بعد رجاء نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے ہاتھ پر لکھ کر منبر پر بکھرا کر دیا، اور انھوں نے اس کا عظیم پراور ہشام نے اپنی کامی پر اتانہ پڑھا۔

ان تمام مراحل کے طے ہونے کے بعد سلیمان بن عبد الملک کی تجرید و تکفین کا سامان کیا گیا، اور خود حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور خود اس کو قبر میں اُتار تجرید و تکفین سے فارغ ہونے کے بعد تمام شاہی سواریاں جس میں فخر اور ترکی گھوڑے وغیرہ تھے -
 لیکن اس کے سنی یہ دیکھ کر وہ اس مؤذہ کو سنا چاہتے تھے، بلکہ سیرۃ ابن حکم میں ہے کہ انھوں نے رجاء بن حیا کو قسم دلا کر کہا تھا کہ اگر وہ بعد ہی کے متعلق سلیمان بن عبد الملک میرا نام لے تو تم روک دینا اور اگر میرا نام دے تو تم میرا نام نہ لینا۔

حاضر کئے گئے، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ "میرا نچر میرے لئے کافی ہے" یہ کہہ کر ان کو واپس کر دیا، انفسر پولیس نیزہ لے کر آگے آگے چلا تو اس کو ہٹا دیا اور کہا کہ "میں بھی تمام مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہوں"۔

سیرۃ ابن عبدالحکم ص ۲۵ میں ہے کہ جب ان کے سامنے سواریاں پیش کی گئیں تو انہوں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ان پر اب تک سواری نہیں کی گئی ہے جب کوئی شخص خلیفہ ہوتا ہے تو سب سے پہلے وہ ان پر سوار ہوتا ہے، لیکن انہوں نے اپنا نچر طلب کیا اور اپنے غلام مزاحم سے کہا کہ ان کو بیت المال میں داخل کر دو، اسی طرح ان کے لئے خیمے نصب کئے گئے، انہوں نے ان کے متعلق بھی یہی سوال کیا، تو معلوم ہوا کہ یہ وہ خیمے ہیں جن میں اب تک کسی نے قیام نہیں کیا ہے، ان میں صرف وہ شخص قیام کرتا ہے جو خلیفہ ہوتا ہے، انہوں نے مزاحم کو ان کے متعلق بھی یہی حکم دیا کہ بیت المال میں داخل کر دو، پھر نچر پر سوار ہو کر آئے تو درفش فروش نے جن پر صرف وہ شخص بیٹھتا تھا، جو خلیفہ ہوتا تھا، لیکن وہ ان کو مسلتے ہوئے چٹائی تک پہنچے، اور مزاحم سے کہا کہ ان کو بیت المال میں داخل کر دو۔

خلفائے بڑے امیر کے یہاں دستور تھا کہ جب خلیفہ مرجعاً تھا تو اس کے استعمالی کپڑے اور خوشبوئیں اس کی اولاد کو ملتی تھیں اور غیر استعمالی کپڑوں اور خوشبوؤں کا مالک خلیفہ ہوتا تھا، اسی طریقے کے مطابق سلیمان بن عبد الملک کے لڑکوں نے ان چیزوں کو تقسیم کرنا چاہا، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ یہ نہ میری ہیں نہ سلیمان کی، اور نہ تھا یہ یہ کہہ کر مزاحم کو حکم دیا کہ ان سب کو بیت المال میں داخل کر دو۔

وایسی کے وقت لوگوں کو خیال ہوا کہ تعزیر خلافت میں نزول اجلال ہوگا، لیکن چونکہ اس میں مسلمان کے اہل و عیال تھے اس لئے اپنے ہی خیمہ میں اترے اور کہا کہ "میرا خیمہ میرے لئے کافی ہے" اندر داخل ہوئے اور لونڈی نے ان کے بٹھے کو دیکھ کر کہا کہ "آپ شاید متروک ہیں" بولے کہ "یہ تشویشناک بات ہی ہے، مشرق و مغرب میں امت محمدیہ کا کوئی فرد ایسا نہیں ہے جس کا ٹھہر پر حق نہ ہو، اور بغیر مطالبہ و اطلاع اس کا ادا کرنا ٹھہر پر مندرج نہ ہو۔" اس کے بعد مسجد میں آئے اور منبر پر کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیا جس کا خلاصہ یہ ہے :-

"لوگو! ٹھہر پر خلافت کا بار بغیر اس کے کہ ٹھہر سے رائے لی جاتی یا میں اس کو امتیاز دے دوں یا عام مسلمانوں سے مشورہ لیا جاتا، ڈال دیا گیا، میری بیعت کا جو قیادہ تمہاری گروہوں میں ہے میں اس کو خود نکال لیتا ہوں، اب جس کو پسند کر و خلیفہ مقرر کرو۔"

اس خطبہ کو تمام لوگوں نے سن کر باوازد بلند کہا کہ ہم نے آپ کو اپنا خلیفہ منتخب کیا اور آپ کی خلافت پر راضی ہوئے، جب یہ منگامہ فرو ہوا تو انھوں نے حمد و نعت کے بعد ایک مفصل تقریر کی جس میں لوگوں کو تقویٰ، فکر آخرت، تذکر موت کی طرف توجہ دلائی اور آخر میں باوازد بلند فرمایا کہ :-

"لوگو! جو شخص خدا کی اطاعت کرے اس کی اطاعت واجب ہے اور جو شخص اس کی نافرمانی کرے اس کی نافرمانی جواز نہیں، جب تک میں خدا کی اطاعت کروں، میری اطاعت کرو اور اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو میری نافرمانی برداری تم پر فرض نہیں ہے۔"

یہ سب کچھ ہو چکا، لیکن عبدالعزیز بن ولید کو اب تک حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی
 خلافت اور بیعت کا حال معلوم نہیں تھا، اس لئے جب اس کو سلیمان بن عبدالملک
 کی موت کا حال معلوم ہوا تو اپنے ہمراہیوں سے اپنے ہاتھ پر بیعت لی، اور ان سے بیعت
 لے کر دمشق کا رخ کیا، وہاں بھی چل کر لوگوں سے بیعت لے، دمشق پہنچا تو معلوم
 ہوا کہ خود سلیمان کی وصیت کے موافق لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خلافت پر
 بیعت کر لی ہے، اب حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے اس
 کے متعلق استفسار کیا، اس نے جواب دیا کہ یہ سب کچھ لاعلمی میں ہوا، مجھ کو یہ معلوم رہا تھا کہ
 خود سلیمان نے کسی کو خلیفہ مقرر کیا ہے، اس لئے میرے دل میں خیال پیدا ہوا لوگ مال
 دولت کو ٹوٹ نہ لیں، اس خیال سے میں نے اپنے ہاتھ پر بیعت لی، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ
 نے کہا کہ "اگر لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کر لیتے، اور تم امور خلافت کو سنبھال لیتے تو
 میں تم سے بالکل اختلاف نہ کرتا اور اپنے گھر میں بیٹھ رہتا، اب عبدالعزیزؓ نے یہ کہہ
 کر کہ "میں آپ کے سوا کسی کو اس کا مستحق نہیں سمجھتا، ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ان تمام مراحل کے بعد امور خلافت کی طرف توجہ کی
 ایک کاتب کو بلوایا، اور نہایت مختصر الفاظ میں ایک فرمان لکھوا کر تمام ممالک محدودہ
 میں بھیجا، قسطنطنیہ میں جو فوج مقیم تھی وہ رسد کی کمی سے بالکل ناقص ہو رہی تھی،
 اس کے لئے غلہ روانہ کیا، اور اس کو واپس بلا لیا، سلیمان بن عبدالملک نے عام حکم دیا تھا
 کہ ہر جگہ سے گھوڑے جمع کر کے باہم گھوڑ دوڑ کرائی جائے، ابھی گھوڑوؤں کا زمانہ نہیں
 آیا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اگرچہ بذات خود ناپسند فرماتے تھے
 باہم لوگوں نے سفارش کی کہ تمام لوگ دوڑ دوڑ سے تکلیف اٹھا کر گھوڑے لائے

ہیں، اس لئے گھوڑ دوڑ کی اجازت دی، اور جن لوگوں کے ہاتھ میدان رہا
 ان کو انعام دلوائے۔

مختلف شہروں میں عمال و قضات مقرر فرمائے جن کے نام طبقات ابن سعد
 میں یہ تفصیل مذکور ہیں:

۱۔ یہ پوری تفصیل طبقات ابن سعد مذکورہ عمر بن عبد العزیز و زنا اور سیفہ بن عبد العزیز رحمہ
 باب دوازدہم سے ماخوذ ہے۔

اموالِ مَغْصُوبہ کی واپسی

خلفائے نبویؐ نے رعایا کے مال و جائیداد پر جو ظالمانہ قبضہ کر لیا تھا ان کا واپس دلانا ایک مجددِ خلافتِ اسلامیہ کا سب سے مقدم فرض تھا، اور تائیدِ ایزدی نے حضرت عمرؓ بن عبد العزیزؒ سے سب سے پہلے یہی خدمت انجام دلائی، وہ جب سلیمان بن عبد الملک کی تجویز و تکفین اور خلافت کے ابتدائی مراحل کو طے کر کے مکان پر واپس آئے تو قیلو کہ زچا ہا، لیکن اسی حالت میں اُن کے صاحبزادے عبد الملک نے آکر کہا ”آپ اموالِ مَغْصُوبہ کی واپسی سے پہلے سوتا چاہتے ہیں“ حضرت عمرؓ بن عبد العزیزؒ نے عذر کیا کہ میں سلیمان کی تجویز و تکفین میں شب بیداری کی ہے، اس لئے نماز ظہر کے بعد یہ خدمت انجام دوں گا، لیکن عبد الملک نے کہا کہ ظہر کے وقت تک آپ کی زندگی کا کون ذوق دار ہو سکتا ہے؟ حضرت عمرؓ بن عبد العزیزؒ پر اس فقرہ کا اس قدر اثر ہوا کہ ان کو پاس بلا کر پٹن لیا، اور اُن کی پیشانی پر بوسہ دے کر فرمایا کہ ”اس خدا کا شکر ہے جس نے مجھ کو ایک ایسی اولاد دی جو مجھ کو نہ ہی کاموں میں مدد دیتی ہے، اب قیلو کہ کا خیال خوب منداوش ہو گیا اور فوراً اٹھ کر منادی کرانی کہ لوگ اموالِ مَغْصُوبہ کے متعلق

اپنی اپنی شکایتیں پیش کریں۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے میمون بن مهران، ملکول اور ابو قلابہ سے اس بارے میں مشورہ کیا تو ملکول نے دبی زبان سے اپنی رائے ظاہر کی جس کو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ناپسند فرما کر میمون بن مهران کے چہرے کی طرف دیکھا میمون نے کہا کہ اپنے صاحبزادے عبد الملک کو بھی طلب فرما لیجئے، وہ ہم لوگوں سے کم صائب الرائے نہیں ہیں، عبد الملک آئے تو ان سے پوچھا کہ لوگ اموال مفسرہ کا مطالبہ کر رہے ہیں، اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ بولے آپ ان کو فودا دیں کر دیجئے ورنہ جن لوگوں نے ان پر غاصبانہ طریقہ سے قبضہ کیا ہے آپ بھی ان کے شریک بنیں گے۔ اب حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے منبر پر چڑھ کر لوگوں کی جامد اویں واپس دلاتا شروع لکیں، چونکہ خود بھی خاندانِ نبویؐ کے رکن تھے۔ اس لئے سب کے پہلے اپنی ذات اور اپنے خاندان کے ائیماء کی اور جاگیروں کی جو سندیں تھیں ان کی نسبت، اپنے مولیٰ محمدؐ کو حکم دیا کہ وہ پڑاھ پڑاھ کر سناتے جائیں، وہ ان سندوں کو پڑاھ پڑاھ کر سناتے جاتے تھے اور حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ان کو مقررہ مقام سے کتراتے جاتے تھے، ان کی دہائیوں عرب کے تختہٴ حصوں مثلاً یمن اور یحکمہ وغیرہ بھیلی بھرتی تھیں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ان سب کے دست بردار ہو گئے یہاں تک کہ ایک انگوٹھی کا ٹیگہ جوان کو ولید نے دیا تھا اس کو بھی واپس کر دیا، مزاحم سے یہ دیکھنا نہ آیا، اور بولے اولاد کی معاش کا کیا سامان ہوگا؟ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے رخساروں پر آنسو جاری ہو گئے، اور بولے کہ ان کو فودا پر چھوڑ دینا ہوں، اپنے اور اپنے اہل و عیال کے مصارف کے لئے صرف خیر اور ایک نہر کو موقوف رکھا جس کو انھوں نے اپنے علیہ کی آمدنی سے کھدوایا تھا اور جہاں انھوں نے

سالانہ منافع کم بیش ۵۰ ادنیٰ رہتا تھا، لیکن جب تیسرے کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک تمام مسلمانوں کا عام حق تھا، لیکن حضرت عثمانؓ نے اس کو اپنے عہد خلافت میں مردان کی جاگیر میں دیدیا تھا، جو وراثت بعد وراثت حضرت عمر بن عبد العزیز کے قبضہ میں آیا، تو اس کو بھی واپس کر دیا اور صرف ہنر کو باقی رکھا۔

سب سے زیادہ اہم معاملہ بایع فک کا تھا، جو اس وقت اُن کے قبضہ میں تھا، ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب وہ خلیفہ ہوئے تو اُن کی اور اُن کے اہل و عیال کی معاش کا تمام تر دار و مدار صرف فک پر تھا جس کی سالانہ آمدنی دس ہزار دینار تھی، لیکن خلیفہ ہو گئے کے ساتھ ہی اُنھوں نے فک کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور خلفائے راشدینؓ کے طرز عمل کا پتہ لگانا شروع کیا، جب انکشاف حقیقت ہوا تو عام مردان خانہ دار کو جمع کر کے کہا کہ فک خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خالص تھا جس کی آمدنی آپ اپنی اور بنو ہاشم کی مختلف ضروریات میں صرف کرتے تھے، حضرت فاطمہؓ نے آپ سے اس کو مانگا تھا لیکن آپ نے انکار فرما دیا تھا، حضرت عمرؓ کے زمانہ تک اسی کے موافق عمل ہوتا رہا، لیکن اخیر میں مردان نے اس کو اپنی جاگیر میں داخل کر لیا، اس کے بعد وہ میرے قبضہ میں آیا، لیکن جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو نہیں دی اس میں میرا کوئی حق نہیں ہے، اور میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ فک کی جو حالت عہد رسالت میں تھی اس کو اسی طرف لوٹاتا ہوں۔

۱۔ ابو داؤد کتاب الخراج والامارۃ باب فی وصایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اموال و طبقات ابن سعد و میرت قمی عبد العزیزؓ کے انیسویں باب میں یہ تمام تفصیل ہے، طبقات میں جس طرح لکھا ہے حضرت عمر بن عبد العزیز کے قبضہ میں آیا، اس کی تفصیل تمارے ہی ہاتھ میں ہے۔

چنانچہ اس کے متعلق ابو بکر ابن محمد بن عمرو بن حزم کو ایک خط لکھا کہ مجھے تحقیقات کے بعد معلوم ہوا ہے کہ قذک سے فائدہ اٹھانا میرے لئے جائز نہیں، اس لئے میں اس کو اسی حالت پر لانا چاہتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں تھی، جب آپ کو میرا یہ خط ملے تو اس کو ایک ایسے شخص کے قبضہ میں دیجئے جو تمام حقوق کی محافظت کے ساتھ اس کی نگرانی کرے۔

اُن کی بی بی فاطمہ کی ایک لونڈی تھی جس پر وہ قبل خلافت فریفتہ تھے، خلافت کے بعد وہ ایک دن بن ستر کر اُن کے سامنے آئی، تو انھوں نے پوچھا کہ تم فاطمہ کی ملک میں کیونکر آئی ہو؟ بولی کہ حجاج نے کوفہ کے ایک عامل پر تادان لگایا تھا، اور میں اس کی مملوک تھی، حجاج نے مجھے انتخاب کیا اور عبید اللہ بن مردان کے پاس بھیج دیا، میں اس وقت بالکل بچہ تھی، اس لئے عبید اللہ نے مجھے اپنی لڑکی فاطمہ کو دیدیا، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے پوچھا کہ وہ عامل کیا ہوا؟ بولی کہ مر گیا، البتہ اس کی اولاد موجود ہے جسکی حال نہایت بُرا ہے، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے فوراً اُن کو طلب کر کے ان کا تمام مال مع اس لونڈی کے واپس کر دیا، لونڈی چلنے لگی تو بولی کہ آپ کا عشق کیا ہوا؟ بولے کہ وہ اب تک ہے بلکہ اور بڑھ گیا ہے۔

فاطمہ کے پاس ایک نہایت قیمتی جواہر تھا جس کو عبید اللہ نے دیا تھا، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اُن سے کہا کہ ”تم کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے، یا تو اس کو واپس کر دیا مجھ سے عطا ہو جائے“ انھوں نے کہا کہ ”میں آپ کو اس پر اور اس سے کئی گئے بیش قیمت جواہرات پر ترجیح دیتی ہوں“ چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اس کو

بیت المال میں داخل کر دیا، اُن کے بعد جب یزید خلیفہ ہوا تو اس نے اُس خواہر کو پھر قاتلہ کو دینا چاہا مگر انھوں نے انکار کر دیا۔

عیتہ بن سعید بن العاص اُن کے ایک دوست تھے جن کو سلیمان بن عبد الملک نے ۲۰ ہزار دینار کے دلوانے کا حکم دیا تھا، اور تمام دفتری کارروائی مکمل ہو چکی تھی کہ سلیمان بن عبد الملک کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو وہ ان کے پاس آئے اور اپنے دوستانہ تعلقات کی بنا پر اس کا مطالبہ کیا، لیکن انھوں نے کہا کہ "۲۰ ہزار دینار تو مسلمانوں کے چار ہزار گھروں کے لئے کافی ہو سکتے ہیں میں صرف ایک آدمی کو کیونکر دلوادوں؟ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی جائیگر میں جبل الوردس ایک پہاڑ تھا، انھوں نے طنزاً کہا کہ "پھر جبل الوردس کو خرید کیوں لیتے ہو؟" یوں لے تھارے طعنے نے ٹھجہ کو یاد دلایا اور تمہیں اس کو بھول گیا تھا، اس کے بعد عبد العزیزؓ کی جائیگر کی تمام دستاویزوں کو منگو کر چاک کر دیا۔

اس کے بعد عام طور پر لوگوں کے اموال مقصوبہ واپس دلانے، آبن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ "امیر معاویہؓ کے زمانہ سے لے کر اُن کے زمانہ تک جو جائیدادیں غصب کر لی گئی تھیں انھوں نے سب واپس دلا دیں، اور یہ سلسلہ تا دم مرگ قائم رہا حقوق کی واپسی کے لئے کسی قطعی شہادت یا حجت کی ضرورت نہ تھی، بلکہ جو شخص دعویٰ کرتا تھا معمولی سے معمولی ثبوت پر اس کا مال واپس مل جاتا تھا، ایک بار بدوؤں نے دعویٰ کیا کہ انھوں نے ایک قطعو زمین آباد کیا تھا، جس کو عبد الملک نے اپنی بیعت اولاد کو دیدیا

لے میرت عمر بن عبد العزیزؓ ۱۷۱ھ میرت ابن عبد الحکم ص ۵۶، ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "زمین خدا کی زمین ہے، اور بندے خدا کے بندے ہیں، جس نے بجز زمین کو آباد کیا وہ اس کی مسخنی ہے۔" یہ کہہ کر زمین بدوؤں کو واپس دلادی۔

ان ذاتی سرگرمیوں کے ساتھ اموال و اعمال کو بدایتیں بھیجتے رہتے تھے کہ وہ اسی مستعدی کے ساتھ اموالِ مفسوبہ کو واپس دلائیں، ابو الزناد کا بیان ہے کہ عراق میں ہم کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے لکھا کہ ہم اہل حقوق کو حقوق واپس دلا دیں، چنانچہ ہم نے اس کام کو شروع کیا تو عراق کا بیت المال بالکل خالی ہو گیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو شام سے روپیہ بھیجنا پڑا، ابو بکر بن محمد بن عمر بن حزم کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؓ کی کوئی تحریر ایسی نہیں آئی تھی جس میں اموالِ مفسوبہ کی واپسی، ایسے سنتِ امامتِ بدعت یا تقسیم و تفری علیہ کی ہدایت درج نہ ہو، ایک بار ان کو کچھ بھیجا کہ دفاتروں کا جائزہ لیں اور قدیم عمال نے کسی مسلمان یا ذمی پر ظلم کیا ہو تو اس کا مال واپس کریں اور اگر وہ خود زندہ نہ ہو تو اس کے ورثہ کو دیدیں۔

جو عمال ان کے اس حکم میں لیت و لعل کرتے تھے، ان سے بہت ناراض ہوتے تھے، عروہ بن کے عامل تھے، ایک بار انھوں نے اس معاملہ میں لیت و لعل کی توان کو لکھا کہ میں تم کو لکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے اموالِ مفسوبہ واپس کرو اور تم اس کے متعلق مجھ سے سوال و جواب کرتے ہو، تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان کس قدر بعد مسافت ہے، اور تم کو اپنی موت کے وقت کی بھی خبر نہیں۔ اگر میں تم کو لکھتا ہوں کہ ایک مسلمان کی غصب شدہ بکری واپس کر دو تو تم لکھتے ہو کہ وہ

اموالِ معصومہ کی واپسی کا اثر

خاندانِ بنو امیہ پر

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے اس طرزِ عمل کا اثر مختلف لوگوں پر مختلف پڑا، اہواج کے فرقہ نے جو عیشہ خلفاء کے مقابلہ میں عظیم بناوت بلند کرتا رہتا تھا، اس عدلِ الناس کا سال سنا تو رعبے مجتمع ہو کر صاف کہہ دیا کہ اب اس شخص سے جنگ کرنا ہمارے لئے مناسب نہیں ہے، لیکن تمام خاندانِ بنو امیہ و فہرہ برہم ہو گیا، اولاً تو فرائیج باندہ کا ہاتھ سے نکل جانا خود اشتعال کا سبب ہو سکتا تھا، اس کے ساتھ قدیم تفوق و امتیاز نے ان کے لئے مساوات کو بالکل خوابِ فراموش بنا دیا تھا، اس لئے انھوں نے اپنے آپ کو تمام مسلمانوں کے ساتھ ایک سطح پر دوش بدوش کھڑا ہوا دیکھا تو ان کو اپنی سخت ذلت محسوس ہوئی، سب سے بڑی بات یہ تھی کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے اس طرزِ عمل سے ان لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے پہلے خلفائے بنو امیہ نے جو دوش اختیار کی تھی وہ شرعاً ناجائز اور عدل و انصاف کے مخالف تھی اس لئے اس خاندان کو اپنے پورے سلسلہ کا دامن و اندازِ نظر اتارنا تھا، چنانچہ اس خاندان کے مختلف افراد

اموالِ معصوبہ کی واپسی کا اثر

خاندان بنو امیہ پر

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے اس طرزِ عمل کا اثر مختلف لوگوں پر مختلف پڑا۔ خوارج کے فرقے نے جو ہمیشہ خلفاء کے مقابلے میں عظیم بغاوت بلند کرتا رہا تھا، اس عدلِ الناس کا سال سنا تو رعبے مجمع ہو کر صاف کہہ دیا کہ اب اس شخص سے جنگ کرنا ہمارے لئے مناسب نہیں ہے، لیکن تمام خاندان بنو امیہ و فہر برم ہو گیا، اولاً تو ذوقِ جہاد کا مادہ سے نکل جانا خود اشتعال کا سبب ہو سکتا تھا، اس کے ساتھ قدیم تفوق و امتیاز نے ان کے لئے مساوات کو بالکل خوابِ قراموش بنا دیا تھا، اس لئے انہوں نے اپنے آپ کو تمام مسلمانوں کے ساتھ ایک سطح پر دوش بدوش کھڑا ہوا دیکھا تو ان کو اپنی سخت ذات محسوس ہوئی، سب بڑی بات یہ تھی کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے اس طرزِ عمل سے ان لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ سے پہلے خلفائے بنو امیہ نے جو دوش اختیار کی تھی وہ شرعاً ناجائز اور عدل و انصاف کے مخالف تھی اس لئے اس خاندان کو اپنے پورے سلسلہ کا دامن و اندازِ نظر آتا تھا چنانچہ اس خاندان کے مختلف افراد

نے مختلف طریقوں سے خود حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے سامنے اس کا اظہار کیا۔

ایک دن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے تمام مروانی خاندان کو جمع کر کے کہا کہ اے بنی مروان! تم کو بہت سے جتنے بہت سی عزتیں اور بہت سی دولت ملی تھیں، اور میں خیال کرتا ہوں کہ تمام امت کا نصف یا ثلث ماں تمہارے قبضہ میں آگیا تھا۔ سب نے یہ سن کر خاموشی اختیار کی، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے کہا کہ ”جواب دو“ سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ جب تک ہمارا سر ہمارے دھڑ سے الگ نہ ہو جائے ہم نہ اپنے آباؤ اجداد کی تکفیر کر سکتے ہیں، نہ اپنی اولاد کو محتاج بنا سکتے ہیں۔ ایک دن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ، ہشام بن عبد الملک کے سامنے گذشتہ مظالم کا ذکر کر رہے تھے، ہشام بے اختیار بول اُٹھا کہ خدا کی قسم ہم نہ اپنے آباؤ اجداد پر عیب لگا سکتے ہیں نہ اپنی قوم میں عزت کو برباد کر سکتے۔

ایک دن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے سامنے بہت سی لوٹیاں پیش کی جا رہی تھیں اتفاقاً سے عباسی بن الولید بن عبد الملک بھی اس موقع پر موجود تھا، اور جب کوئی لوٹری سامنے سے گزرتی تھی تو کہتا تھا کہ اے امیر المؤمنین اس کو خود لے لیجئے، جب اس نے بار بار اس فقرے کا اعادہ کیا تو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے فرمایا کیا تم مجھے زمانا کی ترغیب دیتے ہو؟ عباسی وہاں سے اُٹھا اور شانداران کے چند افراد سے کہا کہ ایسے شخص کے دروازے پر کیوں بیٹھے ہو جو تمہارے آباؤ اجداد کو زانی کہتا ہے؟

ان اسباب کے تمام مروانی خاندان نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے ارادوں اور لڑائی جھگڑائی کو ناپائیدگی کے ساتھ دیکھا اور ان کو ختمات طریقوں سے ازما سے روکنا چاہا۔ عمر بن الولید بن عبد الملک نے ان کو ایک شہایت سخت خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

”تم نے گزشتہ خلفاء پر عیب لگایا ہے، اور ان کی اور ان کی اولاد کی دشمنی سے ان کے مخالف روش اختیار کی ہے، تم نے قریش کی دولت اور انکی میراث کو ظلم و غدر وان سے بیت المال میں داخل کر کے قطع رحم کیا ہے عبد العزیز کے بیٹے! خدا سے ڈرو اور اس کا خیال کرو کہ تم نے ظلم کیا ہے، تم نے مجس پر بیٹھنے کے ساتھ ہی اپنے خاندان کو ظلم و جور کے لئے مخصوص کر لیا، اس خدا کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی خصوصیات کے ساتھ مقرر کیا تم اپنی اس عکرمت میں جس کو تم مصیبت کہتے ہو خدا سے بہت دور ہو گئے، اپنی خواہشوں کو رد کو، اور یقین کرو کہ تم ایک جبار کے سامنے اور اس کے قبضہ میں ہو اور اس حالت پر چھوڑے نہیں جاسکتے۔“

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اگرچہ سراسر پاپا علم تھے، تاہم اس معاملہ میں انہوں نے کسی قسم کی نرمی اختیار نہیں کی اور اس کو نہایت سخت جواب لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے:-

”مجھے تمہارا خط ملا اور جیسا تم نے لکھا ہے میں ویسا ہی جواب دوں گا، تمہاری ابتدائی حالت یہ ہے کہ تمہاری ماں بیتا سے سکون کی لونڈی ہے جو حص کے بانٹاؤں میں ماری ماری پھرتی تھی اور شراب کی دکانوں میں جایا کرتی تھی، اسکو قریان نے مسلمانوں کے مال غنیمت سے خرید لیا اور تمہارا باپ کو ہدیہ دیا اسی سے تم پیدا ہوئے، تو کس قدر بُری ہے تیری ماں اور کس قدر بُرا ہے تجھے، اس کے بعد تم نشوونما پا کر ایک معاند اور ظالم ہوئے، تمہارا خیال ہے کہ میں ظالموں میں سے ہوں، میں نے تم کو اور تمہارے خاندان کو خدا کے مال سے جس میں اہل قرنی، مساکین، اور یتیموں کا حق ہے محروم کر دیا، لیکن مجھ

سے زیادہ ظالم اور مجھ سے زیادہ خدا کے عہد کو چھوڑ دینے والا وہ شخص ہے جس نے تم کو بچپن اور سقاہت کی حالت میں مسلمانوں کی ایک چھاؤنی کا افسر مقرر کیا، اور تم اپنی رائے کے موافق ان کے معاملات کا فیصلہ کرتے رہے، اسی تقریر کا بجز محبت پدری کے اور کوئی مقصد نہ تھا، پس پٹھان کا ہوتے ہوئے پر اور چٹکار ہو تیسرے باپ پر، قیامت کے دن تمہارے کس قدر مدعی ہوں گے اور تمہارا باپ اپنے مدعیوں سے کیونکر نجات پائے گا۔

مجھ سے زیادہ ظالم اور مجھ سے زیادہ خدا کے عہد کو چھوڑنے والا وہ شخص ہے جس نے حجاج کو عرب کے شمس پر مقرر کیا، جو حرام ٹون بہاتا تھا اور حرام مال لیتا تھا،

مجھ سے زیادہ ظالم اور مجھ سے زیادہ خدا کے عہد کو چھوڑنے والا وہ شخص ہے جس نے قرہ بن شریک جیسے اُجڑے بدو کو مصر کا عامل مقرر کیا جس نے راگ باجر، البو لوب اور شراب خوری کی اجازت دی،

مجھ سے زیادہ ظالم اور خدا کے عہد کو چھوڑنے والا وہ شخص ہے جس نے عرب کے شمس میں عالیہ بربرہ کا حصہ مقرر کیا،

اگر مجھے فرصت ہوتی تو میں تجھے کو اور تیرے خاندان کو روضہ راستہ پر لاتا، ہم نے مدقوں سے حق کو چھوڑ دیا، اگر تم فروخت کئے جاؤ اور تمہاری قیمت تیسویں مسکینوں اور بیواؤں پر تقسیم کی جائے تو کافی نہ ہوگی کیونکہ تم میں سب کا حق ہے، ہم پر سلام ہو، خدا کا سلام ظالموں کو نہیں پہنچتا۔“

ایک بار تمام خاندان نے ابن کی خدمت میں ہشام بن عبدالملک کو اپنا وکیل بنا کر

رواد کیا، ہشام نے اکر کہا کہ "اے امیر المؤمنین! میں آپ کی خدمت میں آپ کے تمام خاندان کی طرف سے قاصد بن کر آیا ہوں، اور ان کے دل کی بات کہتا ہوں، وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ اپنی زیر حکومت چیزوں سے متعلق اپنے طریقہ پر عمل کیجئے، بیسکن ان کے قدیم حقوق کو قائم رہنے دیجئے، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے فرمایا کہ "اگر تمہارے سامنے ایک معاملہ کے متعلق دو دستاویز پیش کئے جائیں جن میں ایک معاویہؓ کا لکھا ہوا ہو اور ایک عبد الملک کا، تو تم دونوں میں سے کس پر عمل کرو گے؟" ہشام نے کہا "جو مقدم ہوگا اس پر عمل کریں گے" اب حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے فرمایا "تو میں کتاب اللہ کو سب سے مقدم پاتا ہوں، اور میں اسی پر ہر اس شخص کو اور ہر اس چیز کو جو میرے زیر حکومت ہے یا میرے پہلے خلفاء کے زیر حکومت تھی چلانے کی کوشش کروں گا" اس پر سعید بن خالد بن عمر بن عثمان نے کہا کہ جو چیزیں آپ کے زیر فرمان ہیں ان پر حق و انصاف کے ساتھ حکومت کیجئے، لیکن گذشتہ خلفاء کی بُرائی یا اہلائی کو اپنے حال پر رہنے دیجئے، اور یہ آپ کے لئے کافی ہوگا

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے فرمایا کہ "اگر ایک شخص چند چھوٹے بڑے بچے چھوڑ کر مر جائے اور بڑے لڑکے چھوٹے بچوں کی دولت خود صرف کو ڈالیں اور چھوٹے بچے تمہارے سامنے ان کے طرز عمل کی شکایت کریں تو تم کیا کرو گے؟" خالد نے کہا "میں ان کے تمام حقوق واپس ولاؤں گا" حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے فرمایا میرے نزدیک بہت سے خلفاء اور ان کے اتباع نے لوگوں پر زبردستی کی اور جب میں خلیفہ ہوا تو لوگوں نے مجھ سے دائرہ سی چاہی اور میں نے اس کے سوا کوئی تدبیر نہیں دیکھی کہ قوی سے لے کر ضعیف کو واپس ولاؤں، "خالد اس مؤثر تقریر کو سن کر بول اٹھا

کہ خدا میرا مؤمنین کو توفیق دے۔“

ایک بار تمام خاندان کے لوگ اُن کے دروازے پر جمع ہوئے اور اُن کے صاحبزادے عبدالمک سے کہا کہ ”یا تو ہمیں باریابی کی اجازت دلو اور یا نفوسہ را پیغام امیر المؤمنین تک پہنچاؤ۔“ انھوں نے پیغام پہنچانے پر حامی بھری، تو سب نے کہا کہ اُن سے پہلے جو خلفاء تھے وہ ہم کو عطیہ دیتے تھے، اور ہمارا تلب کا لحاظ رکھتے تھے لیکن تمہارے باپ نے ہم کو بالکل محروم کر دیا، انھوں نے جا کر یہ پیغام سنایا تو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے فرمایا کہ ”جا کر کہہ دو کہ میرا باپ کہتا ہے کہ اگر میں اپنے خدا کی نافرمانی کروں تو قیامت کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔“

اُن سب نے آخری تدبیر یہ کی کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی بھوپھی کو ان کی خدمت میں بھیجا، وہ آئیں تو کہا کہ ”تمہارے قرابت دار شکایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم نے اُن سے غیر کی دی ہوئی روٹی چھین لی۔“ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ بولے کہ ”میں نے اُن کا کوئی حق نہیں رد کیا۔“ وہ بولیں کہ ”سب لوگ اس کے متعلق گفتگو کرتے ہیں اور مجھے خوف ہے کہ تمہارے خلاف بغاوت نہ کریں۔“ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے فرمایا کہ ”اگر میں قیامت کے سوا کسی دن سے ڈروں تو خدا مجھے اس کی برائیوں سے نہ بچائے۔“ اس کے بعد ایک اشرفی، گوشت کا ایک ٹکڑا اور ایک انگلیٹھی منگوائی، اور اشرفی کو آگ میں ڈال دیا، جب وہ خوب مٹرخ ہو گئی تو اس کو اٹھا کر گوشت کے ٹکڑے پر رکھ دیا جس سے وہ بھس گیا، اب بھوپھی کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ ”اپنے بھتیجے کے لئے اس قسم کے عذاب سے پناہ نہیں مانگتیں؟“

”دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ ”اے بھوپھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے لوگوں کو ایک نہر پھوپھو دیا، پھر ایک شخص (ابوبکرؓ) اس نہر کا مالک ہوا، جس نے اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں کیا، پھر ایک دوسرا شخص (عمرؓ) اس نہر کا مالک ہوا اور اس نے اس سے ایک بھونی مٹی نہر نکالی، اس کے بعد اور لوگوں نے اس سے متعدد نہریں نکالیں یہاں تک کہ اس میں ایک قطرہ پانی نہ رہا اور وہ بالکل خشک ہو گئی، خدا کی قسم اگر میں زندہ رہتا تو تمام نہروں کو پاٹ کر پہلی نہر کو جاری کر دوں گا۔

اگرچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ پر ان شور و شعلوں اور ان سفارشلوں کا کوئی اثر نہیں ہوا، تاہم انھوں نے مختلف اخلاقی طریقوں سے اپنے خاندان کی ناراضی کو کم کیا، ایک بارسلیمان بن عبدالملک کا صاحبزادہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اپنی جاگیر کی واپسی کا مطالبہ کیا اور آستین سے ایک تحریر نکالی جس کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے پڑھ کر کہا کہ یہ زمین کس کی تھی؟ اس نے کہا "حجاج کی" بولے "تو مسلمان اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں" اس نے کہا "اے امیر المومنین میری دستاویز کو واپس دیجیے۔" بولے کہ "اگر تم خود اس کو نہ لائے ہوتے تو میں اس کو تم سے نہ مانگتا، لیکن اب جب کہ تم خود اس کو لائے تو میں تم کو اجازت نہ دوں گا کہ بطریق باطل اس کے ذریعہ سے مطالبہ کرو" وہ یہ سن کر رو پڑا۔

ایک دن چند روانیوں کو اپنے یہاں روک رکھا اور باوچی سے کہہ دیا کہ کھانے میں جلدی نہ کرنا، دن چڑھ گیا تو یہ لوگ بھوک سے بے تاب ہو گئے، اور باوچی سے کھانے کا تقاضا کیا، اس نے ان کو سٹرا اور کھجوریں کھلائیں، جب وہ لوگ ان چیزوں کو پیٹ بھر کر کھا چکے تو باوچی کھانا لایا، لیکن ان لوگوں نے کھانے سے انکار کیا، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے بار بار اصرار کیا، لیکن ان لوگوں نے کہا کہ اب ہم کھا ہی نہیں سکتے

اب حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے کہا تو پھر آگ میں کیوں گھستے ہو یعنی جب اس قدر سادہ غذا انسان کے لئے کافی ہو سکتی ہے تو وہ پیٹ بھرنے کے لئے ناجائز ذریعہ معاش کیوں اختیار کرتا ہے، یہ کہہ کر خود رونے اور لوگوں کو بھی رلایا۔

۱۰۔ یہ تمام واقعات سیرۃ عمر بن عبد العزیزؓ کے بیسیوں باب میں مذکور ہیں بعض واقعات طبقات ابن سعد میں بھی ہیں۔



غزوات و فتوحات

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اگرچہ اسلام کی تاریخ میں بحیثیت ایک فاتح کے مشہور نہیں ہیں تاہم ان کا عہد حکومت فوجی ہنگامہ آرائیوں سے یا نکل خالی نہیں ہے ان کے زمانے میں جو لڑائیاں پیش آئیں ان کا سلسلہ ان کی خلافت کے ساتھ شروع ہوا وہ ان کی وفات تک قائم رہا، روم کو سلیمان بن عبد الملک کے زمانے میں جو فوج بھیجی گئی تھی وہ رسد کی کمی سے سخت مصیبت میں مبتلا تھی، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی اس فاقہ مست فوج کی طرف نہایت مستعدی کے ساتھ توجہ کی، پانچ سو عمدہ گھوڑے اور کافی غلہ روانہ کیا، اور تمام مسلمانوں کو فوجی اعانت کی طرف توجہ دلائی اور مسلمہ بن عبد الملک کو تمام فوج کے ساتھ واپس بلا لیا۔

اسی سال ترکوں نے آذربائیجان پر حملہ کیا اور بہت سے مسلمانوں کو قتل اور بہت سے مسلمانوں کو گرفتار کر لیا، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اس فتنے کے افساد کے لئے ابن حاتم ابن النعمان الباہلی کو روانہ کیا، انھوں نے جا کر ان کی جماعت کے اکثر

افراد کو تہ تیغ کر دیا، اور حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی خدمت میں پچاس آدمیوں کو قید کر کے روانہ کیا یہ

مغربی مہم یعنی آندلس وغیرہ کی طرف انہوں نے جو فوجیں روانہ کیں ان کے لئے نہایت کثرت سے ساز و سامان مہیا کئے، چنانچہ ایک افسر فوج کو لکھا کہ "جب مغربی مہم پیش آئے تو کسی شخص کو وہاں جاتے کی اس وقت تک اجازت نہ دو جب تک وہ جماعت ساز و سامان اور پیادہ و سوار سپاہیوں کی پشت پناہی سے قوت کا کافی سرمایہ فراہم نہ کر لے، تاکہ واپس آئیں تو سب صبح و سلامت واپس آئیں، اور ہلاک ہوں تو سب ہوں یہ

بہندوستان میں خلفائے بنو امیہ کی فوجی ہنگامہ آرائی حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے دور حکومت سے بہت پہلے شروع ہو گئی تھی، اور حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے بھی ان فتوحات کی حدود میں کسی قدر اضافہ کیا، چنانچہ عمر بن مسلم الباہلی نے جو بہندوستان میں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا عامل تھا، بہندوستان کے بعض حصوں پر فوج کشی کی، اور فتوحات حاصل کیں یہ

یہ وہ لڑائیاں ہیں جو غیر قوموں کے مقابلہ میں پیش آئیں لیکن تلبیع میں عراقی میں فرقہ حروریہ نے خروج کیا، چونکہ یہ مسلمانوں کا مقابلہ مسلمانوں کے ساتھ تھا اس لئے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو خبر ہوئی تو انہوں نے اپنے عامل یحییٰ بن عبد الحمید کو لکھا کہ جب تک یہ لوگ خوں ریزی اور فتنہ و فساد نہ کریں ان کے کسی قسم کا تعرض نہ کیا

۱۔ طبری ص ۱۳۶ ۲۔ طبقات ابن سعد، تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ص ۲۶۱

جائے۔ ایک مستقل مزاج اور دور اندیش آدمی کے ساتھ فحج بھیج دی جلدی اوردیر ایک حکم سنا
 دیا جائے۔ عقیدہ الحمید نے محمد بن جریر بن عبد اللہ البکلی کو دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ حضرت عمر
 بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا حکم سنا کر روانہ کر دیا، اس کے ساتھ خود حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ
 بسطام کو جو خوارج کا سردار تھا، ایک خط لکھا جس میں اس کو ان الفاظ میں عوت اصلاح
 دی اور اس کے خروج کا سبب پوچھا۔

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے خدا اور خدا کے رسول کی حمایت میں خروج کیا
 ہے لیکن تم کو اس کا مجھ سے زیادہ حق نہیں ہے، اؤ ہم اور تم باہم مناظرہ کریں
 اگر ہم حق پر ہوں تو تم تمام لوگوں کی طرح حلقہ اطاعت میں داخل ہو جاؤ اور
 اگر تم حق پر ہو تو ہم اپنے معاملہ پر غور کریں گے۔“

بسطام نے اس خط کے جواب میں لکھا کہ ”آپ نے جو کچھ کیا اقتضائے انصاف یہی
 تھا، میں آپ کی خدمت میں دو شخص بھیجتا ہوں جو آپ سے مناظرہ کریں گے، چنانچہ
 دو دنوں شخص آئے اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ نے اپنے بعد
 میرے دو کو کیوں خلیفہ مقرر کیا؟ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ”اس کو دوسرے
 کے خلیفہ بنایا ہے“ اُس نے کہا کہ ”اگر کسی دوسرے کا مال آپ کی ولایت میں آئے
 اور آپ اس کو ایک غیر متدین شخص کے حوالے کر دیں تو کیا آپ نے حق امانت ادا
 کیا؟ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب کے لئے تین دن کی مہلت مانگی
 ورنہ دونوں اُن کے پاس سے چلے گئے۔“

بلقیات ابن سعد میں عون بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ ”مجھ کو

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے خوارج کے مقابلہ کے لئے بھیجا، میں نے اُن سے پوچھا کہ عمر بن عبد العزیزؓ پر تمھارا کیا اعتراض ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم کو ان پر صرف یہ اعتراض ہے کہ وہ اپنے خاندان کے گذشتہ خلفاء پر لعنت نہیں بھیجتے، اور یہ انکی کمزوری ہے۔

سیرۃ عمر بن عبد العزیزؓ میں اس کی تفصیل اس طرح لکھی ہے کہ نجی غسانی نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو اطلاع دی کہ متصل کے اطراف میں حروریہ فرقہ کے چند لوگ جمع ہوئے ہیں، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ان کو لکھا کہ ان میں سے چند منظر ڈاک کی سوار پر بھیج دیئے جائیں، انھوں نے اس قسم کے چند اشخاص بھیجے، اور لوگوں نے آکر کہا کہ ”جب تک آپ اپنے خاندان والوں کی تکفیر نہ کریں، ان پر لعنت نہ بھیجیں، اُن سے بدتری نہ کریں ہم آپ کی اطاعت نہیں کر سکتے۔“ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے فرمایا کہ خدا نے مجھ کو لعنت بھیجنے کے لئے نہیں پیدا کیا، البتہ اگر تم زندہ رہے تو میں تم کو اور اپنے خاندان کو راہِ راست پر لاؤں گا، لیکن جب انھوں نے اس کو تسلیم نہیں کیا تو عمر بن عبد العزیزؓ نے فرمایا تمھارے مذہب میں کچھ کے سوا کسی اور چیز کی گنجائش نہیں ہے، بتاؤ تم نے کیا یہ مذہب اختیار کیا ہے، انھوں نے سالوں کی تعداد بتائی، بولے تو کیا تم نے فرعون پر لعنت بھیجی اور اس سے تبریٰ کی؟ انھوں نے کہا نہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے کہا تو تم نے اس کو کیونکر چھوڑ دیا؟ میرے خاندان میں تو میرے پہلے قبرم کے بُرے بھلے لوگ تھے تو کیا اُن سے میرے لئے چشم پوشی کرنا جائز نہ تھا، اس بحث و مباحثہ کے بعد ان کو ایک خط لکھا جس میں ان الفاظ میں دعوتِ اصلاح دی۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

ادع الی سبیل ربک بالْحِکْمۃِ اپنے خدا کے راستہ کی طرف لوگوں کو

والبوعظلة الحنة و جاد نهم
حکمت اور عظمت حسد کے ساتھ دعوت
بالتی ہی احسن۔
دو اور ان سے بہتر طریقے سے مباحثہ کرو۔

اور میں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں کہ تم اپنے امن بزرگوں کے سے کام کرو جو اپنے
ملکوں سے شیخیاں مارتے ہوئے اور لوگوں کے سامنے اپنی نمائش کرتے ہوئے نکلے، وہ
لوگ خدا کی راہ سے روکتے تھے، اور چونکہ وہ لوگ کرتے تھے خدا ان پر حاوی تھا، کیا تم میرے
گناہ کی وجہ سے اپنے دین سے نکل رہے ہو، خونریزی کرتے ہو اور محرمات کی شک کرتے
ہو؟ اگر ابو بکرؓ اور عمرؓ کے گناہ ان کی رعایا کو ان کے دین سے خروج کرنے پر آمادہ کرتے
تو ان کے بھی گناہ تھے، لیکن تمہارے آبا و اجداد ان کی جماعت میں تھے اور وہ اس سے
نہیں نکلے، پھر تم جو چالیس پچاس آدمی ہو کیوں مسلمانوں کے مقابل میں خروج کرتے ہو؟
میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم لوگ میری اولاد نہ ہوتے اور میں جس امر کی طرف دعوت دیتا ہوں
اس سے روگردانی کرتے تو میں تعالیٰ کو جہالتہ تھا راخون بہاتا، یہ میری نصیحت ہے
اگر اس پر بھی تم نے ظلم کیا تو نصیحت کرنے والوں پر ہمیشہ ظلم کیا گیا ہے۔

اس کے ساتھ اپنے عامل کو لکھا کہ "اگر وہ کسی ذمی یا مسلمان سے تعرض کئے بغیر
ممالک محروسہ میں پھرتے رہیں تو ان کو اختیار ہے کہ جہاں چاہیں جائیں، لیکن اگر انھوں
نے کسی ذمی یا مسلمان کے جان و مال سے تعرض کیا تو ان کے معاملہ کا فیصلہ خدا سے
چاہئے، لیکن خوارج پر اس بحث و مباحثہ کا اور غلط و پند کا کچھ اثر نہ ہوا، انھوں نے لوگوں
کے مال و دولت پر دستِ تجاوز دراز کیا، اور ڈاکے ڈالے، اب حضرت عمر بن عبد العزیزؓ
نے حسب ذیل پابندیوں کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت دی۔

- ۱، غور، پیچھے قیدی قتل نہ کئے جائیں اور بھاگنے والوں اور زخمیوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔
- ۲، فتح کے بعد جو مال غنیمت لٹھ آئے، وہ ان کے اہل و عیال کو واپس دیدیا جائے۔
- ۳، قیدی اس وقت تک متعبد رکھے جائیں جب تک وہ راہِ راست پر نہ آجائیں۔
- ان پابندیوں کے ساتھ قید الحمید نے اُن پر حملہ کیا، اور سوتے اتفاق سے شکست کھائی حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو شکست کا حال معلوم ہوا تو مسلمہ بن عبد الملک کی سپہ سالاری میں اہل شام کی ایک قوج مرتب کر کے بھیجی اور مسلمہ نے چند ہی دنوں میں اُن پر غلبہ حاصل کر لیا۔
- حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے کارنامہ نائے جنگ میں بحری لڑائیوں کا مطلق پتہ نہیں چلتا، بلکہ ذوقانیؓ میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ سے بحری لڑائیوں کا جو سلسلہ شروع ہو کر برابر قائم رہا اس کو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے بالکل روک دیا، لیکن علامہ بن عبد البر نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے بحری تجارت کی روک ٹوک کی تھی، جہاد اور حج کے لئے وہ اس کی ضمانتیں کر سکتے تھے، بہر حال حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا بحری کارنامہ صرف یہ ہے کہ جب آدمیوں نے شام میں لاذقیہ کے ساحل پر حملہ کر کے شہر کو برباد کر دیا اور باشندوں کو گرفتار کر کے لے گئے تو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے شہر کی آبادی اور ساحل کی قلعہ بندی کا حکم دیا اور قیدیوں کی رہائی کے لئے ذریعہ بھیجا لیکن شام میں اُن کا انتقال ہو گیا، اور یزید بن عبد الملک نے اس کام کو پورا کیا لیکن دوسری روایت میں ہے کہ شہر کی تعمیر اور قلعہ بندی کا کام خود حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ہی کے عہد میں مکمل ہو گیا تھا۔

۱۔ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۸، ۲۔ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز ص ۲۶۲

۳۔ ذوقانی شرح موطا جلد ۷ ص ۲۲۲ ۴۔ فتوح البلدان ص ۱۳۹

عمال کی معزولی

بنو امیہ کی جابراد حکومت کا اثر صرف انہی تک محدود نہ تھا، بلکہ ان سے زیادہ ان کے عمال رعایا کی خون آشامی کے خوگر ہو گئے تھے، اس لئے جب تک اس قسم کے عمال کو عبرت انگیز طریقے سے معزول نہ کیا جاتا تو وہ نظام سلطنت قائم نہ ہو سکتا جس کا سنگ بنیاد حضرت عمر بن عبدالعزیز عدل و انصاف کی سطح پر رکھنا چاہتے تھے، اس لئے انھوں نے اموال مفسدہ کی واپسی کے بعد اس قسم کے اجراء کو اس عاوانہ نظام حکومت کی ترکیب سے الگ کرنا چاہا اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے یزید بن مہلب کو معزول کیا۔ یزید بن مہلب کو حضرت عمر بن عبدالعزیز ابتدا ہی سے ناپسند فرماتے تھے، اور یزید بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ریاکار خیال کرتا تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز غلیظہ ہوئے تو انھوں نے مسئلہ میں اس کو لکھا کہ "تم کسی کو اپنی گورنری پر مامور کر کے چلے آؤ، یہ میرا حکم کے مطابق اپنے لڑکے قتلہ کو اپنا قائم مقام کر کے مع کل ساز و سامان کے خراسان لے لے یعقوبی میں ہے کہ وہ کل ساز و سامان لے کر واپس آیا تھا کہ اس کو خراسان وادی پر اطمینان تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود اہل خراسان اس سے برگشتہ تھے۔

- ۱، غور، بچہ قیدی قتل نہ کئے جائیں اور بچا گئے والوں اور زخمیوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔
 - ۲، فتح کے بعد جو مال غنیمت ہاتھ آئے، وہ ان کے اہل و عیال کو واپس دیدیا جائے۔
 - ۳، قیدی اس وقت تک مقید رکھے جائیں جب تک وہ راہِ راست پر نہ آجائیں۔
- ان پابندیوں کے ساتھ قید الحید نے اُن پر حملہ کیا، اور سوائے اتفاق سے شکست کھائی حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو شکست کا حال معلوم ہوا تو مسلمہ بن عبد الملک کی سپہ سالاری میں اہل شام کی ایک فوج مرتب کر کے بھیجی اور مسلمہ نے چند ہی روز میں اُن پر غلبہ حاصل کر لیا۔
- حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے کاہنہ ماہانے جنگ میں بحری لڑائیوں کا مطلق پتہ نہیں چلتا، بلکہ زرقانیؒ میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ سے بحری لڑائیوں کا جو سلسلہ شروع ہو کر برابر قائم رہا اس کو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے بالکل رد کر دیا، لیکن علامہ ابن عبد البرؒ نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے بحری تجارت کی روک ٹوک کی تھی، جہاں اور جہ کے لئے وہ اس کی ممانعت نہیں کر سکتے تھے، بہر حال حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا بحری کاہنہ صرف یہ ہے کہ جب آدمیوں نے مسلمہ میں لازمیہ کے سال پر حملہ کر کے شہر کو برباد کر دیا اور باشندوں کو گرفتار کر کے لے گئے تو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے شہر کی آبادی اور ساحل کی قلعہ بندی کا حکم دیا اور قیدیوں کی رہائی کے لئے قیدی بھی لیکن مسلمہ میں اُن کا انتقال ہو گیا، اور یزید بن عبد الملک نے اس کام کو پورا کیا لیکن دوسری روایت میں ہے کہ شہر کی تعمیر اور قلعہ بندی کا کام خود حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ہی کیا، عبد میں مکمل ہو گیا تھا۔

۱۔ سیرت عمر بن عبد العزیزؓ ص ۸، ۲۔ طبقات ابن سعدؒ کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ص ۲۶۳

۳۔ زرقانی شرح ص ۲۲۱ ۴۔ مستدرک البلدان ص ۱۳۹

عمال کی معزولی

بنو امیہ کی جاہلہ حکومت کا اثر صرف اتنی تک محدود نہ تھا، بلکہ ان سے زیادہ ان کے عمال رعایا کی خون آشامی کے خوگر ہو گئے تھے، اس لئے جب تک اس قسم کے عمال کو عبرت انگیز طریقے سے معزول نہ کیا جاتا تو وہ نظام سلطنت قائم نہ ہو سکتا جس کا سنگ بنیاد حضرت عمر بن عبدالعزیز عدل و انصاف کی سطح پر رکھنا چاہتے تھے، اس لئے انھوں نے اموال مفسدہ کی واپسی کے بعد اس قسم کے اجراء کو اس عاودانہ نظام حکومت کی ترکیب سے الگ کرنا چاہا اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے یزید بن مہلب کو معزول کیا۔ یزید بن مہلب کو حضرت عمر بن عبدالعزیز ابتدا ہی سے ناپسند فرماتے تھے، اور یزید بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ریاکار خیال کرتا تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز غلیظہ ہوئے تو انھوں نے مسئلہ میں اس کو لکھا کہ "تم کسی کو اپنی گورنری پر مامور کر کے چلے آؤ۔ یہ تمہارا حکم کے مطابق اپنے لڑکے قتل کو اپنا قائم مقام کر کے مع کل ساز و سامان کے خراسان لے لے یعقوبی میں ہے کہ وہ کل ساز و سامان لے کر وادہ ہوا تھا کہ اس کو خراسان وادی پر اطمینان دے گا اس سبب سے کہ خود اہل خراسان اس سے برگشتہ تھے۔

سے قاسط آیا اور واسطے کشتی میں سوار ہر کہ بصرہ کی طرف روانہ ہوا حضرت عمر بن عبد العزیز نے عدی بن ارطاة کے نام اس کی گرفتاری کا فرمان پہلے ہی بھیج دیا، چنانچہ عدی نے موسیٰ بن الوحیۃ الحمیری کو اس کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا، اور اس نے نہر معقل میں بصرہ کے پُل کے پاس اس کو گرفتار کیا، اور وہاں سے عدی نے اس کو پابرجا پھر دار الخلافت کی طرف روانہ کیا، نیز یہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ مجھے سلیمان بن عبد الملک کے نام تھا را ایک خط ملا ہے جس میں تم نے لکھا ہے کہ وہ کوڑی رقم جمع ہوتی ہے، اب وہ رقم کہاں ہے؟ اس نے پہلے تو انکار کیا، لیکن پھر کہا کہ "مجھے اجازت دیجئے کہ میں لوگوں سے لے کر یہ رقم واپس کر دوں" حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے فرمایا کہ ایک بار تو لے چکے، اب پھر دوبارہ انہی سے لینا چاہتے ہو؟ یہ یعقوبی کی روایت ہے، لیکن تاریخ طبری میں ہے کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اس سے رقم کا مطالبہ کیا تو اس نے کہا کہ "سلیمان کے دربار میں مجھے جو درجہ حاصل تھا، آپ کو معلوم ہے میں نے سلیمان کو اس رقم کی اطلاع اس غرض سے دی تھی کہ لوگوں کو اس کا حال معلوم ہو جائے، کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ سلیمان مجھ سے اس کا مطالبہ نہ کریگا" لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے فرمایا کہ "خدا سے ڈرو اور اپنی امانت ادا کرو، یہ مسلمانوں کے حقوق ہیں اور میں ان کو فرو گذاشت نہیں کر سکتا" یہ کہہ کر اس کو قید خانہ میں بھیج دیا، اور جراح بن عبد اللہ الحکمسی کو خراسان کا گورنر مقرر کر کے روانہ کیا۔

تاریخ یعقوبی میں ہے کہ جب جراح کو خراسان کا گورنر مقرر کر کے روانہ کیا تو یہ حکم دیا کہ تملکہ کو پابند سلاسل دیکھن اس طرح کہ بیڑیاں نماز کے ادا کرنے میں خلل انداز نہ ہوں

کہ کے دربار خلافت میں روانہ کرو تہجراہ نے اس کو نہایت عزت کے ساتھ گرفتار کر کے روانہ کیا، وہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سر پر سفید ٹوپی تھی، اور دامن زمین یا گھٹنوں سے اونچے تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ ہم تک جو خبریں پہنچی ہیں تمہاری وضع اس کے خلاف نظر آتی ہے؟ تھلہ نے کہا ”ہم تو خلفاء کے مقلد ہیں، اگر تمہارے دامن دراز ہوں گے تو ہم بھی امن لٹکائیں گے، اگر تم دامن کو اونچا رکھو گے تو ہم بھی اس کو اونچا رکھیں گے۔“

لیکن تاریخ طبری میں ہے کہ جب تہجراہ خراسان پہنچے تو تھلہ وہاں سے روانہ ہوا، اور جس ضلع سے گذرا وہاں کے لوگوں کو نہایت فیاضی کے ساتھ روپے دیئے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حمد و ثناء کے بعد عرض کی، خدائے پاکو غلیظہ نیا کہ تمام اُمت پر احسان کیا، صرف ہم لوگ آپ کی وجہ سے مبتلائے مصیبت ہوئے، ہم کو آپ کی خلافت میں گرفتار مصائب نہ ہونا چاہیے، آپ نے اس بڑے بڑیدار کو کیوں قید کیا ہے، اس پر جو مطالبہ عائد ہوتا ہے میں ادا کرتا ہوں، آپ مجھ سے مصالحت کیجئے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا کہ جب تک تم کل مطالبہ ادا نہ کرو گے صلح نہیں ہو سکتی، اس نے کہا ”اگر آپ کے پاس شہادت ہو تو اس کے مطابق عمل فرمائیے، اور اگر شہادت نہ ہو تو بڑیدار کو سچا مانئے، ورنہ اس سے حلف لیجئے، اگر وہ حلف لینے سے انکار کرے تو اس سے صلح کیجئے۔“ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا میں کل رقم لینے کے سوا کوئی سود نہیں پاتا، اس گفتگو کے بعد تھلہ واپس آیا، اور چند ہی دنوں کے بعد مر گیا، اب بڑیدار نے اس رقم میں سے ایک حبتہ کے اوکٹنے سے بھی انکار کیا، اس لئے حضرت عمر بن

عبد العزیز نے اُس کو اُون کا ایک جتہ پہنا کر اونٹ پر سوار کرایا، اور وہ ملک کی طرف
 جلا وطن کر دیا، تیزید جب اس حالت میں لوگوں کے سامنے سے گزرا تو بولا، کیا
 کوئی میرا قبیلہ نہیں ہے؟ مجھے کیوں وہ ملک کی طرف جلا وطن کیا جا رہا ہے؟ وہاں تو
 فاسق، غارتگر اور مشتبہ لوگ بھیجے جاتے ہیں، سبحان اللہ! کیا کوئی میرا قبیلہ نہیں ہے؟
 تیزید کی قوم پران محرقانہ الفاظ کا اثر پڑا، اور وہ نہایت برہم ہوئی، سلام بن نعیم الخولانی کو
 اس کا حال معلوم ہوا، تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ تیزید کی قوم
 سخت برہم ہے، اگر آپ نے تیزید کو روانہ کیا تو وہ اس کو راستہ ہی میں پھینکے گی، اس لئے
 حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ نے اس کو قید خانہ میں واپس بلایا، اور وہ ان کے فرض اور
 کے زمانہ تک قید رہا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ مرض الموت میں بیمار ہوئے، تو تیزید بن مہلب کو ایک
 اور خواب پریشان نظر آیا، تیزید نے آل ابی عقیل پر جو تیزید بن عبد الملک کے رشتہ دار تھے
 منظم کئے تھے جس کی پاداش میں تیزید بن عبد الملک نے قسم کھائی تھی کہ اگر موقع ملے تو
 تیزید کے چمڑے کو کاٹ کر جو تے کا تلاء بنا ڈال گا، اب تیزید کو نظر آیا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ
 کے بعد وہی خلیفہ ہوگا، اور اس کو اپنی قسم کے پورا کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آنے لگ
 اس لئے اُس نے قید خانہ سے بھاگنے کی تدبیر کی، اور اپنے غلاموں یا چچا زاد بھائیوں
 (موالی) کو کہلا بھیجا کہ اس مقصد کے لئے سواریاں تیار رکھیں، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ
 زیادہ بیمار ہوئے تو اس نے اونٹ طلب کئے اور قید خانہ سے نکل بھاگا، اجتماع کیلئے
 ایک مقام پہلے سے متعین کر لیا تھا، تیزید وہاں پہنچا تو اُن لوگوں سے طاقات نہیں ہوئی اس لئے

اُس کے رفقاء سخت پریشان ہوئے، یزید نے اُن کی پریشانی دیکھی تو کہا "کیا میں پھر قید خانہ میں واپس جاؤں! خدا کی قسم میں ایسا نہیں کر سکتا" چنانچہ وہاں سے پھر اپنی بی بی کو ساتھ سوار کر کے روانہ ہوا، اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو ایک خط لکھا کہ "اگر آپ کی زندگی کا یقین ہو تا تو خدا کی قسم نہ بھاگتا۔ لیکن مجھے یزید بن عبدالملک پر اعتماد نہ تھا" حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے خط پڑھا تو بولے کہ خدایا اگر یزید اس امت کے ساتھ بڑائی کرنا چاہتا ہے تو اُس کو اس کے شر سے بچا، اور اس کے قریب کو اس کی طرف لوٹا دے، یزیدؓ مہلب بھاگتا ہوا حدیث قرقاق میں پہنچا، جہاں ہذیل بن زفر قبیلہ قیس کی ایک جماعت کے ساتھ موجود تھا، ان لوگوں نے یزید کا تعاقب کیا اور اس کا کچھ اسباب لوٹ لیا اور چند غلام گرفتار کر لئے۔

یزید کے بعد تیراج ایک سال پانچ ماہ تک خراسان کا گورنر رہا لیکن اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس کو بھی معزول کر دیا، جس کا مسبب یہ ہوا کہ یزید بن مہلب نے اپنے زمانہ گورنری میں جہم بن زحرہؓ جہان کا والی مقرر کیا تھا، لیکن جب یزید گرفتار ہوا تو عراق کے عامل نے جہم کی جگہ ایک دوسرے شخص کو وہاں کا عامل مقرر کر کے بھیجا، جب وہ وہاں پہنچا تو جہم نے اس کو مع رفقاء کے قید کر لیا اور خود چچاس آدمیوں کے ساتھ خراسان روانہ ہوا، تیراج سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ اگر تو میرا چچا زاد بھائی نہ ہوتا تو میں تیری اس حرکت کو گوارا نہ کرتا جہم نے کہا "اگر یہ قرابت نہ ہوتی تو میں تمہارے پاس نہ آتا" اب تیراج نے اس کو اس گناہ کے کفارہ کے لئے ایک لڑائی میں بھیج دیا، جہاں سے وہ کامیاب آیا، تیراج نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو اس کامیابی کی اطلاع دی، اور تین شخصوں کا وفد بنا کر بھیجا جن میں دو عرب اور ایک مولیٰ

تھا، وفد دربار خلافت میں حاضر ہوا، تو دونوں عرب نے گفتگو کی، اور مولیٰ خاموش رہا، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اس سے کہا کہ تم بھی تو فدیں ہو، آخر کیوں نہیں بولتے؟ اب اس نے موقع پا کر کہا کہ یا امیر المومنین ۲۰ ہزار مولیٰ جہاد کرتے ہیں اور ان کو وظیفہ نہیں ملتا، اور اسی قدر ذمی مسلمان ہو گئے ہیں، اور اب تک ان سے خراج لیا جاتا ہے ہمارا امیر ظالم اور متعصب ہے، تیرے پھرٹے ہو کہ کہتا ہے کہ میں مہربان ہو کر آیا تھا اور اب میں عصبی ہوں، میری قوم کا ایک آدمی دوسری قوم کے سیکڑوں آدمیوں سے زیادہ مجھ کو محبوب ہے، اس کے ظلم کی انتہا یہ ہے کہ اس کے کرتے کی آستین اس کے نصف کرنا تک پہنچتی ہے، اب تک حجاج کی ایک تلوار ہے اور ظلم و عدوان پر عمل کرتا ہے، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ”وفدیں ایسے ہی شخص کو انا چاہیے“ اور جراح کو اسی وقت لکھا کہ ”جو لوگ قبلہ رخ نماز پڑھتے ہیں ان کا جزیہ معاف کر دو“

اس حکم کا اعلان ہوا تو اس کثرت سے لوگ اسلام لانے کے لوگوں نے جراح سے کہا کہ ”لوگ صرف جزیہ کی ناکواری سے اسلام لارہے ہیں ان کی خفتہ کرو تو آزمائش ہو سکے گی“ جراح نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو اس کی اطلاع دی تو انہوں نے لکھا کہ ”خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو داعی بنا کر بھیجا تھا نہ کہ خاقان“ اس کے بعد لوگوں سے کہا کہ ”ایک ایسے شخص کا نام بتاؤ جس سے میں خراسان کے حالات دریافت کروں لوگوں نے ابو جہلہ کا نام بتایا، اب حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے جراح کو لکھا کہ ابو جہلہ کو ساتھ لے کر فوراً چلے آؤ، جراح عبد الرحمن بن نعیم غامدی کو صیغہ جنگ کا اور عبد اللہ بن حبیب کو صیغہ خراج کا اقرہ مقرر کر کے رمضان سنہ ۱۱۷ میں روانہ ہوا، دربار خلافت میں حاضر ہوا تو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے پوچھا کہ وہاں سے کب روانہ ہوئے؟ بولا ”رمضان میں“ فرمایا

کہ جس نے تم کو ظالم کہا بالکل سچ کہا، رمضان گذر کر کیوں نہیں آئے؟ جراح روانہ ہوا
تھا تربیت المال سے ۲۰ ہزار کی رقم بطور قرض لے لی تھی، اس لئے اُس نے حضرت عمر بن
عبدالعزیزؓ سے درخواست کی، کہ اُس کو ادا فرما دیجئے، بولے "اگر رمضان کے بعد آتے
تو میں ادا کر دیتا" آخر کار اس کی قوم کے لوگوں نے اپنے وظائف سے یہ رقم ادا کر دی۔

اس شکایت کے علاوہ جراح کے ظلم و عدوان کے ثبوت میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ
کے نزدیک اور قرائن بھی جمع ہو گئے، جراح جب اول اول خراسان میں آیا تھا تو اس نے
حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خدمت میں لکھا تھا کہ "یہاں کچھ لوگ ہیں جو فتنہ و فساد
کے حقوق اللہ کو روکنا چاہتے ہیں، ان کو اس تلوار اور کوڑے کے سوا کوئی چیز نہیں مل
سکتی، لیکن آپ کی اجازت کے بغیر میں اس کی حیرات نہیں کر سکتا" اس کے جواب میں
حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے لکھا کہ "تم ان سے زیادہ فتنہ و فساد پھیلانا چاہتے ہو، کسی
مسلمان یا ذمی کو بغیر استحقاق کے ایک کوڑا بھی نہ مارو۔"

ان اسباب سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے جراح کو خراسان کی گورنری سے
معزول کر دیا، اور عبدالرحمن بن نعیم کو صیغہ جنگ اور عبدالرحمن قشیری کو صیغہ خراج کا
السر مقرر کیا۔

وفات

اوپر لکھ چکا ہے کہ نبو امیہ نے غاصبانہ طور پر مسلمانوں کی جو جائیدادیں اپنے قبضہ میں کر لی تھیں، ان کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے سریراً آراءے خلافت ہونے کے ساتھ ہی نہایت سختی کے ساتھ واپس کر دیا، جس نے ان کے تمام خاندان میں عام برائی پھیلادی لیکن یہ ناراضی صرف زبان و قلم تک محدود نہیں رہی، بلکہ اس نے ایک خطرناک سازش کی صورت اختیار کر لی، اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات اسی سازش کا نتیجہ ہے۔

ابتداءً میں مرض میں عام خیال تھا کہ ان پر جاؤ کیا گیا ہے، لیکن خود حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اصلی راز معلوم ہو گیا تھا، چنانچہ انھوں نے ایک بار مجاہد سے پوچھا کہ میری نسبت لوگوں کا خیال ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ”لوگ آپ کو مسحور سمجھتے ہیں“ ”لوے میں مسحور نہیں ہوں، مجھے وہ وقت یاد ہے جس میں مجھے زہر دیا گیا ہے“ اس کے بعد ایک غلام کو بلا کر پوچھا کہ تم مجھے زہر دینے پر کیوں آمادہ ہوئے؟ اس نے کہا ”مجھے ہزاروں ناپاؤں دے کر آزاد کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا“ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے وہ دنیا دار مشکوٰۃ کو بیت المال میں داخل کرادیئے، اور اس سے کہہ دیا کہ ”تم ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں تم کو کوئی نہ دیکھ سکے،“ طبیب آیا تو اس نے بھی یہی تجویز کی اور علاج کی طرف توجہ دلائی

لیکن انھوں نے علاج کرنے سے انکار کر دیا۔

۲۰ دن تک بیمار رہے اور ۲۵ رجب سنہ ۶۰۹ھ روز چار شنبہ کو ۴۹ سال کی عمر میں مقام دیر سمان انتقال کیا، اور وہیں دفن کئے گئے۔

اُن کی وفات کے واقعات نہایت مؤثر ہیں، اُن کی بی بی فاطمہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں نے اُن سے کہا کہ ”میں آپ کے یہاں سے چلی جاؤں، آپ سوئے نہیں ہیں، شاید آپ کو زندہ آجائے، یہ کہہ کر میں دوسرے کمرے میں چلی گئی، وہاں میں نے سنا کہ بار بار اس آیت کی تلاوت کر رہے ہیں۔

ثَلَاثُ الدَّادِ الْخُرَّةِ تَجَالُصًا	یہ آخرت کا گھر ہے ہم ان لوگوں کے لئے بنائے
لِلَّذِينَ لَا يَرِيدُونَ عُلَاقًا	میں جو زمین میں نہ تعلق چاہتے ہیں نہ قبیلہ
الادْحَى وَلَا هَسَادًا وَلَا عَاقِبَةً	کرتے ہیں اور عاقبت صرف پر میرے گاروں
لِلْمُتَّقِينَ۔	کے لئے ہیں۔

اس کے بعد گردن جھکالی، اور ویسٹک جیسے کسی قسم کی حرکت محسوس نہیں ہوئی۔ جو عوام تیمار داری کرتا تھا میں نے اس سے کہا جاکر دیکھ تو سہی، اُس نے جاکر دیکھا تو زور سے چلایا میں نے جاکر دیکھا تو اُن کو مردہ پایا، رُخ قبلہ کی طرف تھا، ایک ہاتھ منہ پر اور دوسرا آنکھوں پر رکھے ہوئے تھے، دوسری روایت میں ہے کہ جب نزع کا وقت آیا تو انھوں نے کہا کہ ”سب نکل جائیں، اور میرے پاس کوئی نہ رہنے پائے“ سب نکل آئے اور دروازہ پر سلسلہ بن عید الفک اور اُن کی بی بی فاطمہ بیٹھی رہیں، اُن لوگوں کے کان میں یہ آواز آئی

”سیرۃ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ ۲/۲۷۷ بعض روایتوں میں تاریخ وفات ۲۰ رجب اور ۲۳ رجب
 طعن کی گئی ہے اور بعض روایتوں میں تاریخ وفات ۲۳ رجب ہے۔“

”میں تم کو یہ لکھتا ہوں اور میں مرض سے لاغر ہو رہا ہوں، تم کو معلوم ہے کہ اور خلافت کے متعلق مجھ سے سوال کیا جائے گا اور خدا مجھ سے اس کا حساب لے گا اور میں اس سے اپنا کوئی کام نہ چھپا سکوں گا، خدا خود کہتا ہے،
لَنَنْقُصَنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمِهِ وَمَا كُنَّا بِمِمْ أُنْ كُوْلَمُ مِّنْ قَهْرٍ شَاتِي مِّنْ اُوْرِمِ
خَاتِي مِّنْ غَيْرِ حَاضِرٍ تَقِي۔

اگر خدا مجھ سے راضی ہو گیا تو میں کامیاب ہوا، اور ایک طویل عذاب سے نجات پائی، اور مجھ سے ناراض ہو تو افسوس ہے میرے انجام پر میں اس خدا سے جس کے سوا کوئی خدا نہیں، دعا کرتا ہوں کہ مجھے اپنی رحمت سے آگ سے نجات دے اور اپنی رضا مندی سے رحمت عطا کرے، تم کو تقویٰ اُضیا کرنا چاہیے، اور رعایا کا خیال رکھنا چاہیے، کیونکہ میرے بعد تم صرف تھوڑے دنوں زندہ رہو گے، تم کو اس سے بہت احتراز کرنا چاہیے کہ تم سے غفلت میں مغریش ہو، اور تم اس کی کوئی تلافی نہ کر سکو۔

سلیمان بن عبد الملک خدا کا ایک بندہ تھا، خدا نے اس کو وقایہ اور اس نے مجھ کو خلیفہ بنایا، اور میرے لئے خود محبت لی، اور میرے بعد تم کو ولیعہد مقرر کیا، میں جس حالت میں تھا اگر وہ اس لئے ہوتی کہ میں بہت سی بیبیوں کا انتخاب کروں اور مال و دولت جمع کروں تو خدا نے مجھ کو اس سے بہتر سلمان دیئے تھے جو کسی بندہ کو دے سکتا تھا، لیکن میں سخت حساب اور نازک سوال سے ڈرتا ہوں، بجز اس کے جس پر خدا میری مدد کرے۔

اہل و عیال کی نسبت مسلمہ نے کہا کہ ”اے امیر المومنین آپ نے اپنی اولاد کا منہ بند کر دیا۔
 اس مال سے خشک رکھا، اس لئے آپ اُن کو ایسی حالت میں چھوڑے جاتے ہیں کہ
 اُن کے پاس کچھ نہیں ہے، کاش مجھے یا اپنے خاندان کے کسی اور شخص کو اُن کے متعلق
 کچھ وصیت کر جاتے“ بولے ”مجھے ٹیک لگا کر بیٹھاؤ“ پھر فرمایا کہ ”تمہارا یہ کہنا کہ میں نے
 اُن کے منہ کو بند کر دیا اس مال سے خشک رکھا، تو خدا کی قسم میں نے اُن کا حق کبھی تلف
 نہیں کیا، اور جس چیز میں اُن کا حق نہیں تھا وہ ان کو کبھی نہیں دی، تمہارا یہ کہنا کہ میں
 تمہیں یا خاندان کے کسی شخص کو اُن کے متعلق وصیت کر جاؤں تو اُن کے مواظیب میرا
 وحی اور میرا ولی صرف خدا ہے، اور وہی صلی کا ولی ہوتا ہے، میرے لڑکے اگر خدا سے
 ڈریں گے تو خدا اُن کے لئے کوئی صورت نکال دے گا اور اگر وہ مبتلائے گناہ ہوں
 گے تو میں اُن کو مصیبت کے لئے طاقتور نہ بناؤں گا“ اس کے بعد لڑکوں کو بلا اور
 باچشم تران کو دیکھ کر فرمایا ”میری جان ان نوجوانوں پر قربان جو میں نے محتاج و مفلس
 چھوڑا ہے، لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں نے ان کو اچھی حالت میں چھوڑا، لڑکے جو تم کسی
 عرب کسی ذمی سے نہ ملو گے جس پر تمہارا حق نہ ہوگا، لڑکے! تمہارے باپ کو دو باتوں میں
 سے ایک کا اختیار تھا، ایک یہ کہ تم لوگ دولت مند ہو جاؤ اور وہ جہنم میں داخل ہو، یا
 تم لوگ محتاج رہو اور وہ جنت میں جائے، لیکن یہ بات کہ تم لوگ محتاج رہو اور وہ
 جنت میں جائے اس کو زیادہ محبوب تھی، نسبت اس کے کہ تم لوگ دولت مند ہو اور وہ آگ
 میں جائے، اٹھو! خدا تم کو محفوظ رکھے“

ایک روایت میں ہے کہ جب مسلمہ بن عبد الملک نے وصیت کی درخواست کی، تو
 انہوں نے کہا کہ مال کہاں ہے جس کے متعلق وصیت کروں، مسلمہ نے کہا میں ایک لاکھ

آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں، آپ اسی کے متعلق وصیت کرو دیجیے، بولے ”اس کو جہاں سے لائے ہو وہیں واپس کر آؤ“ اس پر مسئلہ رو پڑے۔

لوگوں کو ان کی وفات کا حال معلوم ہوا تو عام و خاص، عالم و جہاں، مسلم و غیر مسلم سب عام طور پر ماتم کیا، قاعدہ یہ تھا کہ جب ان کا قاصد بصرہ میں آتا تو چونکہ وہ عموماً دلائف کے اضافہ یا کسی اچھی بات کا حکم اور کسی بُرائی سے ممانعت کا فرمان لاتا، اس لئے لوگ اس کا استقبال کر کے اس کو مسجد تک لاتے اور وہ ان کا خط پڑھ کر سناتا اس لئے جب قاصد ان کی وفات کی خبر لے کر بصرہ میں آیا، تو لوگوں نے حسبِ معمول اس کا استقبال کیا، لیکن جب اس نے دیکھ کر ان کی وفات کی خبر سنائی تو سب لوگ رو پڑے۔

آمام حسن بصریؒ کو اس واقعہ کی خبر پہنچی، تو بولے ”اِنَّا لِلّٰہِ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ“ اسے ہر کسی کے مالک۔ تمام فقہاء ان کی بی بی فاطمہ کے پاس تعزیت کے لئے آئے اور کہا کہ ”یہ مصیبت تمام امت کے لئے عام ہے“

عبد الملک بن عمر نے موت کے بعد ان کی اخلاقی خوبیوں کو گنا گنا کر کہا کہ اے امیر المؤمنین! خدا تم پر رحم کرے تم نگاہوں کو تھیکٹھکائے رہتے تھے، پاک دامن تھے، حق کے ساتھ فیاض اور غل کے ساتھ بخیل تھے، غصہ کے وقت غصہ ہوتے تھے اور رفا مندی کے وقت رافضی ہوتے تھے، نہ ظریف تھے، نہ کسی پر عیب لگاتے تھے، کسی کی فحشیت کرتے تھے۔

محمد بن معبد کا بیان ہے کہ میں شاہِ روم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کو یزید

پر نہایت رنج و غم کی حالت میں بیٹھا ہوا پایا میں نے پوچھا کیا حال ہے؟ بولا جو کچھ ہوا
تم کو خبر نہیں! میں نے کہا کیا ہوا! بولا موصالح کا انتقال ہو گیا، میں نے کہا وہ کون؟
بولا "عمر بن عبد العزیزؓ" پھر کہا "اگر عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی مردوں کو زندہ کر سکتا
تو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ہی کر سکتے تھے، مجھے اس زاہب کی حالت پر کوئی تعجب نہیں
جس نے اپنے دروازے کو بند کر کے دنیا کو چھوڑ دیا، اور عبادت میں مشغول ہو گیا
مجھے اس شخص کی حالت پر تعجب ہے جس کے قدموں کے نیچے دنیا تھی اور اس نے اس
کو پا مال کر کے زاہبانہ زندگی اختیار کی۔"

مجاہد کا بیان ہے کہ میں جارا تھا کہ ایک نبلی نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں سے
آ رہے ہو، تم حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی وفات کے وقت موجود تھے؟ میں نے کہا "اں"
یہ سن کر وہ رو پڑا، اُن کے لئے رحمت کی دعا مانگی، میں نے کہا تم اُن کے لئے
کیوں رحمت کی دعا مانگتے ہو؟ وہ تو تمہارے ہم مذہب نہ تھے، اس نے کہا میں
اُن پر نہیں دیتا، اس نور پر روتا ہوں جو زمین پر تھا، اور اب بچ گیا۔"

علامہ مدتوں اُن کی قبر کی زیارت کرتے رہے، ایک بار مکحول مقام وابق سے
پلٹ کر ایک منزل میں کوہج کے وقت اترے، اور ایک طرف دُور مکمل گئے، لوگوں
نے پوچھا کہاں گئے تھے؟ بولے "پانچ میل کے فاصلہ پر عمر بن عبد العزیزؓ کی قبر تھی
میں وہیں گیا تھا، خدا کی قسم اُن کے زمانہ میں اُن سے زیادہ کوئی خدا ترس نہ تھا، خدا
کی قسم اُن کے زمانہ میں اُن سے زیادہ کوئی زاہد نہ تھا، علامہ قسیمی نے تذکرۃ
الحفاظ میں لکھا ہے کہ اب تک اُن کی قبر زیارت گاہ خلائق ہے۔"

ظہر کو اگرچہ انھوں نے اپنی زندگی میں مدح سرائی کا موقع نہیں دیا تاہم ان کی دنیا پر سب کے دل کھول کر مرتبے کھسے، ہریرہ نے ان اشعار میں اپنے دردِ دل کا اظہار کیا۔

تسلی النعاة اعیاد المومنین لنا یا خیر من حج بیت اللہ واعتصموا
 لہم کما یظاہر فی ہم کو امیر المومنین کی موت کی خبر دیتے ہیں اے ان لوگوں میں جنھوں نے بیت اللہ کا حج اور عمرہ کیا سب بہتر

صلت امر اعظیما فاصطلعت بہ و سرمد قیدہ بحکم اللہ یا عسرا
 ایک بڑا اہم لاد گیا اور اپنے اس کو بنی میں دیا اور عمرہ کرنے اس پر خدا کے حکم کے موافق غسل کیا۔

الناس طاعة لیست بکاسفة تبکی علیہ نجوم البیل والقوا
 سدا کلام ہے گنایا نہیں، تم پر رات کے ستارے اور چاند رو رہے ہیں۔
 لذوق کے نظر ائے اشک یہ ہیں۔

کہ من شویعة حق قد شوقت لهم ۲۰ انت الصیقة و اخوی منذ تلتظ
 کسی مردہ شریعتوں کو تم نے زندہ کیا، اور دوسری شریعتوں کے زندہ کرنے کی تم سے توقع تھی۔

بالف نفس و لعن اللہ لہین حق علی العذول التي تفتاہا العصور
 یہ لفظ نکلتا ہے اور میرے ساتھ تمام افسوس کر میرا دل کا پھٹا دے اس عادل کو جس کو قبر نے ایک یا
 محارب بن و ثمار نے ان اشعار میں فعال سنجی کی۔

لو اعظم الموت خلقا ان یواقہ بعد له لم یصل الموت یا عسرا
 اگر المصاف کی وجہ سے موت کسی کو نہ آسکتی تو اسے عسرا تمہیں موت نہ آتی۔
 لو کنت لک والاقداو شالیاة شاق رواحا و قلیبا نا و تتکبو

الہجے قدرت مہر حق، سالانہ تقدیر غالب ہے جو صبح و شام اپنے کرشمے دکھایا کرتی ہے
 صوفت عن عمر الخیوات مضمونہ یدیا و سماعان لکن ینقلب القدر
 لای مروت سے موت کو مقام دیر سماعان میں موت کو ٹال دیتا، کیسے تقدیر غالب آتی ہے۔

اسی طرح اور بھی متعدد شعراء نے مرثیے لکھے جن کو ہم طوالت کے خوف سے نظر انداز کرتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اپنی اولاد کے لئے جو ترکہ چھوڑا اس کے متعلق مختلف روایتیں ہیں، ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے اپنی اولاد سے کہا کہ تم "خزائین پر تہمت نہ لگانا میں صرف ۲۱ دینار چھوڑنا ہوں جس میں دیکر سحان کے لوگوں کے مکانا کا کریا دوا کرنا ہوگا، ایک مزدعہ اور قبر کی زمین کی قیمت دینا ہوگی۔"

ایک روایت میں ہے کہ کسی نے عبد العزیز بن عمر بن عبد العزیزؓ سے پوچھا کہ انھوں نے تمھارے لئے کس قدر مال چھوڑا؟ وہ مسکرائے اور کہا کہ "اُن کے داروغہ نے مجھ سے بیان کیا کہ نزع کے وقت خود انھوں نے پوچھا کہ تمھارے پاس کس قدر روپیہ ہے؟ میں نے کہا ۱۴ دینار اس نے کہا کس قدر منافق کی جائیداد چھوڑی؟ یوں ۶۰۰ دینار ہم بارہ مرد اور ۶ غور میں تقسیم کر لیا۔"

منصورؒ عبد الرحمن بن قاسم بن ابی بکر سے درخواست کی کہ "مجھے نصیحت کیجئے" بلوے اس چیز کی نصیحت کروں جو میں نے دیکھی ہے یا اس چیز کی جو میں نے سنی ہے؟ اس نے کہا جو آپ نے دیکھی ہے، بولے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے گیارہ لاکھ چھوڑ کر دنیا پائی اور اُن کا کل ترکہ ۱۷ دینار تھا جس میں دینار اُن کے کفن میں خرچ ہوئے، ۲۱ دینار پر قبر کی زمین خریدی گئی اور بقیہ ۱۵ لاکھ تقسیم ہوا اور ہر لاکھ نے ۱۹۱۹ دہم پائے ہشام بن عبد الملک بھی گیارہ لاکھ چھوڑ کر مراد وجہ کے تقسیم ہوا اور ہر لاکھ دس دس لاکھ پایا لیکن میں نے عمر بن عبد العزیزؓ کے ایک لاکھ کو دیکھا کہ ایک دن میں سو گھوڑے جماد کیلئے بیٹھے اور ہشام کے ایک روٹے کو دیکھا جس کو لوگ صدقہ دے رہے ہیں۔ بہر حال اگر اور خلفائے بنو امیہ کے ساتھ اُن کا موازنہ کیا جائے تو انھوں نے نام نیک کے سوا اور کچھ نہیں چھوڑا۔

ازواج و اولاد

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے چار بیٹیاں تھیں، جن میں ایک ام الولد یعنی صاحبہ اللادہ لندی تھی، بیٹیوں میں ایک کا نام لمیس بنت علی بن حارث اور دوسری کا ام عثمان بن شیبہ بن زیان اور تیسری کا قاطمہ بنت عبد الملک بن مروان تھا، اور ان میں ہر ایک سے اولاد پیدا ہوئی، لندی سے، رو کے بیٹی عبد الملک، ولید، عاصم، یزید، عبد اللہ، عبد العزیز، زیان اور ۲ لڑکیاں، یعنی امیثہ اور ام عبد اللہ پیدا ہوئیں، عثمان سے صرف ایک لڑکا ابراہیم پیدا ہوا، عبد اللہ، یزید، اور ام قمار لمیس کے بطن سے، اور بقیہ اولاد یعنی اسلمی، یقوت، موسیٰ، قاطمہ بنت عبد الملک کے بطن سے تھیں، اس طرح ان کی اولاد و کوردانات کی مجموعی تعداد ۶۰ تھی، جن کے حالات حسب ذیل ہیں:-

عبد الملک

عبد الملک نہایت متعقبات اور زائد تھے، ایک دن بی بی خوب بن سہروردی کے سامنے لے کر گیا کہ ”اب تم کو عدت میں بیٹھا پڑا ہے“ بعض مشائخ اہل شام کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اپنے بیٹے عبد الملک ہی کو دیکھ کر عبادت گزاری اختیار کی، یا ابن الحکم کا بیان ہے کہ عبد الملک حضرت عمر بن عبد العزیزؓ سے بھی افضل تھے۔

یہ دونوں بن مروان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک گھر میں تین آدمیوں سے بہتر نہیں دیکھا

ایک عمر بن عبد العزیزؒ، دوسرے ان کے بیٹے عبد الملک اور تیسرے ان کے مولانا حم۔
 اس بنا پر حضرت عمر بن عبد العزیزؒ ان کو نہایت محبوب رکھتے تھے، اور ان پر نہایت
 اعتماد کرتے تھے، چنانچہ خلیفہ ہونے کے ساتھ ان کو ایک خط میں لکھا کہ ”اپنے بعد
 میں اپنی وصیت اور نصیحت کا سب سے زیادہ مستحق تم کو سمجھتا ہوں، اور تم بھی ان کے
 محفوظ رکھنے کی سب سے زیادہ اہل ہو، خدا نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے اور جو نعمتیں
 رہ گئی ہیں وہ بھی عطا کرے گا، تو خدا کا جو احسان تم پر اور تمہارے باپ پر ہے اس
 کو یاد کرو اور اپنے باپ کو ہر اس معاملہ میں جس پر وہ قادر ہے اور جس سے تمہارے
 خیال میں وہ عاجز ہے مدد دو۔“

عبد الملک نے اس نصیحت پر شدت کے ساتھ عمل کیا، اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ
 کو خلافت کے اہم معاملات میں ہمیشہ مدد دی، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اموالِ مفسورہ کو
 بنو امیہ کے فتنہ و فساد کے خوف سے تدریجاً و تہل واپس کرنا چاہتے تھے لیکن عبد الملک
 ہی کے مشورہ سے انھوں نے اس کام کو سب سے پہلے انجام دیا۔

ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کسی بات پر سخت برہم ہوئے، عبد الملک بھی
 اس جگہ موجود تھے، جب ان کا غصہ فرو ہوا تو بولے اے امیر المؤمنین! آپ اس
 درجہ پر پہنچ کر اس قدر غصہ ہوتے ہیں، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا تو کیا
 تم غصہ نہیں ہوتے؟ بولے میری تو نندہ سے کیا فائدہ اگر میں غصہ کروں، ہضم نہ کر جاؤں
 ان کا پیٹ بڑا تھا۔

ایک دن حضرت عمر بن عبد العزیزؒ دربار کر رہے تھے، دوپہر ہوئی تو تھک کر
 اٹھ گئے، اور آرام لینے لگے، عبد الملک حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ آپ اندر کیوں چلے

نے فرمایا تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتا ہوں "بولے" رعایا دروازے پر آپ کا انتظار کر رہی ہے اور آپ ان سے چھپتے ہیں، کیا موت پر آپ کو اعتماد ہے کہ وہ اس حالت میں ابھائے گی؟ حضرت عمر بن عبد العزیز اُٹھے، اور پھر دربار کرنا شروع کیا۔

عبدالملک نے باپ کی زندگی ہی میں بجا رخصت طاعون انتقال کیا، بیماری کی حالت میں حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُن کے پاس جا کر حال پوچھا تو بولے "میں اپنے آپ کو حق پر پاتا ہوں، لیکن خدا کی قسم آپ کی مرضی مجھے اپنی مرضی سے زیادہ محبوب ہے" موت کے بعد لاش کے پاس گئے، اور مزاحم نے اُن کی موت کی خبر دی تو بے حال ہو گئے۔ ہوش میں آئے تو لاش کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا:

لا یقرنک عشاء ساکن قد اوقی بالمہیات المسحو

مگر یہ خوب و خطر شام دھوکا دے کیونکہ موت سب کو بھی آتی ہے۔

اور فرمایا "اے بیٹے! دنیا میں تم دیسے ہی تھے جیسا کہ خدا کتاب ہے:-

الدال والبنون ذیة الحیوة الدنیا مال واولاد ونبی زندگی کی زینت ہیں

اور تم دنیا کی افضل ترین زینت تھے، اور مجھے تو قہر ہے کہ آج سے تم باقیات

سالی ہیں داخل ہو گئے، جس کا ثواب سب بڑھ کر ہے:-

کفن پٹنایا جانے لگا، تو چہرے کو دیکھ کر فرمایا "اے بیٹے خدا تم پر رحم کرے اور

تماری مغفرت کرے، دفن ہونے کے بعد قبر کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا "اے بیٹے

خدا تم پر رحم کرے، یحییٰ میں تم خوشی کا باعث تھے، جو انی میں حق پداری ادا کرنے

والے تھے" اس کے بعد تمام لوگوں کو مخاطب کر کے ایک تقریر کی، اور سب کو

دعا و بکاء سے روک دیا۔

لوگوں نے عام طور پر حاضر ہو کر رسم تعزیت ادا کی، ایک بدولتے کھڑے ہو کر تعزیت میں یہ اشعار پڑھے۔

تعزاً صبر العزمین قائمہ لما قد تولى يغذى الوليد ويلول
هل ابنت ازمن سلالۃ آدم لكل على حوق المنيۃ مسود

عبد العزیز

یہ یزید بن عبد الملک اور مروان بن محمد کی جانب سے مکہ اور مدینہ کے گورنر تھے، وہ رداۃ حدیث میں ہیں۔

عبد اللہ

یہ یزید بن ولید کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے، یہ حبش و ہاں کے گورنر مقرر ہو کر آئے تو بقرہ والوں نے ایک نہر کھدوانے کی درخواست کی، انھوں نے یزید کو اس کی اطلاع دی، یزید نے لکھا کہ ”اگر عراق کا کل خراج صرف ہو جائے تب بھی نہر کھدواؤ“ چنانچہ انھوں نے تین لاکھ کے صرف سے ایک نہر کھدوائی، جو ان کے نام سے مشہور ہے یہ

بقیہ اولاد یعنی اسحق، یعقوب، یحییٰ، موسیٰ، ولید، عالم، یزید، زبیر، امینہ ام عمار اور ام عبد اللہ میں بعض نے بچپن ہی میں وفات کی اور بقیہ نے کوئی خاص ناموری حاصل نہیں کی۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کا نہایت عمدہ انتظام

کیا تھا صالح بن کیسان جو علمائے مدینہ میں بڑے پایہ کے محدث تھے، ان کی نسبت
 مذکورہ الفاظ میں لکھا ہے کہ وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی اولاد کے مؤدب یعنی تالیف
 تھے، ان کے علاوہ ان کے مولیٰ آہل بھی اس خدمت پر مامور تھے، اور حضرت عمر بن
 عبدالعزیز ان کو بہترین تعلیم و تربیت دینے پر خود متوجہ کرتے رہتے تھے، ایک بار ان
 کو ایک خط میں لکھا کہ میں نے ابھی طرح سمجھ بوجھ کہ تمام مولیٰ اور خواص میں سے تم کو
 اپنی اولاد کی تادیب کے لئے انتخاب کیا ہے، ان کو خشونت سکھاؤ، کہ یہ ان کے قدم
 کو راسخ کرے گی، اور ترکِ صحبت کی طرف توجہ دلاؤ کہ وہ غفلت پیدا کرتی ہے۔
 اور کم ہونے دو کہ زیادہ ہنسنا دل کو مروہ کر دیتا ہے، تمھارا دیک پہلی بات جو وہ سیکھیں
 وہ راگ باجے کی طرف سے نفرت ہو، کیونکہ میں نے ثقات سے سنا ہے کہ راگ باجے کا سننا
 دل میں نفاق پیدا کرتا ہے، جس طرح پانی گھاس کو اگھاتا ہے۔ ان میں ہر ایک کا قرآن مجید
 کا ایک ٹکڑا شروع کرے اور نہایت احتیاط کے ساتھ اس کی قرأت کرے، جب اس
 سے فایز ہو جائے تو ہاتھ میں تیر و کمان لے کر برہنہ پا نکل جائے اور سات تیر چلائے، پھر
 کیلوہ کرنے کے لئے واپس آئے، کیونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”اے تجو
 کیلوہ کرو اس لئے کہ شیطان کیلوہ نہیں کرے گا۔“

حلیہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا رنگ سفید، چہرہ پتلا اور آنکھیں گہری تھیں بچپن میں
 گھوڑے نے پیشانی پر لات ماری تھی، جس کا نشان باقی تھا، اور اس کے وہ اشج بنو امیہ
 کہلاتے تھے، اخیر عمر میں بال سفید ہونے لگے تھے جسم لاغر تھا، اور یہ غالباً زہر و نقشف کا اثر تھا۔

اخلاق و عادات

حسن خلق | نہایت خوش خلق اور نرم خوتھے، چند خاص لوگ تھے جن سے رات کو معاملاتِ خلافت کے متعلق مشورہ لیا کرتے تھے، لیکن جب ان کا جی چاہتا کہ یہ لوگ یہاں سے اٹھ جائیں تو صرف اس قدر کہتے کہ اگر آپ لوگ چاہیں۔

ایک بار عبداللہ بن حسن اپنی ضرورتوں کے لئے سلیمان بن عبد الملک کے پاس آئے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو واسطہ بنایا، اور اس لئے اکثر ان کے یہاں آنا جانا شروع کیا، ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ان سے کہا کہ آپ میرے یہاں اسی وقت آئیے جب آپ کو اندر آنے کی اجازت مل سکے، کیونکہ مجھے یہ گوارا نہیں کہ آپ میرے دروازے پر آئیں اور آپ کو اون نہ ملے۔

ایک دن وہ آئے تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے کہا کہ ”فوج میں ایک شخص مقلدے طاعون ہو گیا ہے، آپ اپنے وطن تشریف لے جائیں، کیونکہ آپ مجھے بہت عزیز ہیں۔“

ایک بار چند آدمیوں کے پاس غلطی سے بغیر سلام کے ہوتے بیٹھ گئے، یاد آیا تو اٹھ کر سب کو سلام کر لیا تو بیٹھے۔

تراضع و مساوات | خلافت سے پہلے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ایک مغرور اور جاہ پسند شخص تھے، نہایت عمدہ کپڑے پہنتے تھے، نہایت عمدہ خوشبو لگاتے تھے، اور راہ میں اکڑتے ہوئے چلتے تھے، لیکن خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی ان کے اخلاق و عادات میں جو عظیم الشان انقلاب ہوا اس نے عجب و غرور کو تواضع و انکسار سے بدل دیا۔

جب وہ مدینہ کے گورنر تھے تو وضع قطع سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ گورنر نہیں لیکن خلیفہ ہونے کے بعد کسی نے یہ نہ جانتا کہ وہ خلیفہ ہیں۔

خلیفہ ہونے کے بعد جب شاہانہ سواریاں آئیں تو ان کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ”میرا حق میرے لئے کافی ہے“ سوار ہو کر چلے تو کو تو ال نے بچھائے کہ آگے آگے چلنا چاہا، لیکن اس کو یہ کہہ کر ٹھادیا کہ ”میں بھی عام مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہوں“ قصہ خلافت میں داخل ہوئے تو تمام پردوں کو چاک چاک کر دیا، اور خلفاء کے لئے جو فرش بچھایا جاتا تھا اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت بیت المال میں داخل کر دیتی۔

لوگ ان کے سامنے کھڑے ہوئے تو فرمایا ”لوگو! اگر تم کھڑے رہو گے تو ہم بھی کھڑے ہو جائیں گے، اور تم لوگ بیٹھو گے تو ہم بھی بیٹھیں گے، لوگوں کو صرف خدا کے سامنے کھڑا ہونا چاہیئے“

خلفائے بنو امیہ کا دستور تھا کہ جب کسی جنازہ میں شریک ہوتے تھے تو سب پہلے ان کے بیٹھنے کے لئے ایک خاص چادر بچھائی جاتی تھی، ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ایک جنازہ میں شریک ہوئے، اور حسب معمول ان کے لئے بھی یہ چادر بچھائی گئی، لیکن وہ اس کو پاؤں سے ہٹا کر زمین پر بیٹھ گئے، سرکاری نہرہ واہوں کو تعظیم کے لئے اٹھنے

کی بالکل ممانعت کر دی تھی، اور ان کے ساتھ برابر بیٹھتے تھے۔ وہ لوگ سلام میں ہمت کرتے تھے تو ان سے کہتے تھے کہ تم لوگ پہلے سلام نہ کرو، بلکہ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم تم لوگوں کو پہلے سلام کریں۔

ان کو عجیب، غرور اور فخاری سے اس قدر نفرت تھی کہ جب خطبہ دیتے یا کوئی تحریر لکھتے اور اس کے متعلق دل میں غرور پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا تو خطبہ میں چُپ ہو جاتے اور تحریر کو پھاڑ ڈالتے، اور فرماتے کہ خدایا میں اپنے نفس کی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں، فرمایا کرتے تھے کہ فخاری کے خوف سے میں زیادہ نہیں بولتا۔

اگرچہ وہ خلیفہ اور امیر المومنین تھے، مگر اپنے آپ کو ہمیشہ عمر ہی سمجھا کئے، ایک بار ان کا ایک بھائی آیا، اور کہا کہ "اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو عمر سمجھ کر ایسی بات کہوں جو آج آپ کو ناپسند اور کل پسندیدہ ہو، ورنہ امیر المومنین سمجھ کر ایسی گفتگو کر دیں جو آج آپ کو محبوب اور کل مبغوض ہو" بولے "مجھے عمر ہی سمجھ کر وہ بات کہو جو آج مجھے ناپسند اور کل پسند ہو"۔

ایک بار رات کو رجا بن حیوۃ سے گفتگو فرما رہے تھے، کہ دفعتاً چراغ جھلکانے لگا، پہلو ہی میں ایک ملازم سر ہٹوا تھا، رجا نے کہا اس کو گجکانہ دوں؟ بولے سونے دو، انہوں نے کہا میں خود اُٹھ کر چراغ کو ٹھیک کر دوں" فرمایا "مہمان کام لینا مروت کے خلاف ہے، بالآخر چادر رکھ کر خود ہی اُٹھے، برتن سے زیتون کا تیل لیا اور چراغ کو ٹھیک کر کے پلٹے تو کہا "جب میں اٹھا تھا تب بھی عمر بن عبد العزیز تھا اور جب لوٹا تب بھی عمر بن عبد العزیز ہوں"۔

انھوں نے باوجود خلیفہ ہونے کے کبھی اپنے آپ کو عام مسلمانوں بلکہ لونڈی غلاموں سے بھی بالاتر نہیں سمجھا، ایک بار لونڈی اُن کو پنکھا بھل رہی تھی، کہ اس حالت میں اس کی آنکھ لگ گئی، انھوں نے خود پنکھا لے لیا، اور اس کو بھلنے لگے، وہ جاکی تو شور کیا، بولے تو یہی میسر ہی طرح ایک آدمی ہے، میری طرح تھے بھی گرمی معلوم ہوئی اس لئے میں نے چاہا کہ جس طرح تو نے مجھے پنکھا بھلا ہے میں بھی تھے پنکھا بھل دوں۔ جنازوں میں عموماً شریک ہوتے، اور عام مسلمانوں کی طرح تابوت کو کاٹ دیا دیتے ہوئے چلتے، ایک بار یارش کے دن میں ایک جنازہ کی نماز پڑھائی، اتفاقاً ایک مسافر آیا، جس کے بدن پر چادر نہ تھی، انھوں نے اس کو بلایا، اور اپنی چادر کا بچا ہوا حصہ اُس کو اڑھا دیا۔

ایک بار ایک گرجے میں اُترے، تو دیکھا کہ کچھ لوگ بہت سے طبقے لئے جا رہے ہیں، پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ گرجے کا پادری لوگوں کی ضیافت کر رہا ہے اس کے بعد اُن کے سامنے ایک طبقہ پیش کیا گیا جس میں پستہ اور بادام تھا، بولے اور تمام طبقوں میں بھی یہی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں، بولے تو پھر اس کو واپس لے جاؤ خاکساری کی وجہ سے مداحی کو سخت نا پسند کرتے تھے، ایک بار کسی شخص نے ان کے سامنے ان کی تعریف کی، تو بولے مجھے جو حال اپنے نفس کا معلوم ہے اگر تم کو معلوم ہوتا تو تم میرے چہرے کی طرف دیکھتے بھی نہیں۔

اس تواضع و فروتنی کا یہ اثر تھا کہ جو لوگ اُن کو شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ دیکھنا چاہتے تھے وہ ان کو پہچان ہی نہ سکتے تھے، حکم بن عمر الرعینی کا بیان ہے کہ حضرت

عمر بن عبد العزیزؓ اس حلقہ سے اٹھ کر اس حلقہ میں جایٹھتے تھے تو جو اجنبی لوگ آتے تھے وہ نا آشنا یا نہ پوچھتے تھے کہ امیر المؤمنین کس حلقہ میں ہیں؟ لیکن جب تک اٹنگلی سے اشارہ نہ کیا جاتا کہ یہ امیر المؤمنین ہیں وہ لوگ اُن کو پہچان نہ سکتے۔

لیکن باوجود اس عجز و خاکساری کے خود داری کا سر رشتہ اٹھ سے نہیں چھوڑتے تھے، خلیفہ ہونے کے بعد اہل خاندان سے میل جول کم کر دیا تو اُن میں بعض لوگوں نے کہا کہ ”آپ مغرور ہو گئے“، بولے ”میں پہلے ایک لڑکا تھا، خاندان کے لوگ بلا اجازت میرے پاس آتے جاتے تھے، میرے غرش کو زدندتے تھے اور ایک ایسے شخص کے ساتھ جو حکمانہ حیثیت نہ رکھتا ہو جو برتاؤ کیا جاسکتا ہے کرتے تھے، لیکن خلیفہ ہونے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ یا تو میں قدیم حالت کو قائم رکھنے کے ساتھ حق کی مخالفت پر اُن کو سزا دوں، یا یہ کہ اُن سے اختلاف چھوڑ دوں، تاکہ خود اُن کو اس کی جرأت نہ ہو۔ پائے میں نے یہی آخری صورت اختیار کی ہے، ورنہ غرور تو صرف خدا کی چادر ہے، میں اس کے متعلق اس سے کیونکر جنگ کر سکتا ہوں؟“

حکم | حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اگرچہ عقوانِ شباہ کے کریم مرگ کا زمانہ حیثیت کے ساتھ زندگی بسر کی، تاہم وہ ہمیشہ حلیم، نرم خواہ و متحمل مزاج رہے۔ ایک بار ایک خارجی نے سلیمان بن عبد الملک کو بڑا بھلا کہا جس کی پاداش میں اُس نے اس کو قتل کر دیا، لیکن قتل سے پہلے جب حضرت عمر بن عبد العزیزؓ سے مشورہ کیا تو انھوں نے کہا کہ ”آپ بھی اس کو بڑا بھلا کہہ لیجئے۔“

سلیمان بن عبد الملک کی زندگی میں تو یہ اُن کا مشورہ تھا لیکن اس کی وفات

نے یہ تمام واقعات سیرۃ عمر بن عبد العزیزؓ اور سیرۃ سلیمان بن عبد الملکؓ میں درج ہیں۔

کے بعد جب خود غلیفہ ہوئے تو اس پر عمل کرتے کا وقت آیا، چنانچہ ایک بار اُن کے عامل
عبد الحمید بن عبد الرحمن نے ان کو لکھا کہ میرے اجلاس میں ایک شخص اس جرم میں پیش
پا گیا ہے کہ وہ آپ کو گالیاں دیتا ہے، میں نے اس کی گردن اڑا دینی چاہی تھی لیکن
پھر اس خیال سے قید کر دیا کہ اس ہمارے میں آپ کی رائے لے لوں، حضرت عمر بن
عبد العزیزؓ نے جواب میں لکھا کہ ”اگر تم اس کو قتل کر دیتے تو میں تم سے قصاص لیتا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کے گالی دینے پر کوئی شخص قتل نہیں کیا
جاسکتا، اس لئے اگر تمہارا جی چاہے تو اس کو گالی دے لو ورنہ راکھ دو“

ایک بار وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ اسی حالت میں ایک شخص نے کہا کہ میں
گواہی دیتا ہوں کہ تم فاسق ہو، یہ سن کر صرف اس قدر بولے کہ ”تم جھوٹے گواہ
ہو میں تمہاری شہادت کو قبول نہیں کرتا“

ایک بار کسی نے ان کو کلمات ناملائم کہے، لوگ بولے کہ آپ کیوں چپ ہیں؟
فرمایا کہ ”تقویٰ نے منہ میں لگام لگا دی ہے“

ایک بار کسی نے ایک آدمی کی نسبت اُن سے کہا کہ یہ آپ کو گالی دیتا ہے۔
انہوں نے اس کی طرح منہ پھیر لیا، اس نے پھر کہا، اب کبھی روگردانی کی، اُس
نے تیسری بار کہا تو بولے کہ تم اس کو اس طرح ڈھیل دے رہا ہے کہ اس کو
ہر جگہ نہیں ہوتی“

ایک بار وہ سوار جا رہے تھے کہ ایک پاپیادہ شخص سواری کی چھٹ میں آگیا
اور اُس نے غصہ کی حالت میں کہا کہ دیکھ، تو دیکھتا نہیں۔ جب سواریاں نکل گئیں تو

اُس نے کہا کیا کوئی ہے جو مجھے اپنے پیچھے بٹھائے! حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اپنے غلام سے کہا کہ اس کو چشمہ تک لے چلو!

ایک بار رات کو مسجد میں گئے، ایک شخص سو رہا تھا، اندھیرے میں اس کو ان کے پاؤں کی ٹھوکر لگ گئی، تو اُس نے جھٹاکر کہا کیا تم پاگل ہو؟ بولے ”نہیں“ پھر اسی نے اس گستاخی پر اس کو سزا دینی چاہی، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے روک دیا اور کہا کہ اس نے مجھ سے صرف یہ پوچھا تھا کہ تم پاگل ہو، میں نے جواب دیدیا کہ ”نہیں“

ایک بار اُن کو کسی شخص نے سخت بات کہی ”بولے تو چاہتا ہے کہ حکومت کے غرور میں میں بھی تیرے ساتھ وہی سلوک کروں جو تو کل قیامت کے دن میرے ساتھ کرے گا“ یہ کہہ کر اس کو معاف کر دیا۔

ایک بار وہ قیلو کہنے کے لئے اُٹھے، ایک آدمی ماتھے میں کاغذ کا پلندا لئے ہوئے بڑھا، اندھ پلندے کو ان کی طرف پھینک دیا، اُنھوں نے مُڑا کر دیکھا تو پلندا منہ پر جا کے گرا، اور رخساروں پر چوٹ لگی، اور گالوں سے خون جاری ہو گیا لیکن اُنھوں نے نہایت خاموشی کے ساتھ اس کی عرضی پڑھی اور اس کی حاجت کو پورا کیا۔

ایک بار ایک بچے نے اُن کے کسی لڑکے کو مارا، لڑک اُس کو ان کی بی بی خالہ کے پاس لے گئے، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ دوسرے کمرے میں تھے، شور سنا تو کمرے سے نکل آئے، اس کے بعد ایک عہدت آئی اور کہا کہ یہ میرا بچہ ہے، اور یہ یتیم ہے، اُنھوں نے پوچھا کہ اس یتیم بچے کو وظیفہ ملتا ہے؟ بولی ”نہیں“، فرمایا کہ

اس کا نام وظیفہ خزانہ پتوں میں لکھ لو " قافلہ نے کہا کہ " اگر میرے بچے کو وہ زیادہ نہ مارے
 تو اس کے ساتھ خدا یہ سلوک کرے " بولے " تم نے اس کو گھبرا دیا "

ایک بار ایک شخص بے سخت برہم ہوئے ، اور اس کو برہنہ کر کے گوڑے لگواتے
 تھا ہے ، لیکن جب گوڑے لگانے کا وقت آیا تو بولے کہ اس کو رو کر دو ، اگر میں غصہ
 نہ کرتا تو اس کو سزا دیتا ، پھر یہ آیت پڑھی والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس
 صبر | ایک زمانہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ پر دفعہ معصیتوں کا پہاڑ ٹوٹ
 پڑا ، یعنی ان کے سب زیادہ محبوب لڑکے عبدالملک ، سب زیادہ عزیز بھائی تھیں
 عبدالعزیزؓ اور سب زیادہ وفادار خادم مزاحم نے چند ہی دنوں کے وقفہ میں
 استعمال کیا ، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس حالت میں صرف یہی نہیں کہ سرشتہ
 صبر و سکون کو ہاتھ سے چھوڑنے نہ دیا ، بلکہ اس موقع پر وہ استقامت دکھائی کہ لوگوں
 کو ان کے ضبط و تحمل پر تعجب ہوا ، وہ عبدالملک کو دفن کر رہے تھے کہ ایک شخص نے
 انہیں اتھکا اشارہ کر کے کہا کہ " خدا امیر المؤمنین کو اس صبر پر اجر دے " بولے
 " لشکر میں باتیں ہاتھ سے اشارہ نہ کرو ، واپس سے کرو " اس نے کہا کہ میں نے آج
 سے زیادہ تعجب انگیز واقعہ ہی نہیں دیکھا ، ایک شخص اپنے محبوب ترین فرزند کو دفن
 کر رہا ہے ، پھر اس کو دائیں باتیں ہاتھ کا بھی خیال ہے ۔

لوگ ان کی وفات پر تعزیت میں کتنے ہی رقت خیز فقرے استعمال کرتے لیکن
 وہ ان کے جواب میں ہمیشہ صبر و شکر کا اظہار فرماتے ، ایک بار بیعت بھی سمراہ ان کے
 پاس آئے اور کہا کہ خداوند تعالیٰ آپ کو اجر جزیل دے ، تجھے کوئی شخص نظر نہیں

آتا کہ چند روز کے وقفہ میں اتنی عظیم الشان مصیبتوں میں مبتلا ہوا ہو، خدا کی قسم میں نے آپ کے بیٹے کا سا بیٹھا، آپ کے بھائی کا سا بھائی اور آپ کے غلام کا سا غلام نہیں دیکھا، یہ سن کر حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے گردن جھکالی، ربیع کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا تم نے امیر المؤمنین کو بے قرار کر دیا، اب حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے سر اٹھایا، اور کہا کہ ربیع تم نے کیا کہا؟ انھوں نے دوبارہ انہی فقرے کا اعادہ کیا، بولے اُس ذات کی قسم جس نے اُن کی موت کا فیصلہ کیا، میں یہ نہیں پسند کرتا کہ یہ واقعات نہ ہوتے۔ بعد الملک کی وفات کے بعد جو خطبہ دیا اس میں کہا کہ بچپن سے آج تک وہ میرے دل کی مسرت اور آنکھوں کی ٹھنڈک تھے، لیکن آج سے زیادہ وہ میری آنکھوں میں کبھی خشک نہیں معلوم ہوئے ان کی وفات پر تمام محرومہ میں حکم بھیج دیا کہ ماتم و نوحہ نہ کیا جائے۔

ورع و دیانت | ایک خلیفہ کی حفاظت میں سب سے زیادہ اہم امانت جو آتی ہے وہ بیت المال یعنی خزانہ ہے، اس لئے اس کی دیانت کا اصلی معیار اسی کو قرار دیا جاسکتا ہے اور واقعات بتاتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی دیانت ہمیشہ اس معیار پر ٹھیک اُتری۔

وہ رات کے وقت خلافت کا کام بیت المال کی شمع سامنے رکھ کر انجام دیتے تھے اور جب اپنا کام کرنا ہوتا تو اس شمع کو اٹھوا دیتے اور ذاتی چراغ شعلو کر کام کرتے۔ زات بن مسلمہ ہر جمعہ کو ان کی خدمت میں سرکاری کاغذات پیش کیا کرتے تھے۔

ایک دن انھوں نے کاغذات دکھائے تو انھوں نے اس میں سے بستر ایک بالشت کے ساوہ کاغذ لے لیا، اور اپنے ذاتی کام میں لائے، چونکہ قرأت کو ان کی دیانت کا حال معلوم تھا، اس لئے انھوں نے دل میں کہا کہ امیر المؤمنین سے بھول چوک ہوگئی دوسرے دن انھوں نے صبح کاغذات طلب کیا، وہ آئے تو ان کو کسی دوسرے کام کے لئے بھیج دیا، وہ پلٹے تو بولے کہ اب تک تمہارے کاغذات کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا، اس وقت جاؤ پھر بلا لوں گا، انھوں نے گھر جاکر کاغذات کھولے تو جہنم کا غم کل لیا تھا اتنا اس میں موجود پایا۔

فقراء مساکین کے لئے بیت المال کے مصارف سے جو مہمان خانہ قائم کیا تھا اس سے نہ خود فائدہ اٹھاتے تھے نہ خاندان میں کسی شخص کو فائدہ اٹھانے دیتے تھے عام طور پر حکم دے رکھا تھا کہ ہمارے غسل اور وضو کا پانی مہمان خانہ کے باورچی خانہ میں گرم نہ کیا جائے، ایک بار ان کی لائسی میں ملازم نے ایک اد تک وضو کا پانی مطہج عام میں گرم کیا، ان کو معلوم ہوا تو انتہائی لکڑی خرید کر باورچی خانہ میں داخل کر دی۔

ایک بار سرکاری کوئلہ سے گرم کیا ہوا پانی وضو کے لئے آیا، تو وضو کرنے سے انکار کر دیا۔ ایک بار غلام کو گوشت کا ایک ٹکڑا بھوننے کے لئے دیا وہ سرکاری باورچی خانہ سے بھون لایا، تو بولے کہ تمہیں کھاؤ، یہ تمہاری قسمت میں لکھا ہوا تھا، میری قسمت میں نہ تھا۔

ایک دن گھر میں آئے تو دیکھا کہ لونڈی ایک پیالے میں تھوڑا سا دودھ لئے

ہوئے ہے، بولے یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ آپ کی زوجہ حمل سے ہیں، اُن کو دودھ کی خواہش ہوئی، اور حمل کی حالت میں اگر عورت کے دل میں کوئی خواہش پیدا ہو اور وہ پوری نہ کی جائے تو اس سے اسقاطِ حمل کا اندیشہ ہو جاتا ہے، اس لئے میں یہ دودھ دار الضیافتہ سے لائی ہوں، انھوں نے اس کا لہذا پکڑا اور چھینتے ہوئے بی بی کے پاس لے گئے، اور کہا کہ اگر حمل فقراء اور مساکین کے کھانے کے سوا کوئی چیز قائم نہیں رکھ سکتی تو خدا اس کو قائم نہ رکھے، اب بی بی نے لونڈی سے کہا کہ اس کو واپس کر آؤ میں اُسے نہ کھاؤں گی یہ

یہ حالت دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ اگر آپ خود مہمان خانہ کے کھانے سے اخراجات کریں گے تو اور لوگوں کو بھی استرازا ہوگا، اب وہ باورچی خانہ میں معاوضہ داخل کر کے لوگوں کے ساتھ شریک طعام ہوئے لگے۔

ایک بار انھوں نے اپنے غلام مزاحم سے کہا کہ مجھے ایک رطل خرید دواؤہ ایک رطل لائے جس کو انھوں نے بہت پسند کیا، اور بولے کہ اس کو کہاں سے لائے؟ انھوں نے کہا کہ میں نے سرکاری مال خانے میں یہ لکڑی پائی، اور اسی کی یہ رطل بنوائی، بولے جاؤ بازار میں اس کی قیمت لگواؤ وہ گئے تو لوگوں نے نصف دینار قیمت لگائی، انھوں نے پلٹ کر خبر لی تو انھوں نے کہا کہ تمھاری کیا رائے ہے؟ ہم بہت المال ہیں ایک دینار داخل کر دیں تو مذہب داری سے سبکدوش ہو جائیں گے؟ انھوں نے کہا کہ قیمت تو نصف دینار لگائی گئی، بولے بہت المال ہیں دو دینار داخل کر دو یہ

ایک بار بیت المال سے مشک بکال کران کے سامنے رکھا گیا، انھوں نے اس
 سے کہ خوشبو و ماغ میں پہنچ جائے گی، ناک بند کر لی، اس پر ان کے ایک
 ساتھی نے کہا کہ اگر آپ خوشبو سونگھ لیتے تو آپ کا کیا بگڑتا؟ بولے مشک
 کے سوا اور کس فائدے کے لئے خریدا جاتا ہے۔

ایک بار ایک شخص نے امن کی خدمت میں کھجوریں روانہ کیں، آدمی کھجوریں سامنے
 لایا، چہا کہ ان کو کس چیز پر لائے ہو؟ اس نے کہا ڈاک کے گھوڑوں پر چونکہ
 اک کا تعلق سرکاری چیزوں سے تھا، اس لئے حکم دیا کہ کھجوروں کو بازار میں
 ہمارے فروخت کر آؤ، وہ بازار میں آیا تو ایک مردانی نے ان کو خرید لیا اور پھر حضرت
 عبدالعزیزؓ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا، جب کھجوریں سامنے آئیں تو بولے کہ یہ تو
 کھجوریں ہیں، یہ کہہ کر کچھ سامنے کھانے کے لئے رکھ لیں اور کچھ گھر بن بھیج دیں
 لیکن بہت المال میں قیمت اخل کر دی۔

ایک بار انھوں نے لبنان کے شہد کا شوق ظاہر کیا، ابن معدی کرب ہاں کے
 مال تھے، ان کی بی بی نے ان کو کھلا بھیجا اور انھوں نے وہاں سے بہت سا شہد
 لے آیا، شہد سامنے آیا تو بی بی کی طرف خطاب کر کے کہا کہ غالباً تم نے معدی کرب
 کے دربار سے منگوا یا ہے، پھر اس کو فروخت کر داکر بیت المال میں قیمت داخل
 کرادی، اور معدی کرب کو لکھا کہ اگر تم نے دوبارہ ایسا کام کیا تو میں تمہارا
 سر کاٹ کر بی بی کے سامنے رکھ دوں گا۔

ایک بار ان کی بی بی نے ڈاک کی سواری پر ایک آدمی کو روانہ کیا، اور وہ دو
 بار کا شہد خرید لایا، شہد حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے سامنے آیا، اور یہ واقعہ معلوم

ہوا تو انھوں نے اس کو زور و ثمت کر ڈالا، اور دو دنیا واپس لے کر بقیہ قیمت بیت المال میں داخل کر دی اور کہا کہ تم نے مسلمانوں کے جانور کو عمر کے لئے تکلیف دی دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ اگر مسلمانوں کو میری قے سے فائدہ پہنچ سکتا تو میں قے کر دیتا۔

ایک بار سرکاری سیدب تقسیم فرما رہے تھے، ان کا ایک صغیر استن بچہ آیا، اور ایک سیدب اٹھا کر کھانے لگا، انھوں نے سیدب کو اس کے ہاتھ سے نہایت سختی کے ساتھ چھین لیا، بچہ روتا ہوا ماں کے پاس آیا، اس نے بازار سے سیدب منگا کر اس کو دیدیا، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ گھر میں آئے، تو سیدب کی خوشبو سونگھ کر بولے کہ کہیں سرکاری سیدب تو گھر میں نہیں آئے، ان کی بی بی نے داتھ بیان کیا تو بولے کہ میں نے سیدب اپنے بچے سے چھینا، تو گویا اپنے دل سے چھینا، لیکن مجھے یہ پسند نہ آیا کہ خدا کے سامنے مسلمانوں کے سیدب کے لئے اپنے آپ کو برباد کر دوں۔

ایک بار ان کی لڑکی نے ایک موتی بھیجا اور کہا کہ اس کا جوڑا بھیج دیجئے تاکہ میں نزل میں ڈالوں، انھوں نے اس کے پاس آگ کی دو چنگاریاں بھیج دیں، اور کہا کہ اگر تم ان چنگاریوں کو کان میں ڈال سکو تو میں اس موتی کا جوڑا بھیج دوں گا۔

خناصرہ میں اگرچہ اگلے خلفائے بہت سے مکاتبت بنواتے تھے، لیکن چونکہ نہ بیت المال کی آمدنی سے تعمیر ہوتے تھے، اس لئے جب وہاں گئے تو ان مکاتبت میں اترنا پسند نہیں کیا، اور میدان میں قیام کیا۔

برائت و آزادی | خلافت سے پہلے اگرچہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ہمیشہ خلفاء کے ماتحت اور زیر اثر رہے تاہم انھوں نے خلفاء کے سامنے ہر موقع پر اپنی آزادی کو قائم رکھا۔ وکیل بن عبد الملک نے ان سے سلیمان بن عبد الملک کی بیعت فسخ کرانی چاہی تو انھوں نے صاف انکار کیا، اور کہا کہ اے امیر المؤمنین ہم نے ایک ساتھ دو لوگوں کی بیعت کی ہے، اس لئے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس کی بیعت فسخ کر دیں اور تمھاری قائم رکھیں۔

ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اور سلیمان بن عبد الملک کے غلاموں میں لڑائی ہوئی، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ سلیمان کے پاس گئے تو اس نے کہا یہ کیا بات ہے کہ تمھارے غلاموں نے ہمارے غلاموں کو مارا؟ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے کہا کہ جے آپ کے کہتے سے پیشتر اس واقعہ کی خبر نہ تھی، سلیمان نے کہا کہ آپ جھوٹ کہتے ہیں، بولے کہ تم کہتے ہو کہ میں جھوٹ کہتا ہوں، حالانکہ جبکہ مجھے ہوش ہوا میں نے جھوٹ نہیں بولا، خدا کی زمین وسیع ہے تو آپ کی صحبت سے بے نیاز کر سکتی ہے یہ کہہ کر وہاں سے اٹھے اور مضر کا ارادہ کیا، بالآخر سلیمان نے خود ان کو مناکر بلایا۔

ایک بار سلیمان بن عبد الملک کے پاس اس کا بیٹا ایوبؓ جس کو انھوں نے دلی عہد بنایا تھا بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ آئے تو ایک آدمی نے بعض خلفاء کی بیویوں کی وراثت طلب کی، سلیمان نے کہا کہ عورتیں جائیداد نہیں پاتیں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے سنا تو نہایت تعجب ہوئے، سبحان اللہ قرآن مجید کہاں ہے؟ سلیمان نے غلام کو بلایا اور کہا کہ عبد الملک نے اس کے متعلق جو تحریر لکھی ہے وہ اٹھاؤ، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے طنزاً یہ کہا کہ گویا تم قرآن منگواتے ہو، ایوب

نے یہ طعنہ سنا تو بولا کہ امیر المومنین کی خدمت میں اگر کوئی شخص اس قسم کی باتیں کریگا تو ممکن ہے کہ وہ زندن میں اس کی گروں اڑا دی جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ بولے کہ اگر تم خلیفہ ہو گئے تو رعایا کو اس سے بھی زیادہ صدمہ پہنچے گا۔ سلیمان نے یہ گفتگو سنی تو ایوب کو ڈانٹا کہ تمہارے اس قسم کی باتیں کرتے ہو، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے کہا کہ ہم نے بھی تو کھری کھری سنائی۔

اسی جرأت و آزادی کا یہ نتیجہ تھا کہ وہ خلفاء کو ہر قسم کی اخلاقی نصیحتیں کرتے تھے، اور ان کی ناراضی کی ان کو مطلق پردہ انہیں ہوتی تھی، چنانچہ انھوں نے ایک بار عبدالملک بن مروان کو ایک خط میں لکھا کہ :-

”تو ایک چرواہا ہے، اور، پرچہ دا ہے سے اس کے مویشیوں کے متعلق سوال ہوگا، انس بن مالکؓ نے مجھ سے حدیث بیان کی ہے کہ انھوں نے رسول اللہؐ علی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ خدا نے واحد تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا، اور خدا سے زیادہ صادق البسیان کون ہو سکتا ہے“

ایک بار سلیمان بن عبدالملکؓ کے لئے روانہ ہوا، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ بھی ساتھ تھے، مقام عسقلان کے قریب پہنچ کر اس نے اپنا لاشکر اور خیمہ و خکاہ دیکھا تو عجب غرور کے نش میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے پوچھا کہ تم کو یہ چیزیں کیسی نظر آتی ہیں؟ بولے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا دنیا کو کھا رہی ہے، تم سے اس کا سوال اور مواخذہ کیا جائے گا۔“

عرفات میں قیام کیا تو بول لیا اور بجلی اس زور سے چمکنے لگی کہ سلیمان بہم کو

ڈاٹ کے کجاوے پر سرنگوں ہو گیا، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے کہا کہ یہ بادل تو رحمت
 لے کر آیا ہے، اگر عذاب لے کر آیا ہوتا تو کیا حال ہوتا؟ اس کے بعد سلیمان نے جمع
 کی طرف دیکھ کر کہا کہ کتنے آدمی جمع ہیں؟ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے کہا کہ یہ تمہارے
 لائق ہیں۔

ایک صحرا میں اسی قسم کا ایک اور واقعہ پیش آیا تو سلیمان نے گھبرا کر ایک
 لاکھ درہم حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو صدقہ کرنے کے لئے دیئے کہ اس کی برکت سے
 عذاب و برق کی یہ آفت ٹل جائے، حضرت عمرؓ ابن عبد العزیزؓ نے کہا اس سے بہتر
 ایک کام ہے، سلیمان نے کہا وہ کیا؟ بولے بعض لوگ جن کی جائیداد مخصوصہ تمہارے
 اس ہے انھوں نے تمہارے ساتھ آہا چاہا، لیکن اب تک نہ پہنچ سکے، سلیمان نے
 ان کے تمام مال و جائیداد واپس کر دیئے یہ

تاریخ متانت اور سنجیدگی کی وجہ سے مشہور و نعل کو نہایت ناپسند کرتے تھے
 ہر بار ایک شخص نے ان کے پاس بلند آواز سے گفت گو کی تو فرمایا، کہ یہ صرف کانی
 ہے کہ انسان کی بات اس کا ہم نشین سُن لے۔

مذاق کو نہایت ناپسند کرتے تھے، ایک بار خاندان ثنویامیہ کے چند لوگ
 جمع ہوئے، اور ان کے سامنے ظرافت آمیز گفتگو شروع کی، بولے تم لوگ اسی
 لئے جمع ہوئے ہو؟ صحبتوں میں قرآن مجید کے متعلق گفتگو کر دو ورنہ کم از کم شرفیاء
 آپس تو مشہور ہونا چاہئیں۔

۱۰ یہ تمام واقعات سیرت عمر بن عبد العزیزؓ رحمہ کے آٹھویں باب میں مذکور ہیں۔

جن اعضاء کے نام لینے سے شرم آتی ہے اُن کا نام نہیں لیتے تھے ایک بار بنل میں پھوڑا نکلا، لوگوں نے پوچھا کہ کہاں پھوڑا نکلا ہے؛ چونکہ بنل کا نام لینا پسند نہیں کرتے، اس لئے کہا کہ میرے ہاتھ کے بطن میں ہے۔

اسی طرح ایک شخص نے ایک صحبت میں کسی سے کہا کہ تیری بنل کے نیچے بولے اس سے بہتر طریقے سے گفتگو کیوں نہیں کرتے، لوگوں نے کہا وہ کیا؛ فرمایا ہاتھ کے نیچے کہنا زیادہ بہتر ہے۔

رحمدلی | مزاج میں نہایت رحم تھا، ایک بار ایک بدو نے پُر درد الفاظ میں اپنی حاجت کا اظہار کیا، تو رو پڑے، یہ رحم صرف انسانوں تک محدود نہ تھا بلکہ اُن کو جانوروں تک کی تکلیف گوارا نہ تھی، اُن کے پاس ایک بچہ تھا جس کو اُن کا غلام کرایہ پر چلا تا تھا، کرایہ کی آمدنی معمولاً روزانہ ایک درہم تھی، ایک دن غلام ڈیڑھ درہم لایا، تو بولے کہ یہ اضافہ کیونکر ہوا؛ اُس نے کہا آج بازار تیز تھا بولے نہیں، تم نے جانور سے زیادہ کام لیا، اس کو اب تین دن آرام لینے دو۔
ڈاک کے جانور دل کے متعلق حکم دیا تھا کہ ان کے کوڑے کی ٹوک میں چھینے والا نہ لٹکایا جائے، اور اُن کے منہ میں بھاری لگام نہ دی جائے۔

مصر کے عامل حیان کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مصر میں بار برداری کے اونٹ پر ہزار رطل وزن کا بوجھ لاداجاتا ہے، اب میرے اس خط کے پہنچنے کے بعد بوجھ کو یہ نہ معلوم ہو کہ کسی اونٹ پر چھ سو رطل سے زیادہ کا بوجھ لادایا گیا ہے۔

۱۔ سیرۃ محمد بن عبد العزیز ص ۴۳ ۲۔ ایضاً ص ۲۳۱ ۳۔ ایضاً ص ۴۷ ۴۔ کتاب الخراج

ص ۱۱۵ ۵۔ سیرۃ ابن عبد الحکم ص ۱۶۶

شرم و جیا | مزاج میں سخت شرم و جیا تھی، حمام میں بہاتے تھے تو بعض خدام اور بعض
ہزاروں کے سوا اندر کوئی نہیں جاسکتا تھا۔

نصیحت پذیری | سلاطین کو خود بینی، پند و موعظت کے قبول کرنے سے باز رکھتی
تھی۔ لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ایک اثر پذیر دل پایا تھا، اور اس کے ساتھ
ان کو یقین تھا کہ خلافت کا بوجھ ایک ایسا بوجھ ہے جو اگر دیانت کے ساتھ اٹھایا جائے
تو ہمارے لیے آٹھ سکتا، اس لئے وہ علماء سے نصیحت کے طالب ہوتے تھے، اور انکی
انصافوں سے شدت کے ساتھ متاثر ہوتے تھے، ایک بار امام حسن بصریؒ کو لکھا کہ مجھے
انصاف کے ساتھ نصیحت کیجئے، چنانچہ انھوں نے مختصر الفاظ میں نصیحتیں کیں۔

ایک بار تمام فقہائے عراق کو اس غرض سے طلب فرمایا، سب لوگ آئے لیکن
امام بصریؒ نے علالت کا عذر کیا، اور ایک نصیحت امیر خط بھیجا، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ
کو وہ خط ملا، تو آنکھوں سے لگایا، اور اس کے مضمون سے اس قدر متاثر ہوئے
کہ رو پڑے۔

جب علیہؓ ہوئے تو حضرت سالم بن عبد اللہ اور محمد بن کعب ان کے پاس گئے
وہ باری باری دونوں سے نصیحت کے طالب ہوئے، انھوں نے نصیحتیں کیں تو
انھوں نے تاثیر سے رو پڑے، ایک بار ان کے سامنے آتش دان رکھا ہوا تھا، اسی حالت
میں ایک شخص آیا تو اس سے انھوں نے نصیحت کی درخواست کی، اس نے نصیحت
کی تو اس قدر روئے کہ آتش دان کی آگ آنسوؤں سے بجھ گئی۔

بعض علماء خود جاتے اور ان سے نصیحت کرنے کی خواہش کرتے، وہ بخوشی اجازت

دیتے، اور وہ نصیحت کرتے، ایک بار ابن ابیہتم ان کی خدمت میں گئے، اور کہا کہ آپ کو مسرور کروں، بولے ”نہیں“ کہا نصیحت کروں، بولے ہاں، چنانچہ انھوں نے ایک عام خطبہ دیا، جس میں خصوصیت کے ساتھ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی طرف خطاب کیا۔
 علامہ نے ان کو جو نصائح کئے ہیں ان سب کو علامہ ابن جوزی نے اپنی کتاب ”الکبیر“ باب میں جمع کر دیا ہے لیکن نہایت افسوس ہے کہ یہ مجموعہ پند و نصیحت ایک ایسے شخص کے لئے موزوں نہیں ہے جو دیندار ہونے کے ساتھ دنیا و آخرت میں ہر نصیحتوں میں اُس دنیا کا تو بہت ذکر آیا ہے، لیکن اس عالم سے آنکھیں بند کر لی ہیں، حالانکہ ایک خلیفہ بادشاہ کی اصل سعادت گاہ یہی دنیا ہے۔

زہد و تقشف | خلافت کے سلسلے نے سلیمان بن عبد الملک تک پہنچ کر قریعہ و کسر کا قالب اختیار کر لیا تھا، اور خود حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے خلافت سے پہلے اسی قالب کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، چنانچہ ”الکلامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں۔“
 کان اذا ذاک لا یذکر بکثیر وہ اس وقت عدل و درہمیں کچھ ایسے مشہور نہ تھے۔
 عدل ولا زہد

مدینہ کے گورنر مقرر ہو کر روانہ ہوئے، تو ۳۰ اونٹ ذاتی ساز و سامان سے لدے ہوئے ساتھ ساتھ تھے، رجا بن حیوۃ کا بیان ہے۔

کان عمر بن عبد العزیز من	عمر بن عبد العزیز سب سے زیادہ خوش پوش و پرشاک
اعطر الناس و البس الناس	سب سے زیادہ خوشبو لگانے والے اور سب سے
واخیلہم فی مشیتہ	زیادہ مغرورانہ انداز سے چلنے والے تھے

سیرۃ ابن عبدالحکم صفحہ ۲۱ میں ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ امویوں میں سب سے زیادہ عیش پسند تھے جس راستے سے گذرتے اس میں خوشبو پھیل جاتی، ان کی مغروانہ چال کا نام ہی عمری چال پڑ گیا تھا، اور اس کے حسن اور تہنتر سے نوڈیا اس کی نقل کرتی تھیں، خلیفہ ہونے کے بعد انھوں نے سب کچھ چھوڑ دیا، لیکن اس چال کو نہ چھوڑ سکے، ان کی تہ بند اس قدر نیچے ٹٹکتی تھی کہ جوتے کے اندر داخل ہو جاتی تھی، چادر کا کونہ شانے سے گر جاتا تھا، لیکن وہ اس کو نہیں ہٹاتے تھے، مہرچرخے کے بجائے عنبر سے لگاتے تھے۔

ان کی خوشبویوں بوریوں لونگ ڈالی جاتی تھی، اور داڑھی پر نمک کی طرح عنبر چھڑکتے تھے۔

رباع بن عبید کہتے تھے کہ گورنری مدینہ کے زمانہ میں انھوں نے لمحے ایک جوتہ خریدنے کا حکم دیا، میں دس اشرفی پر خرید لایا، تو اس کو چھو کر بولے کہ مجھے اس میں کڑھکی محسوس ہوتی ہے، یہ خود حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو اپنی عیش پرستی کا اعتراف تھا، چنانچہ فرماتے ہیں۔

ثم تانت نفسي الى اللبس و	پھر مجھے لباس خوشبو اور عیش پرستی کا شوق
العیش و الطيب فما علمت ان	پیدا ہوا تو میری دانست میں نہ میرے
احدا من اهل بيتي ولا غيرهم	خاندان میں اور نہ دوسرے خاندان میں
كان في مثل ما كنت فيه	کوئی شخص اس طرح امیرانہ زندگی بسر
وسيرة عمر بن عبد العزیز (ص ۷۷)	کرتا تھا جس طرح کہ میں۔

لباس کے متعلق خود اُن کا بیان ہے کہ جب میرے کپڑوں کو لوگ دیکھ لیتے تھے
تو میں سمجھتا تھا کہ پُرانا ہو گیا ہے

لیکن خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی اُن کی حالت میں دفعۃً انقلاب پیدا ہوا پس وہ
عمر بن عبدالعزیز تھے، اب مکر بن الخطاب ہو گئے، حسن بصری ہو گئے، امام زہری ہو
گئے، چنانچہ علامہ ذہبی ان کی قدیم حالت کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں،

ولكن تجد دله لما استخلف
وقبله انما فصار بعد في حسن
السيرة والقيام بالقسط مع
جده لامله عمود في الزهد
مع الحسن البصري وفي العلم
امام زهري في مثل هو مكنى

مع الزهري

ۛ ۛ ۛ

رجاء بن حیوۃ جنہوں نے اُن کی قدیم حالت کو دیکھا تھا، فرماتے ہیں کہ خلیفہ ہونے
کے بعد اُن کے لباس یعنی عمامہ، قمیص، ثوبا، کمرۃ، موزہ، اور چادر وغیرہ کی قیمت
لگائی گئی تو صرف ۱۲ درہم ٹھہری ہے

ربیع بن عبیدہ جنہوں نے دس اشرفی کا جبہ خرید کر اُن کے سامنے پیش کیا تھا
اور اُن کو کرخت معلوم ہوتا تھا، اُن کا بیان ہے کہ خلافت کے بعد ہی اُن کے
لئے اُن کا ایک جبہ صرف ایک اشرفی پر خرید کر لایا تو انہوں نے اس کو دیکھ کر کہا کہ
کس قدر نرم ہے یہ

۱۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۶۷ ۲۔ ایضاً ص ۱۲۷ ۳۔ ایضاً ص ۱۵۰ ایسی روایت کسی قدر اختلاف
کے ساتھ سیرت ابن عبدالحکم ص ۳۸ میں موجود ہے۔

ان کا بیان تھا کہ میرادل خوشبودار لباس کا مشتاق ہوا تو میں نے اس معاملہ میں اپنے تمام خاندان پر تفوق حاصل کیا، لیکن اس کے بعد خود ان کا بیان ہے کہ میرلول آخرت کی طرف مائل ہوا، اور اب میں آخرت کو دنیا کے مقابل میں برباد کرنا نہیں چاہتا۔

یونس بن شیبہ جنہوں نے ان کو خلافت سے پہلے اس حالت میں دیکھا تھا کہ توند نکال ہوئی تھی، ان کا بیان ہے کہ خلافت کے بعد اگر میں گنہگار چاہتا تو بغیر شکوے ہوئے ان کی پسلیوں کو گرنے دیتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جس وقت بادشاہ نہ تھے اُس وقت سب بڑے بادشاہ تھے، اور جس وقت تاج خلافت سر پر رکھا تو بالکل راہب ہو گئے۔ قدم و چشم، عطر و لباس اور دوسرے سامان اُرائش کو ۲۳ ہزار دینار پر فروخت کر کے خدا کی راہ میں دیدیا۔ چنانچہ جب اصطلیل خاندن کے واروغہ آئے اور گھوڑوں اور سائیسوں کا خرچ مانگا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کو مختلف صوبوں میں بھیج دیا کہ فروخت کر کے ان کی قیمت خدا کی راہ میں دیدی جائے، غلاموں کے لئے تنخواہ وغیرہ کا سوال ہوا تو تمام صوبوں کے اندھے اپنا سچا اور تقسیم جمع کر کے، اور ان غلاموں کو ان پر تقسیم کر دیا اور خود وہ ابراہیم اہم بن گئے جن کا اثر ان کے تمام نظام زندگی سے نمایاں ہوتا تھا۔ لباس اکیرا نہایت سادہ اور معمولی درجہ کا پہنتے تھے اور ان میں متعجب ہونے والے رہتے تھے ایک بار قمیص کے گریبان میں آگے اور پیچھے دونوں طرف پونڈ لگے ہوئے تھے۔ نماز

۱۔ میرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص ۶۲ ۲۔ ایضاً ص ۵۲ ۳۔ طبقات ابن سعد ص ۵۴

۴۔ میرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص ۱۵۴ ۱۵۵

جس پر ہڑھاکر بیٹھے تو ایک شخص نے آکر کہا کہ اے امیر المؤمنین خدا نے آپ کو سب کچھ دیا ہے
 کاش آپ غم نہ کھڑے ہوتے یہ سن کر تھوڑی دیر تک گردن جھکالی، پھر سر اٹھا کر کہا کہ
 میاں رومی تمہاری حالت میں اور عقود و درگزر قدرت کی حالت میں بہتر ہے۔
 ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے ان کو ایک ایسی قمیص پہنے ہوئے دیکھا جس کے
 پورے دونوں شانوں کے درمیان پیوند لگا ہوا تھا۔

اکثر اوقات جسم پر صرف ایک کپڑا رہتا تھا اور اسی کو بار بار دھو کر پہنتے تھے،
 میمون کا بیان ہے کہ انھوں نے ایک چادر ۶ مہینے تک نہیں بدلی، وہی ہر جگہ کو پہنی
 جاتی تھی، اور اس پر زعفران کا رنگ دیدیا جاتا تھا، ایک روز جمعہ کے دن مسجد کے
 جانے میں دیر ہوئی کسی نے تاخیر کی وجہ پوچھی تو بولے کہ غلام کپڑے دھونے کو لے گیا
 تھا اور اس کے سوا کوئی دوسرا کپڑا نہ تھا۔

مسلمہ کا بیان ہے کہ میں مرض الموت میں ان کی عیادت کو گیا تو دیکھا کہ ایک میل
 سی پٹی ہوئی قمیص پہنے ہوئے ہیں، انھوں نے ان کی بی بی فاطمہ سے کہا کہ امیر المؤمنین
 کی قمیص دھو ڈالو، دوسرے روز گئے تو بدن پر پیر وہی قمیص نظر آئی، بولے کہ میں نے
 تم کو قمیص اس لئے دھونے کو کہا کہ لوگ عیادت کو آتے ہیں، بولیں اس کے سوا ان کے
 پاس کوئی قمیص ہی نہیں ہے۔

عنداً | غذا نہایت معمولی کھاتے تھے، ایک بار صبح کو گھر سے دیریں نکلے اس لئے
 اہل صحبت کو خیال ہوا کہ کسی پر ناراض تو نہیں ہیں، ان کو اس کی اطلاع ہوئی تو بطور

۱۔ سیرت عمر بن عبد العزیز رحمہ ص ۱۳۶ ۲۔ ایضاً ص ۸ ۳۔ طبقات ص ۲۹۶

۴۔ سیرت عمر بن عبد العزیز رحمہ ص ۱۵۳ ۵۔ ایضاً ص ۱۵۳

اعطرت کے کہا کہ رات میں تے مسور اور چنے کی وال کھائی، اس لئے نفع ہو گیا، اہل مجلس
اس ایک صاحب بولے کہ اے امیر المؤمنین خداوند تعالیٰ تو اپنی کتاب میں کہتا ہے۔

فکلو امن الطیبات ما ہم نے تم کو جو کچھ دیا ہے ان میں سے
روز قناکم بہتر چیزیں کھاؤ۔

ہرے افسوس! تم نے اُلٹے معنی لئے، اس سے مراد وہ مال ہے جو کسب حلال
سے حاصل کیا جائے، لذیذ کھانا مراد نہیں ہے۔

محمد بن زبیر اختطی کا بیان ہے کہ میں ایک شب اُن کے پاس گیا تو دیکھا کہ،
روٹی کے ٹکڑے زیتون کے تیل کے ساتھ کھا رہے ہیں یہ

ایک دن انھوں نے اندر گھر میں ایک شخص کو بلا لیا، وہ اندر پہنچا تو دیکھا کہ
ایک دسترخوان پر ایک طشت رومال سے ڈھکی ہوئی رکھی ہے اور حضرت عمر بن
عبدالعزیز نماز پڑھ رہے ہیں، نماز پڑھ چکے تو دسترخوان کو سامنے کھینچ کر
کہا کہ آؤ کھاؤ کہاں وہ مقررہ مدینہ کی زندگی اور کہاں یہ زندگی، یہ کہہ کر روپڑے
در پھر کچھ نہ کھایا یہ

ایک بار اُن کے خادم کو وال کھانے کے لئے ملی، تو بدلا روز روز وال اس
کی سبتہ نے کہا کہ تمہارے آقا امیر المؤمنین کی بھی یہی غذا ہے، لیکن یہ معمول غذا
ہی زمانہ خلافت میں کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی تھے

مکان | قصر و محل لازمہ امارت ہیں، لیکن انھوں نے عمر بھر ذاتی حیثیت سے

۱۵ طبعات ابن سعد ص ۲۴۰ ۱۶ ایضاً ص ۲۴۳ ۱۷ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۵۹

۱۸ ایضاً ص ۱۵۲ ۱۹ طبعات ابن سعد ص ۲۵۳

کوئی عمارت تعمیر نہیں کی، فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم کی سنت یہی ہے آپ
دنیا سے رخصت ہوئے اور اینٹ کو اینٹ پر اور شہتیر کو شہتیر پر نہیں رکھا، یہاں
تک کہ گھر میں ایک بالاحاقہ تھا، جس کے زینے کی ایک اینٹ ہتی تھی جس سے اترتے
چڑھتے وقت گرنے کا خوف معلوم ہوتا تھا، ایک دن اُن کے غلام نے اس کو مٹی
سے جوڑ دیا، وہ چڑھے تو اس کی حرکت محسوس نہیں ہوئی، غلام سے پوچھا تو اس نے
واقعہ بیان کیا، بولے مٹی کو اکھیر ٹو لوئیں، خدائے عہد کیا تھا کہ اگر خلیفہ ہوگا
تو ایک اینٹ بھی دوسری اینٹ پر نہ رکھوں گا۔

گھر میں کسی قسم کا ساز و سامان نہ تھا، ایک بار عراق سے ایک عورت آئی اور
اُن کے گھر میں جا کر دیکھا کہ کسی قسم کا ساز و سامان نہیں ہے، بولی کہ میں اسی ویران
گھر سے اپنا گھر آباد کر نے آئی ہوں، اُن کی بی بی فاطمہ نے کہا کہ تمہیں جیسے لوگوں
کی گھر کی آبادی نے اس گھر کو ویران کر رکھا ہے، اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ
آئے اور اس نے اپنی پانچ لڑکیوں کی نادرانی بیان کی تو اُن میں چار کا وظیفہ
مقرر کر دیا۔

اہل و عیال | بی بی سے بالکل علمدگی اختیار کر لی تھی، اُن کی بی بی فاطمہ کا بیان
ہے کہ خلیفہ ہونے کے بعد اُن کو کبھی غسل جنابت کی ضرورت نہیں ہوئی، میں نے
ایک بار کسی نقیبہ کے یہاں کھانا بھیجا کہ امیر المؤمنین جو کر رہے ہیں یہ جائز نہیں ہے
وہ بی بی سے بالکل تعلق نہیں رکھتے، انھوں نے اُن سے ذکر کیا تو بولے کہ جس کی گردن
پر تمام امت مستعد یہ کا بوجھ ہو اور قیامت کے دن اُس کا مواخذہ کیا جائے،

وہ کہہ کر ان تعلقات کو قائم رکھ سکتا ہے؟

لونڈیاں جو تھیں ان کو اختیار دے دیا تھا کہ جس کا جی چاہے آزاد ہو جائے
اور ہر مہنا چاہیں وہ رہیں لیکن ان کو ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا یہ
روزانہ خرچ کل دو درہم تھا، جس کا بار کبھی بیت المال پر نہیں ڈالا، ذاتی آمدنی
پر کچھ تھی وہ بھی خلافت کے بعد کم ہو گئی، کیونکہ اموال معصوبہ کی واپسی کے سلسلہ
میں انھوں نے سب سے پہلے خود اپنی جائیدادیں واپس کیں، جس وقت خلیفہ ہوئے تھے
ان کی جائیداد کا منافع پچاس ہزار درہم تھا، لیکن وفات کے وقت گھٹ کر دو سو بیس
درہم ہوئی، ایسی حالت میں اہل و عیال عسرت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔

ایک بار عبداللہ بن زکریا ان کے یہاں گئے اور ان کے اہل و عیال کی تنگدستی
کو دیکھ کر ان کا دل بھر آیا، بولے کہ یا امیر المؤمنین! آپ اپنے عمال کو سو سو دنیا
ملکہ اس سے بھی زیادہ مشاہرہ دیتے ہیں، بولے اگر وہ قرآن و حدیث کے مطابق
عمل کریں تو یہ بہت کم ہے میں ان کو معاش کے جھگڑوں سے بالکل نجات دلانا
چاہتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ جب یہ جائز ہے اور جب کہ آپ خود ان سے زیادہ
کام کرتے ہیں تو آپ بھی مشاہرہ لیجئے اور اپنے اہل و عیال کو فارغ البال کیجئے
کیونکہ وہ بہت محتاج ہیں بولے کہ تم نے یہ ہماری ہمدردی اور بھلائی کی نیرت
سے کہا ہے، پھر بایں اہل و عیال ہاتھ پر رکھ کر بولے، لیکن یہ گوشت کُل کا کل خدا
کے مال سے پیدا ہوا ہے اور اب میں خدا کے مال سے اس میں کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔
۱۔ طبقات ابن سعد ص ۲۹۳ تا تاریخ الخلفاء ص ۲۲۷، سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۲۷۲
ایک روایت میں ہے کہ خلافت کے وقت ان کی جائیداد کا منافع ۳۰ ہزار تھا جو گھٹ کر ۲۰ ہزار درہم رہ گیا

ایک بار گھر میں ضروریاتِ معاش کے لئے کچھ نہ تھا، ان کے غلام مزاحم سخت پریشان ہونے لگا، کیا انتظام کیا جائے، مجبوراً ایک شخص سے پانچ وینار قرض لئے، یمن کی جائداد کا منافع آیا تو وہ نہایت خوش ہو کر اس کے پاس گئے کہ ابھی قرض ادا کرتا ہوں، یہ کہہ کر گھر میں گئے تو سر پر ہاتھ رکھ کر بکھلے، اور کہا کہ خدا امیر المؤمنین کو اجر دے خدا امیر المؤمنین کو اجر دے، اس رقم کو بھی جو ان کی ذاتی رقم تھی بیت المال میں داخل کروا دینا۔

ایک بار گھر میں گئے اور بنی بی سے کہا کہ ایک درہم میں آگور خریدنا چاہتا ہوں؛ بولیں نہیں، فرمایا ایک پیسہ ہو گا، انھوں نے غصہ کے اندیشہ میں جواب دیا کہ تم امیر المؤمنین ہو کر ایک درہم بلکہ ایک پیسہ کی بھی قدرت نہیں رکھتے؛ بولے جہنم کی سنگھڑیوں سے زیادہ آسان ہے یہ۔

بچوں سے اگرچہ بہت زیادہ محبت رکھتے تھے لیکن اس محبت کا اظہار کبھی نبوی کریمؐ زینت اور عیش و عشرت کی صورت میں نہیں ہوتا تھا، ایک بار انھوں نے اپنی لڑکی ایتہ کو نہایت پیار سے پاس بلایا، لیکن وہ ذاتی، اب ایک آدمی کو بھیج کر بلوایا، اور نہ آنے کی وجہ پوچھی، اس نے کہا میرے پاس کپڑا نہ تھا، مزاحم کو حکم دیا کہ فرش کو پھاڑ کر اس کے لئے ایک قمیص تیار کر دو، حسن اتفاق سے لڑکی کی پیمو پھیلا مٹھنیاں نہایت دولت مند تھیں، ایک آدمی ان کے پاس گیا، اور واقعہ بیان کیا، انھوں نے ایک تھان کپڑا بھیج دیا اور کہا کہ عمر کے کچھ نہ مانگو۔

ایک بار ان کے صاحبزادے عبداللہ آئے اور کپڑے مانگے انھوں نے ان کو خیار

ابن ہاشم بصری کے پاس بھیج دیا کہ ہمارے کپڑے وہاں رکھے ہوئے ہیں، وہ گئے تو قیام
 کے کارٹھے کپڑے نکال کر سامنے رکھ دیے اور کہا کہ جس قدر ضرورت ہو لے لو انھوں
 نے کہا کہ یہ میری اور میرے خاندان کی پوشش نہیں ہے، انھوں نے کہا کہ امیر المؤمنین
 کے یہی کپڑے ہیں، جو میرے پاس ہیں، عبد اللہ پٹنے اور حضرت عمر بن عبد العزیز سے
 لائے ہیں کیا، تو بولے کہ ہمارے پاس تو یہی کپڑے ہیں، اب انھوں نے مایوس ہو کر
 شاپا چاکا تو بولے کہ اگر لینا چاہو تو میں تمہارے وظیفہ میں سے سودینا پیش کی
 جا سکتا ہوں، وہ راضی ہو گئے تو انھوں نے سوا اشرفیاں دلوادیں، لیکن جب
 ان کا تقسیم ہوا تو اس کو مہجرا لے لیا۔

ان کی اولاد میں اگر کوئی بیش قیمت چیز کا استعمال کرتا، تو اس کو بھی منع کرتے
 تھے، بار ان کے صاحبزادے نے انگوٹھی بنوائی، اور اس کے لئے ہزار درہم کا ٹیگ
 لیا، حضرت عمر بن عبد العزیز کو معلوم ہوا تو لکھا کہ اس انگوٹھی کو فروخت کر ڈالو
 اور اس رقم سے ہزار بھوکوں کا پیٹ بھرو، اور ایک لوہے کی انگوٹھی خرید کر اس
 پر عبارت کندہ کرالو: خدا اس شخص پر رحم کرے جس نے اپنی قدر پہچانی۔

وہ معمولاً عشاء بعد اپنی لڑکیوں کے یہاں جایا کرتے تھے، ایک رات گئے، اور
 لڑکیوں نے آنے کی آہٹ پائی، تو اٹھ سے اپنے منہ بند کر کے دروازے تک آئیں
 انھوں نے اس کی وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ ان کے پاس شب کے کھانے میں مسور
 کی وال اور پیاز کے سوا کچھ نہ تھا، اس لئے انھوں نے یہ پسند نہیں کیا کہ آپ ان
 کی انکار کر دے، سو انھوں نے اس پر وہ روپے اور کہا کہ اے میری لڑکیو! تم کو اس سے

کیا فائدہ ہوگا کہ تم طرح طرح کے کھاتے کھاؤ، اور تمہارا باپ و ذریعہ کی آگ میں جھونک دیا جائے، یہ سُن کر تمام لڑکیاں پیچ مامور رو پڑیں۔

تَقْوٰی و تَوَرُّع | بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو بظاہر جائز معلوم ہوتی ہیں، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ بھی مشبہہ سے خالی نہیں ہوتیں، تقویٰ و تَوَرُّع کا تعلق ان ہی چیزوں سے ہے، اور بہت کم لوگ ان سے اجتناب کرتے ہیں لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ میں یہ وضع بدرجہ اتم موجود تھا، اگر کبھی ذمیوں کے یہاں مہماں ہوتے اور وہ لوگ وودھ اور ترکاری لاتے، تو اُن سے زیادہ معاوضہ دے کر ان چیزوں کو استعمال میں لاتے اور اگر وہ معاوضہ لینے سے انکار کرتے، تو ان چیزوں کو استعمال نہ کرتے، لیکن اگر کوئی مسلمان کوئی چیز ہدیہ دیتا تو اس کو سرے سے قبول نہیں کرتے۔ ایک بار انھوں نے سیب کی خواہش کی، اُن کے ڈانڈان کا ایک شخص اُٹھا، اور اُن کی خدمت میں ایک سیب ہدیہ بھیج دیا، آدمی سیب لے کر آیا تو اس کو قبول تو نہیں کیا، لیکن اخلاقاً فرمایا کہ جا کر کہہ دو کہ آپ کا ہدیہ پسند خاطر ہوا، اس نے کہا یہ تو گھر کی چیز ہے، آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے، بولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدیہ بے شبہہ ہدیہ تھا، لیکن وہ ہمارے لئے رشوت ہے یہ۔

تَوَكُّل | حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو توکل علی اللہ نے تمام خطرات سے بے پروا کر دیا تھا ایک بار ان سے بہت سے لوگوں نے کہا کہ آپ کھانا دیکھ بھال کر کھائیں تا نہ پڑھیں تو ساتھ ساتھ پردہ دار رکھیں، کہ کوئی شخص حملہ نہ کر بیٹھے، طاعون میں جیسا کہ تمام

۱۔ سیرۃ ابن عبد الحکم ص ۵۵ ۲۔ سیرۃ عمر بن عبد العزیز ص ۱۶۲ ۳۔ سیرۃ عمر بن عبد العزیز ص ۱۶۲

علماء کا طریقہ تھا کہ باہر نکل جائیں، بولے کہ آخر وہ لوگ کیا ہوئے؟ جب ان لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا کہ خداوند اگر تیرے علم میں روزِ قیامت کے سوا اور کسی دن کے اردوں تو میرے خوف کو اطمینان نہ دے سکے۔

چونکہ خوارج کے ناگہانی حملوں سے تمام خلفاء کی زندگی غیر محفوظ ہو گئی تھی، اس لئے خلفاء کی حفاظت کے لئے بہ کثرت سپرہ دار رہتے تھے جس کی ابتدا حضرت امیر معاویہؓ نے کی تھی، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اگرچہ کلیۃً ان سپرہ داروں کو معزول نہیں کیا تاہم ان صاف صاف کہہ دیا کہ میں تم سے بالکل بے نیاز ہوں، تقدیر الہی میری حفاظت کے لئے کافی ہے تم میں جس کا جی چاہے رہے جس کا جی چاہے چلا جائے۔

پاک خاندان | حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اگرچہ مذہبی حیثیت سے اپنے خاندان کے آئینہ جہاں باقی کو ناپسند کرتے تھے تاہم ان کو اپنے خاندان کی عزت و حرمت کا کچھ کم پاس نہ تھا۔

ایک بار خوارج نے ان سے اثنائے مناظرہ میں کہا کہ جب تک آپ اپنے خاندان سے تبریٰ اور ان پر لعنت و ملامت نہ کریں گے ہم آپ کی اطاعت قبول نہ کریں گے، بولے کیا تم نے فرعون پر لعنت لگ ہے؟ ان سب نے کہا نہیں بولے جب تم نے فرعون سے درگزر کی تو میں اپنے خاندان سے کیوں نہ چشم پوشی کروں درانحالیکہ ان میں بڑے بچے نیک و بد ہر قسم کے لوگ تھے۔

ایک بار کسی نے حضرت امیر معاویہؓ کو گھبراہٹا دیا کہ تو انھوں نے اس کو تین کوڑے

مارے، اور تمام زمانہ خلافت میں صرف یہی میں کوڑے تھے جو انھوں نے اپنے ہاتھ سے مارے تھے یہ

اعزوہ سے محبت | حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اعزوہ واقارب سے نہایت محبت رکھتے تھے، اُن کے چچا عبد اللہ بن مروان کا انتقال ہوا، تو اگرچہ اس زمانہ میں وہ امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے تاہم سلمان عیش کو تہہ کر کے رکھ دیا، اور دو ڈھائی مہینہ تک صرف کل پہنتے رہے، قاسم بن محمد نے سمجھا یا تو پھر اپنی اصلی حالت پر آئے۔

بیٹوں میں عبد الملک سے بہت قریادہ محبت تھی ایک بار مہمون بن مہران سے کہا کہ میرا بیٹا عبد الملک میری آنکھوں میں گھس گیا، نہیں میرے جذبات عقل پر تو غالب نہیں آگئے، میں چاہتا ہوں کہ آپ آکر اس کے ہم فضل کا امتحان لیں۔ دشمنوں کے ساتھ رفق و ملاطفت | دشمنوں کے ساتھ نرمی کرنا صرف ان لوگوں کا کام ہے جو انتہا درجہ کے شریف ہوں، اور حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اسی قسم کے لوگوں میں تھے، اسلام میں خوارج کا فرقہ ہمیشہ سے خلفاء کا دشمن رہا ہے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ہمیشہ اس فرقہ کے ساتھ رفق و ملاطفت کا برتاؤ کیا۔ ایک بار کسی خارجی نے سلیمان بن عبد الملک کو فاسق اور فاسق زادہ کہا، اس نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ سے رائے طلب کی تو بولے کہ جس طرح اس نے آپ کو بُرا بھلا کہا ہے، آپ بھی کہہ لیجیے یہ

ایک بار چند خارجی اُن کی خدمت میں آئے اور مناظرہ کرنا شروع کیا حضرت

۱۔ طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبد العزیزؓ ص ۲۸۳ ۲۔ سیرت عمر بن عبد العزیزؓ ص ۳۵

۳۔ سیرت عمر بن عبد العزیزؓ ص ۲۶۳

مرد بن عبد العزیز کے بعض ہمنشینوں نے کہا کہ ذرا بگڑا کر ان کو مرعوب کیجئے، لیکن وہ ان سے نہایت نرم خوئی کے ساتھ گفتگو کرتے تھے، یہاں تک کہ وہ سب ایک خاص ضرط پر راضی ہو کے چلے گئے، اب حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اپنے ہمنشین کے زانو پر ہاتھ مار کر کہا کہ جب تک دوا سے صحت ہو کسی کو دافعا نہیں چاہیے۔
خارجیوں کے ساتھ معاملہ کہ کارزار پیش آیا، تو بڑا بد وقت ان شرائط کے ساتھ جنگ کی اجازت دی کہ عورت بچے، قیدی قتل نہ کئے جائیں، زخمیوں کا قبضہ نہ کیا جائے، ہموال غنیمت ہاتھ آئے وہ انہی کے اہل و عیال کو واپس دیدیا جائے، قیدی اس وقت تک قید رکھے جائیں، جب تک کہ راہِ راست پر آجائیں۔

ان کے نزدیک حجاج اس قدر مغرض شخص تھا کہ اس کے تمام خاندان کو بھلا وطن کر دیا تھا اور تمام شمال کو ہدایت کی تھی کہ اس کی روش اختیار کریں، بسکن این مہربان ان کے سامنے تراج بن عبیدہ نے حجاج کو گالی دی تو روکا اور بولے اے تراج جب مظلوم ظالم کو خوب بڑا بھلا کہہ کر اپنا بدلہ لے لیستنا ہے تو ظالم کو اس پر فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔

ان کے تمام دشمنوں کو ان کی اس رفق و ملاطفت کا اس قدر یقین تھا کہ تراج نے جب محمد بن یزید المہلب کو ان کے حکم سے گرفتار کیا تو اس کے ساتھ قید کی حالت میں اس قدر نرمی کی کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اس کو کہا کہ تم آلِ مہلب کی ماں ہو جو اس کے لئے بستر پہنچاتی ہے، اور اس پر اس کو مسلاتی ہے لیکن باہیں اس نے خود حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے دربار کی حاضری کو اس عیش و آرام پر

ترجیح دی، اور اس کا یہ خیال صحیح نکلا، چنانچہ جب وہ اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے اس کو بالکل رہا کر دیا۔

اہل حاجت کی امداد | جو لوگ محتاج اعانت ہوتے تھے، حضرت عمر بن عبد العزیز ہر ممکن طریقہ سے ان کی امداد کرتے تھے، اپنی ہم نشینی کے لئے جو شرطیں مقرر کی تھیں اُن میں ایک شرط یہ تھی کہ میرے ہم نشینوں کو مجھ تک ان لوگوں کی حاجتیں پہنچانا چاہیں جو خود اُن کے پہنچانے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

ایک بار اُن کے سامنے ایک چور پیش کیا گیا، تو اُس نے احتیاج کا غدار پیش کیا، انہوں نے اس کا غدار تسلیم کیا اور اس کو دس درہم دلوائے۔
ایک بار ایک بددیا اور اپنی حاجت کو نہایت پروردہ الفاظ میں پیش کیا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے گردن جھکالی اور آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری ہو گئے۔
سراٹھا کر پوچھا کہ تم سب کتنے آدمی ہو؟ اس نے کہا ایک میں اور آٹھ بیٹیاں انہوں نے بیت المال سے سب کے وظائف مقرر کر دیئے اور سوود ہم ذاتی طور پر اپنی جیب سے دیئے۔

جب خمس کے غلاموں کی کثرت ہو جاتی تو وہ اپا رحوں کی خدمت کے لئے ایک غلام اور ہراندھے کی راہبری کے لئے ایک غلام عطا فرماتے۔
یہ قائمہ تھا کہ جب اُن کے ڈاکے چلتے، تو جو شخص خط دریا اس کو لے لیتے چنانچہ ایک بار مقرر سے ڈاکہ چلا، تو ایک شخص کی لونڈی نے اس کو خط دیا کہ اس کے گھر کی

۱۰ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۹۶ ۱۱ ایضاً ص ۶۴ ۱۲ ایضاً ص ۹۹

۱۳ ایضاً ص ۴۴ ۱۴ سیرت ابن عبد الحکم ص ۵۵

اور اس قدر پست ہے کہ لوگ اس کو پچاند کر مرغیاں چڑا لے جاتے ہیں، انھوں نے اپنے عامل شریعیں کو لکھا کہ میرے خط کے پہنچنے کے ساتھ ہی فوراً اجاؤ، اور اس کی دیوار اٹھائی کرو، اسی کے ساتھ اس بوڑھی کو بھی اس کی اطلاع دی جائے۔

عیادت و عزاداری | اگرچہ امراء و سلاطین بہت کم گھر سے باہر قدم نکالتے ہیں، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ و دست و دشمن کی عیادت و تعزیت کو بے تکلف جاتے تھے، اور ان کو تسلی دیتے تھے۔

ایک بار ابوقتلابہ شام میں بیمار ہوئے تو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ان کی عیادت کر کے شریف لے گئے، اور کہا کہ ابوقتلابہ چاک و چست ہو جاؤ، اور ہم پر منافقین کو منہ سے کا موقع نہ دو۔

ایک بار ایک شخص کا لڑکا مر گیا، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اس کے پاس تعزیت کو گئے، وہ نہایت صابر و شاکر آدمی تھا، لوگوں نے کہا رضا و تسلیم اس کا نام ہے بدلے رضا میں صبر۔

عمر بن عبد اللہ بن عتبہ کے باپ نے انتقال کیا تو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ان کے پاس ایک تعزیت نامہ بھیجا جس میں لکھا کہ ہم آخرت کے رہنے والے ہیں، دنیا میں اگر قیام کر لیا ہے، مردے اور مردوں کے بیٹھے ہیں، تو کس قدر تعب ہے اس مردے پر جو مردے کو خط لکھتا ہے، اور مردے کی تعزیت دیتا ہے یہ

ہرول عزیزی | حدیث شریف میں آیا ہے۔

اذا احب الله العبد قال لعبدیئیل خدا جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل سے

قد احببت فلانا فاحببه في حبه جبرئيل
 ثم يتادي في اهل السما
 ان الله قد احب فلانا فاحبوه
 في حبه اهل السما وليقع له
 القبول في الارض

کتابہ کریں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم میں اس
 سے محبت کرو اس لئے جبرئیل اس محبت کرنے
 میں پھر آسمان کے رہنے والوں میں خدا کی کرتی ہیں
 کہ خدا فلاں سے محبت رکھتا ہے تم لوگ بھی اس محبت
 کرو اس آسمان والے سے محبت کرنے لگتے ہیں اس کے
 بعد اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں مقبول عالم بنا دیتا ہے۔

مقبولیت اور درجہ عزیزی کا یہ سب سے بڑا اور حیرت انگیز اور محاکم اخلاق کی بدولت حضرت عمرؓ میں
 عبد العزیزؓ کو یہی درجہ حاصل تھا اچھا پتھر وہ ایک بار مکہ حج میں سفر سے گزرنے کو وفد تمام لوگوں
 کی نگاہیں اٹھ گئیں سہیل بن ابی صالح جو مذکورہ بالا حدیث کے راوی ہیں وہ بھی اس مجمع
 میں موجود تھے، انہوں نے یہ حالت دیکھی تو اپنے باپ سے کہا کہ میرے خیال میں خدا عز و جل کو
 محبوب رکھتا ہے، انہوں نے اس کی وجہ پوچھی تو بولے کہ لوگوں کے دلوں میں ان کی جگہ
 ہے اس کے بعد یہ حدیث بیان کی گئی

سرف مسلمانوں کی خصوصیت نہیں بلکہ ان کے عدل و انصاف نے ان کو غیر قوموں کی
 نگاہوں میں بھی محبوب بنا دیا تھا، ایک بار ان کے صاحبزادے عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیزؓ
 کا گذر جزیرہ سے ہوا تو ایک راہب جو کبھی اپنے صومعہ سے باہر نہیں نکلتا تھا، نکلا، اور پوچھا
 کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں کس غرض سے اپنے گوشہ تنہائی سے باہر آیا ہوں، انہوں نے کہا،
 نہیں، اس نے کہا صرف تمہارے باپ کے حق کی بنا پر، کیوں کہ ہم ان کو ائمہ عدل میں پاتے ہیں۔

علماء کی فتروانی

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو اگرچہ خلافت کے تعلق سے ہر قسم کے لوگوں سے
دل چل رہا تھا، تاہم ان کا اصلی میسلمان اہل علم کی طرف تھا، اس لئے مختلف
طریقوں سے ان کی فتروانی کرتے تھے، عدی بن اوطاة نے جب تمام مسائل شرعیہ
ان سے مشورہ لینا شروع کیا، تو ہدایت کی کہ حسن بصری سے مشورہ لینا کافی ہے
تو کوئی فیصلہ کرتے تھے، تو لازمی طور پر سعید بن مسیب سے مشورہ لیتے تھے۔

ایک بار ایک آدمی کو ان کے پاس کسی مسئلہ کے دریافت کرنے کے لئے بھیجا
تو ان کو بلا لایا، بولے کہ قاصد نے غلطی سے آپ کو تکلیف دی، ہم نے صرف یہ کہا
تھا کہ آپ سے صرف مسئلہ پوچھ کے چلا آئے یہ

ہمیشہ علماء کا ذکر کرتے رہتے تھے، بسر بن سعید کا انتقال ہوا، تو انہوں نے کفن
کا سامان بھی نہ چھوڑا، اور عبد اللہ بن عبد الملک کا انتقال ہوا تو اس نے لاکھوں روپے
کا مال سے، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو دونوں کی موت کا حال معلوم ہوا تو بولے کہ
ان دونوں کا ایک ہی انجام ہوتا تو میں عبد اللہ بن عبد الملک ہی کی زندگی کو ترجیح دیتا
اس پر مسلمہ بن عبد الملک نے کہا کہ بسر بن سعید کی سی زندگی اختیار کرنا آپ کے

خاندان میں خودکشی کرنا ہے، بولے جو کچھ ہو، لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اہل فضل کے
فضل کا تذکرہ چھوڑ دیں۔

اکثر علماء سے اُن کے دوستانہ تعلقات تھے اور جب اُن میں کوئی آسمان تو اس
نہایت گرم جوشی سے ملنے، اور اس سے صحبت خاص رکھتے، ایک بار ایک عالم
اُن کے دوست تھے آئے، تو اُن کو اپنے پاس بیٹھایا، اور خلوت میں لے جا کر دیر
گفتگو کرتے رہے۔

۱۵ طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۰۸ ۱۶ ایضاً ص ۲۲۵

www.KitaboSunnat.com

شاعری و خطابت

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو اگرچہ شعر و سخن کا ذوق نہ تھا، تاہم کبھی کبھی اخلاقی اشعار کہتے تھے، اور کبھی کبھی دوسروں کی زبان سے سہلتے تھے، چنانچہ محدث ابن جوزیؒ اپنی کتاب کے تیسویں باب میں اس قسم کے اشعار کو جمع کر دیا ہے، ایک لحن خاص کے موجد بھی تھے جو مدینہ میں رائج و مقبول تھا یہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے خطبات و مواعظ بکثرت میں جن کو محدث ابن جوزیؒ اپنی کتاب کے تیسویں باب میں جمع کر دیا ہے، منبر پر وہ بالکل ابراہیم اہم اور عزت یاریزید لبطامی کے قالب میں نمایاں ہوتے ہیں، اور جو کچھ کہتے ہیں انہی کی زبان سے کہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے جب پہلا خطبہ دیا، تو تمام خطباء و شعراء دفعتاً ان سے الگ ہو گئے، اور فقہاء و زناد نے کہا کہ جب تک ان کے قول نعل میں تلیف ہو ہم ان کو چھوڑ نہیں سکتے۔

اربابِ صحبت

خلافت سے پہلے اگرچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ زنگین مزاج لوگوں سے رکھتے تھے لیکن خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی انہوں نے تمام سامانِ عیش و طرب کے اس قسم کے اجاب سے بھی قطع تعلق کر لیا، چنانچہ خلافت کے بعد جب لوگ اُن میں آئے، تو انہوں نے صرف نیک اور پر میر گار لوگوں کو باریابی کا موقع دیا، ایک قدیم دوست کو اس شرف سے محروم رکھا، بعض لوگوں نے ان سے اس میں گفتگو کی، تو بولے جس طرح ہم نے زنگین کپڑے پھینک دیئے، اسی طرح مزاج و دستوں سے بھی علحدگی اختیار کر لی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے پہلے خلفاء کو ہر زم طرب میں سب سے زیادہ مجبور کا ہوتا تھا، اس بنا پر جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ خلیفہ ہوئے تو حجاز و عراق کے شعراء نے اُن کے دیار کا رخ کیا، اور تمام بڑے بڑے شعراء مثلاً نصیب، جری، فرزدق، اخوص اور خنکل وغیرہ آئے اور مہینوں قیام کیا، لیکن یہاں مجلسِ رنگ بدلا ہوا تھا، شعراء کی کوئی قدر وانی نہیں کی جاتی تھی، تشرار، فقہاء و اطراف سے بلائے جاتے تھے، اور اُن کو خواص میں داخل کیا جاتا تھا، مجبوراً بعض ش

ایک مکتوب سے اعانت طلب کی، وہ اپنی گسادی بازی کا اظہار ان اشعار میں کیا ہے۔

یا ایہا القاری المرخی عما قد
ہذا انما نکت انی قد مضی زہنی

لغویہ تماری جس کا عمامہ ٹھک رہا ہے
یہ تیرا زمانہ ہے، میرا زمانہ گزر گیا ہے

ابنہ خلیفتہ ان کنت لایقہ
انی لدی الہا بکے مخلصہ دفی قرن

اگر کچھ خلیفہ سے طور سے کہہ دیا پیغام پہنچا دو
کہ میں وہ دور پر سیر میں جکر ہوا ہوں

بہر حال عمرو بن عبد العزیز نے طلفار کی مجالس کا رنگ ہا کھل بدل دیا، اور اپنی صحبت

کے لئے صرف علماء و فقہاء کو انتخاب کیا، جس میں میمون بن عہرن، رجاء بن حیات،

اور ربیع بن عبیدہ کا شمار خواص میں تھا، اور ان کے علاوہ اور علماء بھی تھے، یہ کسی

ان کا درجہ ان سے کم تھا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کے نزدیک ارباب صحبت میں خصوصیت تھی

ساتھ جن اوصاف کا ہونا ضروری تھا ان کی تصریح انہوں نے خود ہی کر دی تھی یعنی کہ۔

۱۔ اگر میں انصاف کی راہ نہ پاؤں تو وہ میری رہنمائی کرے۔

۲۔ نیکی کے کاموں میں میرا مددگار ہو۔

۳۔ جو لوگ مجھ تک اپنی حاجت نہیں پہنچا سکتے وہ مجھ تک ان کی حاجت پہنچا

۴۔ میرے پاس کسی کی تعیبت نہ کرے۔

۵۔ میرے اور لوگوں کی جو امانت رکھے اس کو ادا کرے۔

عام معمول تھا کہ ابتدائے شب میں خلعت کا کام انجام دیتے، اوسھی رات

کی نماز کے ساتھ شریک صحبت ہوتے، اور اخیر شب میں عبادت کرتے۔

ایک دن میمون بن مہران نے کہا کہ آپ اس مصروفیت کے ساتھ کیونکر زندہ رہے ہیں! بولے ہاں صحت سے عقل بار آور ہوتی ہے یہ

ان اجاب کی صحبت میں امورِ خلافت کے متعلق مشورہ لیا جاتا، اور زبردستی کی باتیں ہوتیں، میمون بن مہران کا بیان ہے کہ میں ایک رات ان کی صحبت میں تھا تو انھوں نے ایک مؤثر وعظ کیا کہ

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۲۴ سے طبقات ابن سعد ص ۲۸۲
۲۔ طبقات ابن سعد ص ۲۷۴



اعمال و عبادات

عبادت شبانہ | حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی زندگی کا سب سے زیادہ پُر اثر منظر صرف راتوں کو نظر آ سکتا تھا، جو ان کی عبادت گزاری کا اصل وقت تھا، اس مقصد کے لئے گھر کے اندر ایک حجرہ مخصوص کر لیا تھا، جس میں کھل کے سٹے ہوئے کپڑے رکھے رہتے تھے، جب رات کا پھپھلاہٹا ہوتا، تو وہ کپڑے اتار ڈالتے، اور ان کپڑوں کو پہن کر مناجات اور گریہ و بکایاں مصروف ہو جاتے، اور صبح تک مصروف رہتے، صبح ہوتی تو ان کپڑوں کو تہہ کر کے صندوق میں رکھ دیتے۔

مرنے سے پہلے اس صندوق کو ایک غلام کے پاس امانت رکھ دیا تھا، اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو دریا میں بہا دینے کی وصیت کی تھی، چنانچہ اہل خاندان کو اس صندوق کا حال معلوم ہوا تو غلام سے طلب کیا، اس نے کہا کہ اس میں مال دولت نہیں ہے، لیکن اُن کی حرص و طمع نے اس کا اعتبار نہیں کیا، اور صندوق کو اٹھا کر یزید بن عبد الملک کی خدمت میں لے گئے، اس نے تمام خاندان کے سامنے کھولا، تو کھل کے چند ٹکڑے نکلے جن کو وہ رات کو پہنا کرتے تھے۔

عام معمول یہ تھا کہ شام ہونے کے بعد آدھی رات تک امورِ خلافت انجام دیتے، آدھی رات کے بعد علماء سے صحبت رکھتے، اور رات کا پھپھلاہٹا ہوا عبادت گزاری میں گزار

نماز فجر پڑھنے کے بعد پھر اسی جگہ سے چلے جاتے، اور اس وقت اس میں کوئی دوسرا نہیں جاسکتا تھا۔

نماز نماز پنجگانہ نہایت مستعدی کے ساتھ ادا فرماتے تھے، مگر میں مغرب کی طرف ایک جگہ دکھانا رکھا تھا، اگر مؤذن اذان دینے میں دیر کرتا تھا تو آدمی بھیج کر کہنوادیتے کہ وقت آگیا ہے

مؤذن اذان دیتا تو کوشش کرتے کہ اذان کی آواز کے ساتھ ہی مسجد میں داخل ہو جاتیں، اس غرض سے ۱۳ مؤذن ملازم رکھے تھے، کہ گھر سے نکلنے تک اذانوں کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے، لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تمام مؤذنین کو اذان کہنے کی ضرورت واقع ہوتی ہو، اکثر پہلی ہی اذان میں گھر سے برآمد ہو جاتے، ورنہ دوسری یا تیسری اذان میں تو ضرور ہی داخل مسجد ہو جاتے، اذان دینے کے بعد مؤذن کہتا اور کہتا کہ السلام علیک امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ علیہ فجر سے ادا بھی نہ کر چکتا تھا کہ وہ نماز کے لئے اٹھ کھڑا ہو جاتے تھے

جمعہ کے دن کا نہایت احترام کرتے تھے، اور عید اور جمعہ میں پیدل جانے کا حکم دیا تھا، ادائے نماز میں بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن و آداب کا اتباع کرتے تھے، حضرت انس بن مالک کا قول ہے کہ میں نے ان سے زیادہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا ہے

زکوٰۃ ہمیشہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا فرماتے تھے، مجاہد کا بیان ہے کہ ایک بار انھوں نے

۱۔ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۲۰۶ ۲۔ ایضاً ص ۱۷۹ ۳۔ طبقات ابن سعد ص ۱۸۵

۴۔ ایضاً ص ۲۶۷ ۵۔ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۲۶

۳۰ درہم دیئے، اور کہا کہ یہ میرے مال کا صدقہ ہے۔ ہمیشہ دو مشنبرہ اور مجموعت کا روزہ رکھتے تھے۔

تلاوت | روزانہ علی الصبح قرآن مجید کی تھوڑی سی تلاوت کرتے، اور رات کے وقت جب سوتے تو نہایت دروناک لہجہ میں قرآن مجید کی یہ آیتیں پڑھتے۔

والله ربكم الله الذي خلق السموات والارض ثم الخ
تھما را پروردگار وہ خدا ہے جس نے —
آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔

اذا من اجل القرى ان ياتيهم باسنا
کیا گاؤں والے اس سے بے ڈر ہو گئے کہ پہلا
آیتاؤں کو نہ ناسوت
خدا آجائے اور وہ لوگ سوئے ہوئے ہیں۔

بعض اوقات ایک ہی سورۃ کو بار بار رات رات بھر پڑھا کرتے تھے، چنانچہ ایک رات سورۃ انفال شروع کی تو صبح تک پڑھتے رہے، اگر کوئی خوف کی آیت آتی تو تفرع و ابہمال کرتے، اگر رحمت کی آیت آتی تو دعا کرتے تھے۔

قرآن مجید کو سن کر ان پر محویت کا عالم طاری ہو جاتا تھا، ایک یا کسی شخص لے آئے ان کے سامنے قرآن مجید کی ایک سورۃ پڑھی، تو حاضرین میں سے ایک صاحبِ دل اٹھے کہ اس نے پڑھنے میں غلطی کی ہے، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے فرمایا کہ قرآن مجید کے سننے کے بعد ان کو غلطی نکالنے کا ہوش تھا۔

جب ان آیتوں کو پڑھتے جن میں احوالِ قیامت کا ذکر ہوتا تو بے ساختہ رو پڑتے، بے ہوش ہو جاتے، اور صبح تک ان پر از خود فرستگاری کی کیفیت طاری رہتی تھی۔

۱۔ سیرۃ عمر بن عبد العزیز ص ۲۴۱ تہ طبقات ابن سعد ص ۲۴۵ تہ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۱۸۰
۲۔ طبقات ابن سعد ص ۲۸۰ تہ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۱۷۹ تہ ایضاً ص ۱۹۲ تہ ایضاً ص ۱۹۰۔

مناجات و دعا | ہمیشہ مناجات و دعا میں مصروف رہتے، چنانچہ علامہ ابن جوزیؒ نے اُن دعاؤں کو اپنی کتاب کے اکتیسویں باب میں نقل کر دیا ہے۔

گریہ و یکام | طبیعت نہایت اثر پذیر پائی تھی، اس لئے اکثر اُن پر گریہ طاری ہو جایا کرتا تھا، ایک بار خطبہ دینا چاہتے تھے، کہ حسد و نفرت کے بعد گلو گرتے ہوئے اگر کوئی شخص اُن کو مؤثر نصیحت کرتا، یا قرآن مجید کی کوئی پُر اثر آیت سنتے تو دفعہ رو پڑتے چنانچہ خوف قیامت اور نصیحت پذیری کے عنوان میں اس قسم کے واقعات گزر چکے ہیں، اُن کی بی بی کا بیان ہے کہ جب گھر میں آتے تھے تو اپنی مسجد میں جا کر متصل روتے رہتے، یہاں تک کہ آنکھ لگ جاتی، جب جاگتے تو پھر اسی مشغلہ میں مصروف ہو جاتے یہاں تک کہ اسی میں رات بسر ہو جاتی تھی۔

خشیتِ الہی | دنیا میں ادب بھی بہت سے فقراء و صوفیہ گذرے ہیں جن کا دل ہمیشہ خشیتِ الہی سے لرزتا رہتا تھا، لیکن اس باب میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو جس چیز نے اُن لوگوں سے ممتاز کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ جو چیز انسان کے دل کو سخت کر دیتی ہے اُسی نے اُن کے دل کو گدا کر دیا تھا، جہاں دولت انسان کو خدا سے بالکل غافل کر دیتے ہیں، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دل کو انہی نے خوفِ خدا کا آشیانہ بنا دیا تھا، چنانچہ ایک بار انھوں نے خود اپنے ایک قوی افسر کو لکھا کہ:-

”خدا کی عظمت اور خشیت کا سب سے زیادہ مستحق بندہ وہ ہے جو اس نصیبت میں مبتلا ہو جس میں کہ میں ہوں، خدا کے نزدیک مجھ سے زیادہ سخت عذاب دینے والا اور مجھ سے زیادہ ذلیل (اگر وہ خدا کی نافرمانی کرے) کوئی

نہیں ہے میں اس حالت میں سخت دل گرفتہ ہوں، اور مجھے خوف ہے کہ یہ
میری ہلاکت کا سبب بن جائے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم جہاد کے
لیے روانہ ہونا چاہتے ہو، تو اسے برا دوین میری خواہش یہ ہے کہ جب
تم صغیر جنگ میں کھڑے ہو تو خدا سے دعا کرو کہ وہ مجھے شہادت عطا
فرمائے، کیونکہ میری حالت نہایت سخت اور میرا خطرہ نہایت عظیم الشان
ہے یہ۔“

عام معمول یہ تھا کہ نماز عشاء کے بعد اپنی مسجد میں بیٹھ کر دعائیں کرتے اور دوتے
تھے، یہاں تک کہ آنکھ لگ جاتی، پھر آنکھ کھلتی تو یہی مشغلہ جاری ہو جاتا یہاں تک
کہ دوبارہ سو جاتے، غرض تمام رات اسی طرح گزر جاتی تھی
ایک دن ان کی بی بی فاطمہ نے اس کی وجہ پوچھی، تو بولے کہ میں نے خود کیا تو مجھے
معلوم ہوا کہ میں اس امت کے چھوٹے بڑے اور سیاہ و سفید کی قسمت کا مالک ہوں
اور میں نے بے کس، غریب، محتاج، فقیر اور گم شدہ قیدی اور انہی کی طرح اور
لوگوں کو یاد کیا، تو مجھے یقین ہو گیا کہ خدا ان کے بارے میں مجھ سے سوال کرے گا اور
میرا صلہ اللہ علیہ و سلم ان کے متعلق مجھ پر دعویٰ کریں گے، اس لئے اس تصور سے مجھے
ہمان کا خوف پیدا ہو گیا، میرے آنسو جاری ہو گئے اور میرا دل خوفزدہ ہو گیا اور
میں جس قدر اس کو یاد کرتا ہوں میرا خوف بڑھتا جاتا ہے۔“

ان کی بی بی فاطمہ بنت عبد الملک کا بیان ہے کہ وہ اور لوگوں سے زیادہ نہ نماز
پڑھتے تھے، نہ روزہ رکھتے تھے، البتہ ان سے زیادہ کوئی شخص خدا سے نہیں ڈرتا تھا وہ
لے طبقات ابن سعد تذکرہ عربی علی المزید ص ۲۹۲ نے سیرت عمر بن عبد المطلب ص ۱۰۰ کے ایضاً ص ۱۸

اپنے بستر پر بھی خدا کو یاد کرتے تھے، ترخوف کی شدت سے کنبشک سے زیادہ کانپتے تھے۔

خوفِ موت | امارہ و سلاطین کے یہاں راتوں کو بزمِ عیش و طرب منعقد ہوتی ہے لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے یہاں رات کو فقہاء جمع ہو کر موت اور قیامت کا ذکر کرتے تھے اور اس طرح روتے تھے گویا ان کے سامنے جنازہ رکھا ہوا ہے۔ وہ موت کے خوف سے رات رات بھر جاگا کرتے تھے، اور اس پر غور و فکر کرتے رہتے تھے، ایک بار انھوں نے اپنے ایک ہم نشین سے کہا کہ میں غور و فکر میں رات بھر جاگتا رہا، اس نے کہا کس چیز کے متعلق غور و فکر کرتے تھے؟ بولے قبر اور اہل قبر کے متعلق، تم اگر مردے کو تین دن کے بعد قبر میں دیکھو تو باوجود اس کی موانست کے تم اس کے پاس جانے سے وحشت زدہ ہو گے، اور ایسا گھر دیکھو گے جس میں کیرٹے رنگ رہے ہوں گے، پیپ بہہ رہی ہوگی، اور کیرٹے اس میں تیر رہے ہوں گے یہ کہنے کے بعد چسکیاں بندھ گئیں اور بے ہوش ہو کر گر پڑے، ہوش میں آنے کے بعد بھی یہ حالت عود کرتی رہی یہ۔

سیاسی کام عموماً مصلحت اور ضرورت کے اقتضائے انجام دینے جاتے ہیں لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے نظامِ سلطنت کی بنیاد صرف خوفِ موت پر قائم تھی، وہ جو کچھ کرتے تھے خدا کے ڈر، قیامت کے مواخذہ اور موت کے خوف سے کرتے تھے۔

رباح بن زید کا بیان ہے کہ انھوں نے ایک بار عروہ کو کھاکم مجھ سے بار بار

مطلوبہ کتابت کرتے ہو، البتہ میں جو احکام مکمل بھیجوں، اس کو فوراً نافذ کرو ورنہ کیونکر موت
وقت ہم لوگوں کو معلوم نہیں؟

وف قیامت | روز قیامت سے تمہاری خائفہ ہوتے تھے، نیز بدین جو خوب
آواز ہے:-

"میں نے حسن بھری اور عمر بن عبد العزیزؓ سے زیادہ کسی شخص
کو قیامت سے ڈرانے والا نہیں دیکھا، گویا دوزخ صرف انہی دونوں کے
لئے پیدا کی گئی تھی۔"

اور حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی زندگی کے تمام واقعات اس کی
تائید کرتے ہیں۔

ایک دن اپنی بی بی فاطمہ کے پاس آئے اور کہا کہ واپس میں بہاؤ زمانہ اس
زمانہ سے زیادہ خوشگوار تھا، یہ کہہ کر ان کو اس زمانہ کی عیش و عشرت کی یاد
دلائی، فاطمہ نے کہا کہ خدائی قسم آج آپ اس زمانہ سے زیادہ اہل قدرت اور
ساحب اختیار ہیں، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے یہ سنا تو غم ناک لہجہ میں یہ کہتے
پڑے اٹھ گئے کہ اے فاطمہ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو میرے دن کے
مذاب سے طو تاہوں فاطمہ اس پروردگار کے کوٹن کر دی پڑیں، اور کہا کہ خداوند
ان کو دوزخ سے نجات دے گا۔

ایک بار سفر میں تھے، چونکہ اسباب سے آگے نکل جا چکے تھے، اس لئے راہ میں گھر سے

ملفوظات امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ص ۲۹۴ ۲۹۵ میرت عمر بن عبد العزیزؓ ص ۱۹۱

میرت عمر بن عبد العزیزؓ ص ۱۹۳

سے اتر گئے، اور دیکھا کہ جو لوگ اسباب پہلے بھیج چکے ہیں ان کے پاس سامان آ رہا ہے، یہ وہ
 کہ روپڑے، سلیمان بن عبد الملک نے رونے کی وجہ پوچھی تو بولے اسی طرح قیامت کے
 دن جو شخص زادِ راہ پہلے بھیج چکا ہوگا وہ اس کو مل جائے گا اور جس نے نہ بھیجا ہوگا اس
 کو کچھ نہ ملے گا۔

انھوں نے نبوخذ نصر کی جائیداد میں ضبط کر لیں تو ان کی بیوی بچوں نے کہا کہیں ایسا نہ ہو
 کہ وہ منب بغاوت کر دیں، لیکن انھوں نے کہا کہ اگر قیامت کے سوا میں اور کسی دن
 سے ڈروں تو خدا مجھے اس دن سے نہ بچائے، اس کے بعد آگ پر ایک اشرفی گرم کا
 جب وہ سرخ ہو گئی تو اس کو گوشت کے ایک ٹکڑے پر رکھا، وہ بھین گیا تو بولے چلو
 جان اپنے بھتیجے کے لئے اسے ڈرو۔

قرآن مجید کی جن آیتوں میں قیامت اور احوال قیامت کا ذکر ہوتا ان کا اثر ان کی
 شدت کے ساتھ پڑتا تھا، ایک بار ان کی بی بی قاطبہ شدت کے ساتھ رونے لگیں، بیان
 نے وجہ پوچھی تو بولیں کہ ایک راست میں نے ایک عجیب منظر دیکھا، میں نے دیکھا کہ حضرت
 عسکر بن عبد العزیز نماز پڑھ رہے ہیں جب یہ آیت پڑھی۔

یوم یكون الناس كالغرائس المنفوش
 وتكون الجبال كالعهن المنفوش
 جس دن لوگ مثل چھلے مبرئے پر واز
 اور پہاڑ مثل دھنکی مہوئی آدن کے
 ہوں گے۔ (معارف)

تو جیسے کہ داسوہ صبا سا، پھر اچھلے اور اچھل کر اس طرح گرے کہ میں نے خیال کیا کہ دم
 میرے عمر بن عبد العزیز ۱۹۳ اور میرت ابن عبد الحکم ص ۲۳ میں یہی واقعہ کسی قدر تغیر کے ساتھ
 بیان کیا گیا ہے اُسے طبقات ابن سعد ص ۲۷۵

لڑ رہے ہیں، پھر ٹھہر گئے میں نے خیال کیا کہ دم ٹکھل گیا، پھر ہوش میں آنے اور چلائے ،
 اسواہ صبا حاحہ، پھر اُچھلے اور تمام گھر میں پھر پھر کر کہنے لگے ، افسوس اُس دن جس میں
 لوگ بکھرے ہوئے پردانوں کی طرح اور سپاڑ قتل دھتکے ہوئے اُن کے ہوں گے۔
 پھر گرے اور اس طرح گرے کہ مُردہ معلوم ہوتے تھے، یہاں تک کہ مؤذن صبح نے بیدار
 کیا۔

ایک دفعہ میں یہ آیت پڑھی۔

وقضوہم انہم عشوون ان سے تباہ کر ان سے سوال ہوگا۔

اس کا اثر یہ پڑا کہ بار بار اسی آیت کو پڑھتے رہے، اور اس سے آگے نہ بڑھ سکے تھے
 ایک بار سہ منبر یہ آیت پڑھی۔

واللہ اعلم بالصواب یوم القیامۃ قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازو کھڑی کریں گے

تو خوف سے ایک طرف کو جھک گئے گویا زمین پر گر رہے ہیں تھے

خوف عذاب الہی | قیامت کے علاوہ اُن کو دنیا ہی میں ہمیشہ عذاب الہی کا خوف
 لگا رہتا تھا، ایک بار زور سے موبائل تو ان کے چہرے کا رنگ سیاہ پڑ گیا، ایک شخص نے
 پرچھا امیر المومنین آپ کا یہ کیا حال ہو گیا؟ بولے دنیا میں جو قوم تباہ ہوئی ہے اس کو ہوا
 ہی نے تباہ کیا ہے تھے

محبت رسول | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کا ادب و احترام ہر
 مسلمان کا جزو ایمان ہے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے اجزائے ایمان کا یہ جزو
 سب نمایاں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متبرک یاد گاہوں میں انھوں نے

پلنگ، گدّا، پیالہ، چادر، چمکی، ترکش اور عصا کو ایک کوٹھری میں محفوظ رکھنا تھا، اور دروازے کی زیارت کرتے تھے، اگر کبھی تشریف کا مجمع ہو جاتا تو ان کو لے جاتا کہ ان مقدس یادگاروں کی زیارت کرتے اور کہتے کہ یہ اُس مقدس ذات کی میراث ہے جس کے ذریعہ سے خدا نے تم لوگوں کو عزت دی ہے۔

اس سرمایہ سیاحت کے علاوہ اگر کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی یادگار مل جاتی تھی تو سراور آنکھوں پر رکھتے، اور اس سے برکت اندوز ہوتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو جاگیر میں دی تھیں، اور اس کے متعلق ایک سند لکھ دی تھی، اُن کے خاندان کے ایک شخص نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو وہ سند دکھائی تو اُس کو چوم کر آنکھوں پر رکھ لیا۔

انتقال ہونے لگا تو مسک زیادہ اسی زاوِ آخرت کی فکر ہوئی، چنانچہ وصیت کی کہ کفن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند مومئے مبارک و ناخن پاک رکھے جائیں گے، اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کوئی گستاخانہ کلمہ کہتا تو اس پر سخت برہم ہوتے، ایک بار اُن کی پیشی میں ایک محرر پیش کیا گیا، خود تو مسلمان تھا لیکن اس کا باپ کافر تھا، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے کہا کہ مہاجرین کی اولاد میں سے کسی کو کیوں نہیں لائے؟ محرر نے بے ساختہ جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ کا کثر آپ کے لئے کچھ مضر نہیں ثابت ہوا، بلکہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کے برابر کر دیا، ہمارے یہاں تیرا کام نہیں۔

۱۔ سیرت عمر بن عبد العزیزؒ، ص ۲۱۶ و ۲۱۷ ۲۔ اسد الغابہ تذکرہ مراد بن مسلمؒ، ص ۲۵ طبعات

ابن سعد ص ۳۰۰ ۳۔ سیرت عمر بن عبد العزیزؒ، ص ۶۲

حکمت اہل بیت | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب و تعلق نے اگرچہ
اہل بیت کو تمام مسلمانوں کے نزدیک عزیز تر بنا دیا تھا، لیکن بنو امیہ کا خاندان ابتدا
تک سیاسی مصالح کی بنا پر ان کا دشمن بن گیا تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز بھی
اس خاندان کے ایک رکن تھے، اور ان کے زمانے تک اس بغض و عناد وہ خیر اس
خاندان پر نہ ہو سکا تھا کہ خاندان بنو امیہ کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام بھی نہیں
آجاسکتا تھا۔ لیکن وہ خود اہل بیت کی محبت میں اس قدر محذور و سرشار
ہوئے کہ ایک بار گورنری مدینہ کے زمانے میں ان کے یہاں قاطرہ بیت علیؑ آئین انہوں
کے ہاتھ تمام پہرہ داروں اور غلاموں کو گھر سے نکلوا دیا، پھر تنہائی میں لے جا کر ان
کو کہا کہ اے دشمن علیؑ رضی اللہ عنہ زمین پر مجھے کوئی خاندان تم سے زیادہ عزیز نہیں
ہے، ان کو دیر سے خاندان سے زیادہ مجھے عزیز ہوئے۔

ان سے پہلے خلفائے بنو امیہ نے حضرت علیؑ کی نسبت امانت امیر فقرے جمع
کر لی ہیں، مثال کر دیئے تھے، حضرت عسمر بن عبد العزیزؓ نے ان فقروں کو خطبہ
میں قاری کر دیا، چنانچہ کثیر غزوة الخزاعی نے ایک قصدے میں اس کی طرف اشارہ
کے اشارہ کیا ہے یہ

بیت فلم تشتم علیاً ولم تحث بدیاً ولم تتبع مقالة معجوم

اللہم نے کرتے نہ علیؑ کو نکالی دے، نہ بنی آدمیوں کو ڈرایا، نہ عیسےؑ کی بات پر گرفت کی
اس قسم کے فقروں کے بجائے وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل کے ذکر

۱۔ ابن کثیر بن عبد العزیزؓ ص ۱۶۱ طبعات ص ۲۳۵ ۲۔ طبعات ابن سعد تذکرہ

۳۔ ابن عبد العزیزؓ ص ۲۹۱ و تاریخ الخلفاء ص ۲۴۳

سے رطب اللسان رہتے تھے، ایک بار ان کے یہاں منہ قدر لڑکا دکھا کر ہوا تو لوگ
نے مختلف لوگوں کے نام لئے، لیکن انہوں نے کہا کہ دنیا میں سب زیادہ زابطہ
علی بن ابی طالب علیہ السلام تھے یہ

صرف اہل بیت ہی کی خصوصیت نہیں، جو لوگ خاندان نبوت سے ادنیٰ تعلق
بھی رکھتے تھے، ان کے ساتھ وہ اسی قسم کے فیاضانہ سلوک کرتے تھے، حضرت اسامہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ زادہ تھے، ایک بار ان کی بیٹی ان کی خدمت
میں حاضر ہوئیں تو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ خود اٹھ کر گئے، اور ہاتھ پکڑ کر ان کو
اور اپنی جگہ بٹھایا اور ان کی تمام ضرورتیں پوری کیں یہ

ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا آزاد شدہ غلام ذریق ان کی خدمت میں
حاضر ہوا، اور کہا کہ یا امیر المؤمنین! میں مریہ کا رہنے والا ہوں، قرآن مجید اور قرآن
مجھے یاد ہے، لیکن بیت المال کے رجسٹریں میرا نام درج نہیں ہے حضرت عمر بن
عبد العزیزؓ نے کہا کہ تم کس طبقہ کے آدمی ہو؟ بولا میں مولیٰ بنی ہاشم میں ہوں، اس
نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کا نام لیا، تو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی آنکھوں میں
آنسو جاری ہو گئے اور کہا کہ میں خود علیؓ کا غلام ہوں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے منہ پایا ہے کہ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ بھی اُس کے مولیٰ ہیں، پھر اپنے
مولیٰ مزاحم سے پوچھا کہ اس قسم کے لوگوں کو کیا وظیفہ دیتے ہو اُس نے کہا تنہا پودہ
درہم، بولے ولایت علیؓ کی بناد پر اس کو پچاس دینار دو۔

ایک بار خاندانِ نبویہ کے بہت سے لوگ دروازہ پر منتظر بیٹھے ہوئے تھے،
 انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے غلام کو سب سے پہلے باریابی کا موقع
 دیا، شام نے دیکھا تو جل کر کہا کہ کیا عمر بن عبدالعزیزؓ کو سب کچھ کر کے اب بھی تسکین
 نہیں ہوئی کہ ابن عباسؓ کے ایک غلام کو موقع دیتے ہیں کہ ہماری گردن پھانڈ کے چلا جائے۔
 حضرت مدینہ | حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ مدینہ کے ادب و احترام کا شدت کے
 ساتھ لحاظ رکھتے تھے، مثلاً مدینہ کا جو حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کر دیا تھا، اس
 کے اندر کے درخت یا گھاس کو کاٹنا نہیں جاسکتا تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو اس
 قدر خیال تھا کہ فرماتے تھے کہ یہ مجھے گوارا ہے کہ ایک شخص کو میرے سامنے اس
 حالت میں لایا جائے کہ وہ مشرب اب لئے جاتا ہو لیکن یہ گوارا نہیں کہ ایک شخص کو اس
 حالت میں لایا جائے کہ وہ حرمِ مدینہ سے کوئی چیز کاٹ کر لیجاتا ہو۔
 مدینہ سے ان کو اس قدر شیفٹگی تھی کہ جب وہاں سے شام کو چلے تو اس کی
 طرف باچشمِ ترمزہ کے دیکھا اور اپنے غلام مزاحم سے کہا کہ ہم ان لوگوں میں سے تو
 ہیں جن کو مدینہ نے پھینک دیا ہے۔ اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے
 جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مدینہ ایک بھٹی ہے جو میل کھیل کو
 پھینک دیتی ہے اور خالص چیز کو پاکیزہ بنا دیتی ہے۔

+++++

کارنامہ سائے زندگی

تجدید و اصلاح

مذہب، سیاست، اخلاق، تمدن، غرض نظام عالم کے کل اجزاء جب رنگ آلود ہو جاتے ہیں تو خدا ایک مصلح، ایک رفارمر اور ایک مجدد کو پیدا کرتا ہے جو ان تمام چیزوں کو چلا دے کر نئے آب و رنگ کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔

سلیمان بن عبد الملک کے زمانہ خلافت تک تاریخ اسلام پر پوری ایک صدی گزر چکی تھی، اور اس طویل زمانہ میں اسلام کا نظام مذہب، نظام سیاست، نظام اخلاق اور نظام تمدن بالکل رنگ آلود ہو گیا تھا، اس لئے ان تمام چیزوں کی تجدید و اصلاح کے لئے ایک مجدد کی ضرورت تھی، اور حافظ جلال الدین سیوطی کو فخر ہے کہ مقرر کی خاک نے سب سے پہلے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے ذریعہ سے اس ضرورت کو پورا کیا، اور متصل کئی صدیوں تک پورا کرتی رہی چنانچہ لکھتے ہیں :-

من اللطائف ان شروط المبعوثین یہ ایک لطیفہ ہے کہ ہر صدی کی ابتداءیں

علی رؤس القرون مشر یون عمر
بن عبد العزیز فی الادبی والشافعی
والثانیة وابن دقیق العید فی
السکنة والبلیغی فی الثامنة
جو مصلح پیدا ہوئے وہ سب کے سب مصری تھے
یعنی پہلی صدی میں عمر بن عبد العزیزؒ کی
میں شافعی اور ساریں میں ابن قتیبہؒ
اور اٹھویں میں بلقیسی۔

لیکن تقدم زمانی کے ساتھ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو ان بزرگوں پر اور بھی
کثرت حیثیتوں سے ترمیم حاصل ہے، ان بزرگوں کے کارنامے صرف مذہب
کے محدود ہیں، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو خلیفہ ہونے کی حیثیت سے
اسلام کے کل نظام یعنی مذہب، اخلاق، سیاست اور تمدن پر پورا اقتدار
حاصل تھا، اس لئے انھوں نے ہر چیز کی اصلاح کی، چنانچہ ان تمام اصلاحات
کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

خلافت | حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اگرچہ خلیفہ کے انتخاب کے متعلق اسلام
کے مہموری نظام کو دوبارہ قائم نہ کر سکے، اور ان کو سلیمان بن عبد الملک کی وصیت
کے موافق اس امانت کو یزید بن عبد الملک کے سپرد کرنا پڑا، تاہم وہ اس سے
اس شخصی نظام کو پسند نہیں کرتے تھے۔

اسلام میں سب سے پہلے شخصی انتخاب کے ذریعہ سے یزید خلیفہ ہوا تھا لیکن
حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اس کو خلیفہ نہیں تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار کسی نے
یزید کو امیر المؤمنین کہا تو اس کو تیس کوڑے مارے گئے۔

تمام اولاد میں ان کو سب سے زیادہ محبت عبد الملک سے تھی، لیکن ان کے

انتقال کے بعد جب ان کی زبان سے ان کے متعلق تحسین امیر و فقرے نکلے تو مسلمہ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین اگر وہ زندہ رہتے تو آپ ان کو ولی عہد مقرر کرتے؟
 بولے "نہیں" انہوں نے کہا کیوں؟ ان کی تعریف تو آپ بہت کرتے ہیں، بولے
 مجھے خوف ہے کہ محبت پداری سے کہیں وہ مجھے محبوب نہ نظر آتے ہوں۔

خلیفہ کے شخصی انتخاب کے علاوہ شخصیت کا اثر اور بھی مختلف صورتوں میں
 نظر آتا تھا، مثلاً تمام خاندان شاہی کو غیر معمولی اقتدار حاصل ہو گیا تھا، خلفاء کی طرف
 سے ان کو خاص وظائف و عطایا ملتے تھے، وہ ہر جگہ علانیہ تمام قوم سے ممتاز نظر
 آتے تھے، خلیفہ کو رعایا پر غیر معمولی تقویٰ حاصل تھا، یہاں تک کہ قاز کے بعد ان پر
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح درود بھیجا جاتا تھا، لوگ مخصوص طور پر ان کو
 سلام کرتے تھے، وہ چلتے تھے تو ساتھ ساتھ نقیب و علمبردار ہوتے تھے، وہ جنازہ
 میں شریک ہوتے تھے تو ان کے لئے ایک خاص چادر بچھائی جاتی تھی۔ لیکن
 حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی ان تمام نشیب و فراز
 کو مٹا کر سطح کو بالکل سہوار کر دیا چنانچہ وظائف کی تقسیم میں ایسا مساویانہ طریقہ
 اختیار کیا کہ جو لوگ تفریق و امتیاز کے خوگر تھے وہ ان سے بالکل الگ ہو گئے۔

ایک بار تمام مروانی خاندان ان کے پاس آیا، اور اپنے قدیم شخصی اقتدار کی
 بنا پر ان سے ملامت امیر القضا میں کہا کہ آپ سے پہلے خلفاء ہمارے ساتھ
 جو مراعات کرتے تھے، آپ نے ان کو بالکل نظر انداز کر دیا، بولے اگر پھر تم نے
 اس قسم کا مجسح کیا تو مدینہ چلا جاؤ گا اور خلافت کو جمہوری کر دوں گا، اے عیسیٰ

امام تاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق خلافت کے اہل ہیں، اور مجھے انکا نام یاد ہے۔
 خاندان شاہی کو عام مسلمانوں پر جو تفوق و امتیاز حاصل ہو گیا تھا اس
 نسبت ابو بکر بن حزم کو لکھا کہ دربار عام میں کسی کو کسی پر اس لئے ترجیح نہ دو
 کہ وہ خاندان خلافت سے تعلق رکھتا ہے، یہ لوگ میرے نزدیک تمام مسلمانوں
 کے برابر ہیں۔ ایک بار ان کے دربار میں مسلمہ بن عبد الملک بحیثیت فریق مقدمہ
 کے حاضر ہوا، اور درباری فحش پر بیٹھ گیا، بولے اس حالت میں میرے سامنے
 ارشاد پر نہ بیٹھو، اگر یہ گوارا نہیں ہے تو کسی کو وکیل مقرر کرو ورنہ سب کے ساتھ
 برابر بیٹھو۔

خلفاء پر نماز کے بعد جو درود و سلام بھیجا جاتا تھا اس کے انسداد کے لئے
 عاقل جویریہ کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ جن وعظ پیشیہ لوگوں نے یہ بدعت
 ایجاد کی ہے ان کو ہدایت کرو کہ درود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے
 مخصوص اور دعا کو تمام مسلمانوں کے لئے عام کر دیں اور بقیہ تمام چیزوں کو چھوڑ
 دیں۔ خود اپنے متعلق لکھا کہ مخصوص طور پر میرے لئے دعا نہ کرو، عموماً تمام
 مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرو، اگر میں ان میں ہوں گا تو میں بھی ان
 میں شامل ہو جاؤں گا۔ ایک بار کسی نے ان کو خصوصیت کے ساتھ سلام کیا تو بولے
 سلام عام طور پر کیا کرو۔

خلفاء کے ساتھ نقیب اور علم بردار کے چلتے کا طریقہ زیادہ نے ایجاد کیا تھا اور
 اے طبقات ابن سعد مذکورہ عمر بن عبد العزیز ص ۲۵۲ ۲۵۳ ایضاً ص ۲۵۲ ۲۵۳ سیرۃ عمر بن عبد العزیز
 ص ۲۷۶ ۲۷۷ ایضاً ص ۲۷۶ ۲۷۷ طبقات ابن سعد ص ۲۷۶ ۲۷۷ ایضاً ص ۲۷۶ ۲۷۷

حضرت امیر معاویہؓ نے ذاتی حفاظت کے لئے سب سے پہلے پہرہ دار مقرر کئے تھے لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی اس رسم کو بالکل مٹا دیا چنانچہ جب وہ سلیمان بن عبد الملک کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر حیثیت خلیفہ کے رواتہ ہوئے تو کو تو ال نیزہ لئے ہوئے ساتھ ساتھ چلا، لیکن انھوں نے اس کو سامنے سے ہٹا دیا، اور کہا کہ مجھے اس سے کیا غرض، میں تو صرف مسلمانوں کا ایک فرد ہوں چنانچہ سب کے ساتھ مسجد میں گئے اور اپنی خلافت کا اعلان کیا۔

قصر شاہی میں خلفائے لئے جو سرش مخصوص طور پر بچایا جاتا تھا اس کو فرد خستہ کر کے اس کی قیمت بہت المال میں داخل کر دی، یہ خلفاء کس لئے مٹا دینا نہ کی شرکت کے وقت جو چادر عام مسلمانوں سے الگ خاص طور پر بچائی جاتی تھی جب وہ ایک جنازہ میں ان کے لئے بچائی گئی تو اس کو پاؤں سے ہٹا کر زمین پر بیٹھ گئے، غرض حضرت معاویہؓ کے زمانہ سے لے کر سلیمان بن عبد الملک کے زمانہ تک شخصیت کے مرتع میں جو نقش آرائیاں کی گئی تھیں انھوں نے ان سب کو مٹا دیا، اور تمام دنیا کو دربار خلافت میں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی سادہ تصویر نظر آ گئی۔

مذہب | مذہب عقائد و اعمال کے مجموعہ کا نام ہے اور حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے زمانے میں یہ وہ لوں اجزہ اور رنگ آلود ہو گئے تھے، عقائد میں قضا و قدر کا مسئلہ اس قدر دقیق ہے کہ عام لوگوں کو اس کے متعلق غور و فکر کرنے کی اجازت دی جائے تو عقائد اسلام کی عظمت سادگی و فصاحت میں مل جائے، اس بناء پر

لے سیرت عمر بن عبد العزیزؓ ص ۵۵ کے ایضاً ص ۵۵ کے ایضاً ص ۵۵

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے زمانہ میں جب یہ خطرناک مسئلہ پیدا ہوا، اور غیلان دمشقی نے اس کا غلطہ بلند کیا تو اظہور نے اس سے توبہ کرائی، اور بظاہر اس نے توبہ ہی کر لی ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اگرچہ مسلمانوں کی خون ریزی سے اس قدر اجتناب کرتے تھے کہ خوارج کی گردنیں بھی ان کی تلوار سے محفوظ ہو گئی تھیں لیکن اس مسئلہ کے استیصال پر ان کو جس قدر کدوا صراحت تھا کہ اس عقیدے والوں کا قتل ایک جائز رکھتے تھے چنانچہ ایک بار ابو سہیل سے پوچھا کہ قدیرہ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا کہ اگر وہ توبہ کر لیں تو بہتر ہے ورنہ ان کی گردن اڑا دینی چاہیے، بولے یہی رائے ہے، یہی رائے ہے۔

مذہبی اعمال میں نماز و زکوٰۃ دو چیزیں ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہر جگہ ایک ساتھ کیا گیا ہے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے دور سے پہلے ان دونوں کا انضمام درہم برہم ہو گیا تھا، نماز میں اسلی چیز یا بندی وقت ہے، اور جیسا کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا خیال تھا قرآن مجید کی اس آیت میں۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ

أَتُوا اللَّهَ سُلُوكًا وَاتَّبَعُوا

الشَّرَائِعَ فَهَؤُلَاءِ مَلْفُونَ غَيْرًا

اصحابِ صلوٰۃ سے یہی وقت کی عدم پابندی مراو ہے، لیکن امرائے نوآمیہ

اللفوس حجاج نے اوقاتِ نماز کی پابندی بالکل ترک کر دی تھی اس لئے حضرت

عمر بن عبد العزیزؓ نے عدی بن ارطاة کے نام ایک فرمان لکھا جس میں خاص طور پر اس طرف توجہ دلائی۔

فلا تسن بسنتہ فانہ کان
یصلی الصلوۃ لخیروقتہا
حجاج کی تقلید نہ کرو، کیونکہ نماز بے وقت پڑھتا تھا۔

علامہ حلال الدین سیوطیؒ کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے یہ شرف سلیمان بن عبد الملک کو حاصل ہوا، لیکن درحقیقت وہ بھی حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ہی کے نیک مشورہ کا نتیجہ تھا، چنانچہ علامہ موصوف خود کہتے ہیں۔

ومن محاسنہ ان عمر بن عبد العزیز
کان لہ کالوزیر فکان یعشی
او اھول فی الخیر فعزل عبال الجح
واخرج من کان فی سجن العلق
واحی الصلوۃ لا قول موافقہا
دکان بنو امیۃ اما توھا
بالتاخیر
اور سیان بن عبد الملک کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ مثل اس کے وزیر کے تھے اور وہ اس کے کاموں میں ان کے حکم پر عمل کرتا تھا اس لئے اس نے حجاج کے عمل کو معزول کیا عراق کے قید خانہ کے قیدیوں کو رہائی دی اور قول وقت میں نماز کو قائم کیا حالانکہ

بنو امیہ نے تاخیر وقت کر کے اس کو مردہ کر دیا تھا۔

زکوٰۃ کے جو شرعی مذاہل و مخارج تھے حجاج نے ان کی پابندی بالکل ترک کر دی تھی، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے عدی بن ارطاة کو در بصرہ کو اس طرف توجہ دلائی اور اس معاملہ میں ان کو حجاج کی تقلید سے روکا یہ

معلق تھے تو امیر نے مذہب کے متعلق سب سے بڑی بدعت جو ایجاد کی تھی وہ یہ
 تھی کہ حضرت علیؓ پر علانیہ خطبے میں معن طعن کرتے تھے، اور چونکہ لوگ اس کا سننا
 گوارا نہیں کرتے تھے، اور خطبہ سننے سے پہلے ہی اٹھ جایا کرتے تھے، اس لئے امیر
 معاویہؓ نے نماز عیدین سے پہلے ہی خطبہ پڑھنا شروع کیا، جو دوسری بدعت تھی لیکن
 حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے تمام گورنروں کے نام فرمان جاری کیا اور خطبے میں
 حضرت علیؓ کے متعلق جو نا ملائم الفاظ شامل کر دیئے گئے تھے اُن کو منسوخ کر دیا اور
 اُن کی جگہ تہ ان مجید کی یہ آیت:

ان الله يامر بالعدل والاحسان	خداوند تعالیٰ عدل و احسان پر ابتر ہے
وايتاء ذى القربىٰ ذينى عن	کے دیکھ کا حکم دیتا ہے اور قریبیوں کے
الغشاء والمنكر والبقى يعظم	اور ظلم کے منع کرتا ہے۔ خداوند نصیحت
تعلّمون من ذنوبكم	اس لئے کہ کتاب ہے کہ تم لوگ سمجھو۔

اصل کر دی جو آج تک بڑا پر پڑھی جاتی ہے۔

بیت المال کی اصلاح | سیاسی حیثیت سے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے جن

اصولوں میں اصلاحات کیں، ان میں سب سے مقدم چیز بیت المال ہے۔

۱۔ بیت المال مختلف قسم کی آمدنیوں کے مجموعے کا نام ہے جن میں ہر ایک کے
 مصارف و مداخل جدا جدا ہیں، غالباً حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے زمانے سے
 پہلے یہ تمام آمدنیاں ایک ہی جگہ جمع ہوتی تھیں، لیکن انھوں نے خمس و صدقہ
 اور کئے کے متعلق الگ الگ بیت المال قائم کئے اور ہر ایک قسم کی آمدنی کو الگ الگ

جمع کیا یہ

۲۔ بیت المال و حقیقت مسلمانوں کا مشترکہ خزانہ ہے، جس سے ہر مسلمان علی السببہ فائدہ اٹھا سکتا ہے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے دور سے پہلے تمام خاندان شاہی کو عام مسلمانوں سے الگ الگ مخصوص وظیفہ ملتا تھا، جس کو وظیفہ خاصہ کہتے تھے، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اس کو کلیتہً بند کر دیا۔

۳۔ مداحانہ قصائد کے صلے میں شعراد کو بیت المال سے جو انعامات ملنے لگے ان کو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے بالکل موقوف کر دیا، ایک بار تحریر نے چند اشعار پڑھے تو بولے میں کتاب اللہ میں تعادرا حق نہیں پاتا، اس لئے کہا میں مسافر بھی نہ ہوں، اس پر پچاس اشرفیاں اپنے پاس سے دیں گے۔

۴۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے دور سے پہلے یہ دستور تھا کہ عمال و اشراف اور فجر کے وقت نماز کو جاتے تھے تو آدمی ساتھ ساتھ شمع لے کر چلتا تھا اور اس کے مصارف کا بار بیت المال پر پڑتا تھا، جمعہ کے دن اور رمضان کے مہینے میں مسجد نبویؐ میں جو خوشبو سلگائی جاتی تھی اس کے مصارف بھی بیت المال سے ادا ہوتے تھے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے یہ دونوں رقمیں بند کر دیں گے۔

۵۔ بیت المال کی آمدنیوں میں خمس کے پانچ مصرف متعین ہیں جن کے علاوہ ان کو کسی دوسری جگہ صرف نہیں کیا جاسکتا، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ سے پہلے جو خلفاء تھے وہ ان مصارف کا لحاظ نہیں کرتے تھے، مصارف خمس میں سب سے مقدم مصرف اہل بیت ہیں، لیکن وکیلید اور سلیمان بن عبد الملک نے باوجود حضرت

محمد بن عبد العزیزؒ کے سمجھانے بچانے کے امن کو بالکل اس حق سے محروم کر دیا
 تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے طغیانہ ہونے کے ساتھ ہی خمس کو ان کے صحیح مسئلہ
 تک صرف کیا، اور اہل بیت کو ان کا حق دیا یہ

ان اصلاحات کے ساتھ بیت المال کی حقائق اور نگرانی کا اس قدر سخت
 نظام کیا کہ ایک باریق کے بیت المال سے ایک دینار گم ہو گیا، تو حضرت عمر بن
 عبد العزیزؒ نے اس کے افسر کو لکھا کہ میں تمہاری امانت پر کوئی الزام نہیں لگاتا
 لیکن تمہاری بے پردائی و غفلت کو مجرم قرار دیتا ہوں، میں مسلمانوں کے مال کا
 ان کی طرف سے مدعی ہوں، تم پر فرض ہے کہ قسم کھاؤ گے

دفعہ کے لئے بیت المال سے کاغذ کے واسطے جو رقم ملتی تھی اس کی نسبت
 بلکہ بن حزم کو لکھا کہ قلم کو باریک کر لو اور سطریں قریب قریب لکھو اور تمام
 شہادت میں کفایت شعاری کرو، کیونکہ میں مسلمانوں کے خزانے میں سے ایسی رقم
 صرف کرنا پسند نہیں کرتا جس کا فائدہ ان کو نہ پہنچے

اصل کی اصلاح | خراج، تجزیہ اور ٹیکس ملکی فاضل میں اور انہی کی باقاعدگی
 ملک اور سلطنت دونوں کے قیام، شادابی اور سرسبزی کا دار و مدار ہے لیکن حضرت
 محمد بن عبد العزیزؒ کے عہد خلافت سے پہلے ان تمام چیزوں کا نظام اس قدر ابتر
 تھا کہ وہ رہایا کے لئے بالکل ایک جبریلہ چیز بن گئی تھیں۔

۱۔ اسلام میں جسذیہ صرف غیر قوموں کے لئے مخصوص تھا اس لئے اگر کوئی
 مسلمان، یہودی یا مجوسی مذہب اسلام میں داخل ہو جاتا تھا تو وہ اس سے بالکل بری

مہرجاتا تھا، لیکن حجاج نے اس فرق دانتیاڑ کو بالکل مٹا دیا تھا، اور وہ فرسوں
بھی حبشہ یہ وصول کرتا تھا۔

تاریخ مقریہ میں ہے :-

واقل من اخذ الجزية ممن
اسلم من اهل الذمة النجاشی
فرسوں میں جو لوگ مسلمان ہو جاتے ان سے
سب سے پہلے حجاج نے جزیہ وصول کیا۔

۲۔ نور ذرہ اور مہرجان پارسیوں کا تہوار تھا، اور اس تہوار کے رسم و رواج
کے پابند صرف پارسی ہو سکتے تھے، لیکن امیر معاویہ نے ان تہواروں کو رعایا سے
ایک غیر معمولی رقم بطور ہدیہ کے لینا شروع کی تھی، جس کی مقدار ایک کروڑ تھی۔
۳۔ حجاج کا بھائی محمد بن یوسف جب یمن کا گورنر مقرر ہوا تو اس نے وہاں
باشندوں پر سخت مظالم کئے، اور ان پر ایک جدید ٹیکس لگایا۔

۴۔ خراج میں کچھ خراجی زمین تھی، لیکن جب وہاں کے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے،
اور کچھ اراضی دوسرے لوگوں کے ہاتھ سے نکل کر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی تو
حسب معمول عشری ہو گئی، لیکن حجاج نے اپنے زمانے میں ان لوگوں سے بھی
خراج وصول کیا۔

۵۔ رعایا پر مختلف قسم کے ٹیکس لگائے گئے تھے، وہ یہ بڑھا، اپنے پر ٹیکس
چاندی پگھلانے پر ٹیکس، عراقی نوپسی پر ٹیکس، دوکانوں پر ٹیکس، گھروں پر ٹیکس
پن چٹکیوں پر ٹیکس، نکاحانہ، غرض کوئی چیز ٹیکس سے بری نہ تھی، اور یہ تمام

۱۔ مقریہ جلد اول ص ۷۸، ۷۹

۲۔ یعقوبی جلد دوم ص ۲۵

۳۔ فتوح البلدان ص ۳۸۰

۴۔ فتوح البلدان ص ۲۵

کس ماہوار وصول کئے جاتے تھے اور اس لئے اس کو مالِ ہلالی کہا جاتا تھا۔
حضرت عمر بن عبد العزیز تختِ خلافت پر متمکن ہوئے تو ان کو نظر آیا کہ ان
میں بعض قسم کی آمدنیاں شرعاً ناجائز ہیں، اور بعض سے رعایا پر غیر معمولی بار
پڑ رہا ہے، اس لئے انہوں نے ان کو ایک لخت موقوف کر دیا۔

۱۔ نو مسلموں سے جو جزیہ وصول کیا جاتا تھا اس کی نسبت حیان بن شریح
کو لکھا کہ ذمیوں میں جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں ان کا جزیہ ساقط کر دیا جائے کیونکہ
خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:-

قَاتِلُوا دَآءِلَہِہِ الصَّلٰوۃِ وَاَتُوا
الزَّكٰوۃَ فَاُولٰٓئِہِ سَابِقِلِہِمْ اِن
اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔
جو لوگ توبہ کر لیں اور نماز پڑھیں اور
زکوٰۃ دیں ان کی راہ چھوڑ دو بے شہر خدا
مغفرت کرنے والا مہربان ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:-

قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ
مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَاَلَا یَدِیْنِ
دِیْنِ الْحَقِّ مِمَّنَّ الَّذِیْنَ
اَوْتُوا الْکِتٰبَ حَتّٰی یُعْطِیَ الْجِزْیَۃَ عَنْ
یَدِہِمْ صَاعِدُوْنَ۔
اہل کتاب میں ان لوگوں سے رہ دو جو
خدا پر اور روزِ قیامت پر ایمان نہیں
لاتے اور خدا اور خدا کے رسول نے
جس چیز کو حرام کر دیا اس کو حرام نہیں سمجھتے
اور حق مذہب کی پابندی نہیں کرتے یہاں
تک کہ وہ ذات کے ساتھ جزیہ دیں۔

اس حکم کی بناء پر اس کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ جزیہ کی آمدنی دفعہ گھٹ گئی

چنانچہ حیان بن شریحؓ نے ان کو اطلاع دی کہ ذمیوں کے اسلام نے جزیہ کو اس قدر نقصان پہنچایا کہ میں نے تیس ہزار اشرفیاں قرض لے کر مسلمانوں کے عطیہ تقسیم کئے، لیکن حضرت حسم بن عبد العزیزؓ نے اس کی کچھ پرواہ نہیں کی، اور لکھا کہ میں نے جب تمہیں متصر کا عامل مقرر کیا تھا، اسی وقت تمہاری کمزوری سے واقف تھا، میں نے قاصد کو حکم دیا ہے کہ تمہارے سر پر کوڑے لگائے جزیہ کو موقوف کرو، کیوں کہ خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادی بنا کر بھیجا تھا، نہ کہ محصل خراجؑ

بیرہ کے یہودی، عیسائی اور مجوسی جن سے جزیہ کی قسم وصول ہوتی تھی جب اسلام لائے تو عبد الحمید بن عبد الرحمنؓ نے ان سے جزیہ وصول کرنا چاہا اور حضرت عمرؓ بن عبد العزیزؓ سے اس کی اجازت طلب کی، انہوں نے لکھا کہ خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو داعی اسلام بنا کر بھیجا تھا نہ کہ محصل خراج، ان مذاہب کے لوگوں میں جو لوگ اسلام لائیں ان کے مال میں صرف صدقہ ہے جزیہ نہیں ہے۔ خراج کی نسبت جب ان کو معلوم ہوا کہ وہ نومسلموں سے جزیہ وصول کر رہے ہیں تو ان کو معذول کر دیا۔

نومسلموں کے جزیہ کی موقوفی پر ان کو اس قدر اصرار تھا کہ ایک بار لکھا کہ اگر ایک ذمی کا جزیہ ترانہ کے پتوں میں رکھا جا چکا ہو، اور اسی حالت میں وہ اسلام قبول کر لے تو اس کا جزیہ معاف کر دیا جائے، ان کا ٹول تھا کہ اگر سال تمام سے ایک دن پیشتر بھی کوئی ذمی مسلمان ہو جائے تو اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا۔

۲۔ نوروز اور مہرجان کے بدیے کے متعلق حکم دیا کہ ان تہواروں میں ان کے کوئی چیز نہ بھیجی جائے۔

۳۔ حجاج کے بھائی محمد بن یوسف نے اہل یمن پر جو جدید خراج مقرر کیا تھا اس کا اٹکل معاف کر دیا، ان پر صرف عشر مقرر کیا گیا۔

۴۔ فرات کے مسلمانوں کو جن زمینوں کو حجاج نے دوبارہ خراجی قرار دیا ان کو عشری قرار دیا گیا۔

۵۔ رعایا پر جو نامناسب ٹیکس لگائے گئے تھے ان کی موقوفی کا حکم دیا، عربی ہاں میں اس قسم کے ٹیکسوں کو مکس کہتے ہیں، اس لئے فرمایا کہ یہ ٹیکس نہیں بلکہ نجس ہے۔ وہ نجس جس کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا تَجْنِسُوا النَّاسَ لَشَيْءٍ مُّمْتَدٍّ
لَوْكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُنْتُمْ بِهِ كَاذِبِينَ

ان اصلاحات کے ساتھ ہمیشہ خیال رکھتے تھے کہ صدقہ و زکوٰۃ ناجائز طریقہ سے وصول نہ کئے جائیں، پہلے پلوں اور شاہراہوں پر محصل زکوٰۃ و صدقہ وصول کرتے تھے لیکن جب ان کو معلوم ہوا کہ لوگ اس طریقہ سے ناجائز قائدہ اٹھاتے ہیں تو اس کو بالکل موقوف کر دیا، اور ہر شہر میں ایک عامل مقرر کیا جو زکوٰۃ وصول کرتا تھا۔ خراج کے متعلق انھوں نے عبدالحمید بن عبد الرحمن کو جو فرمان لکھا تھا، اس کو قاضی ابی یوسف نے بلفظہ نقل کر دیا ہے چونکہ اس سے حضرت عمر بن عبد العزیز

طبعات ابن سعد ص ۲۴۶ ۲۴۷ فتوح البلدان ص ۲۴۷ ۲۴۸

مقریری ج ۱ ص ۱۱۳ و طبقات ابن سعد ص ۲۴۳ ۲۴۴ ایضاً ص ۲۴۹

کے طرز عمل کا نہایت تفصیل کے ساتھ اندازہ ہوتا ہے، اس لئے ہم اس کا لفظی ترجمہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

”زمین کا معائنہ کرو، پنجہ زمین کا بار آیا و زمین کا بار بنجر زمین پر نہ ڈالو، پنجہ زمینوں کا معائنہ کرو اگر ان میں کچھ صلاحیت ہو تو بقدر گنجائش اس سے خراج لو، اور اس کی اصلاح کرو تاکہ آباد ہو جائے جن آباد زمینوں سے کچھ پیداوار نہیں ہوتی، ان سے خراج نہ لو، اور جو زمینیں قحط زدہ ہو جائیں ان کے مالکوں سے نہایت نرمی کے ساتھ خراج وصول کرو۔ خراج میں صرف وزن سیوہ لو جن میں سونانہ ہو، کسال اور چاندی پگھلانے والوں سے ٹیکس، نوروز اور مہرجان کے ہدیے، عرائض نویسی اور مستوح کا ٹیکس، گھروں کا ٹیکس اور نکاحات نہ لو، اور جو ذمی مسلمان ہو جائیں ان پر خراج نہیں ہے۔“

یہ عجیب بات ہے کہ باوجود اس داگداشت، اس مراعات اور اس رفق و لطافت کے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے زمانہ میں جو مال گزاری وصول ہوئی، اس سے حجاج کے پُر منظم زمانہ کو کوئی نسبت نہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ فرمایا: ”ماتے تھے کہ خدا حجاج پر لعنت کرے اس کو نہ دین کی لیاقت تھی نہ دنیا کی۔“ حضرت عمر بن الخطابؓ نے عراق سے ۱۰ کروڑ ۲۸ لاکھ درہم، ریادہ نے ۱۰ کروڑ ۲۵ لاکھ درہم اور حجاج نے باوجود ظلم کے ۲ کروڑ ۸۰ لاکھ درہم وصول کئے، اس نے کاشت کاروں کو ۲۰ لاکھ درہم زمین کی آبادی کے لئے بطور قرض کے دیئے تو ایک

۷۸ لاکھ اور وصول ہوئے۔ لیکن باوجود اس دیرانی کے عراق میرے قبضہ میں آیا
 میں نے ۱۰ کروڑ ۳۳ لاکھ درہم وصول کئے، اور اگر زندہ رہا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی
 اللہ عنہ سے بھی زیادہ وصولی کروں گا۔

خانہ کی اصلاح | مجرموں کو جرائم پر سزا دینا اگرچہ قیام امن کے لئے ضروری
 تھا، تاہم وحشت و تمدن کے لحاظ سے سزا کی نوعیت اور مجرمین کی حالت میں خلعت
 دینا چاہیے، اسلام چونکہ ایک تمدنِ سلطنت کا بانی تھا، اس لئے اس نے قیدیوں
 کے ساتھ ان تمام مراعات کو قائم رکھا جو مقتضائے انسانیت تھیں، ان مراعات کی ابتدا
 پہلے حضرت علی کریم اللہ وجہہ لہ کی، اور حکم دیا کہ قیدیوں کے کھانے پکڑے کا
 تمام بیت المال سے کیا جائے، ان کے بعد اگرچہ تمام خلفاء نے اس طریقہ کو قائم
 رکھا، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے زمانے تک اس میں متعدد
 اصلاحیں پیدا ہو گئی تھیں۔

۱۔ ولید صرف شبہہ کی بناء پر لوگوں کو گرفتار کرتا تھا، اور ان کو قتل تک
 نہ پہنچاتا تھا۔

۲۔ جو قیدی اپنے وطن اور اعزہ و اقارب سے دور قید خانہ میں رہتے تھے
 ان کی لاش دو دن تک قید خانہ میں پڑی رہتی تھی، خود قیدی باہم صدقہ و خیرات کی
 جمع کر کے مزدوروں کے ذریعہ سے قبرستان تک ان کی لاش پہنچا دیتے تھے۔
 اور وہ باغسل و کفن و بلا نماز جنازہ دفن کر دیئے جاتے تھے۔

۳۔ مجرم و اہل بدعت و کفر سزا دینے کا کتاب الخراج ص ۸۹، ۸۸، ۸۷، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۹، ۷۸، ۷۷، ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۸، ۶۷، ۶۶، ۶۵، ۶۴، ۶۳، ۶۲، ۶۱، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶، ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱

۴۔ کتاب الخراج ص ۸۹

۳۔ اسلام نے خود جن جرائم پر سزائیں مقرر کر دی ہیں، ان میں تو کسی قسم کا تیز و
نہیدل نہیں ہو سکتا، تاہم اسلام نے تعزیر کی کوئی تحدید نہیں کی ہے اور اس کے
خبرہ امام کی رائے پر چھوڑ دیا ہے، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ کے زمانہ میں عمال نے
اس میں اس قدر سختیاں کر دی تھیں کہ بعض جرائم پر بلکہ صرف الزام و شبہہ پر بھی
تین سو کوڑے مارتے تھے۔

۱۱۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ نے ان تمام ظالمانہ طریقوں کی طرف توجہ کی
ان میں ہر ایک کو مٹایا۔

توصل میں چوری کی وارداتیں بکثرت ہوتی تھیں، اس لئے اس کے انبار
کے لئے وہاں کے عامل نے ان سے دریافت کیا کہ میں لوگوں کو شبہہ پر گرفتار
کے سرادوں؟ انھوں نے جواب دیا کہ طریقہ سنت کے موافق ان کو شہادت کی
بناد پر گرفتار کرو، اگر حق ان کی اصلاح نہیں کر سکتا تو خدا ان کی اصلاح نہ کرے گا
(۲۱) قیدیوں کے بے گورد و کفن چھوڑ رکھنے کا جو طریقہ جاری ہو گیا تھا، اس کی نسبت
عمال کو لکھا کہ اسلام میں یہ کتنا بڑا گناہ ہے۔

(۲۲) شبہہ پر جو سخت سزائیں دی جاتی تھیں اس کی نسبت اخلاقی حیثیت سے
کہا کہ یہ بالکل جائز نہیں ہے، عجز شرعی حقوق کے ہر حال میں مسلمانوں کی طرف
بالکل محفوظ ہے۔

اور قانونی طور پر تعزیر کی تحدید کر دی جس کی انتہائی مقدار ۳۰ کوڑے تھی۔

۱۵ کتاب الخراج ص ۸۹ مے سیرت عمر بن عبد العزیز رحمہ ص ۹۰ مے کتاب الخراج ص ۸۹

۱۶ ایضاً ص ۸۹ مے طبقات ابن سعد ص ۲۸۴

ساتھ قیدیوں کے ساتھ مختلف قسم کی مراعات کیں۔

(۱۱) عام حکم دیا کہ کسی مسلمان قیدی کو اتنی بیماری بیڑیاں نہ پہنائی جائیں کہ وہ
 اور بیڑیاں لکھیں، اور قاتل کے سوارات کو تمام مجرمان کے پاؤں سے بیڑیاں
 ہار دی جائیں۔

(۱۲) قیدیوں کو جو کچھ نامتناہی تھا، اس کی نسبت طارمین جیل کو بدویانہتی کا خیال
 اس لئے حکم دیا کہ کھانے کے بجائے اُن کو ماہوار روپیہ دیا جائے۔

(۱۳) قیدیوں کی مختلف نوعیت اور مختلف حالت کے لحاظ سے اُن کے لئے
 الگ الگ احکام جاری کئے، چنانچہ تمام صوبوں کے گورنروں کو لکھا کہ اگر بیمار قیدیوں
 کے معذریہ واقارب نہ ہوں یا اُن کے پاس مال نہ ہو تو اُن کی خبر گیری کرو، جو لوگ
 شہر میں قید گئے جائیں اُن کو اور محبوسوں کے ساتھ ایک کوٹھری
 میں نہ رکھو، اور عورتوں کو الگ قید کرو، اور جیلر ایسا شخص مقرر کر دو جو قابل اہتمام
 اور شہوت نہ لے۔

ان احکام کے ساتھ ابو بکر بن حزم کو خصوصیت کے ساتھ لکھا کہ ہفتہ کے
 روز جیل خانہ کا معائنہ کیا کریں اور دوسرے عمال کو قیدیوں کے ساتھ سلوک کرنے
 کی ہدایت کی گئی۔

جیل خانہ کے متعلق انھوں نے جو مشران جاری کیا تھا، اگرچہ اس کا ذکر
 اس پر گزر چکا ہے، تاہم اس موقع پر ہم اس کا بلفظ ترجمہ کر دینا مناسب سمجھے ہیں۔

۱۔ کتاب الخراج ص ۸۸ ۲۔ ایضاً ص ۸۸ ۳۔ طبقات ابن سعد ص ۲۶۳

۴۔ ایضاً ص ۲۸

کیونکہ اس سے اُن کے طہر عمل پر مزید روشنی پڑے گی۔

”قید خانے میں کسی مسلمان کو اس طرح بیڑی نہ پہنائی جائے کہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور حبسہ قاتل کے رات کے وقت ہر قیدی کی بیڑی، اُسار لی جائے، اُن کا اتنا وظیفہ مقرر کر جو اُن کے کھانے کے لئے کافی ہو اس کا اندازہ کر لو، اور یہ وظیفہ اُن کو ماہوار دو، کیوں کہ اگر ان کو روٹی دی جائے گی تو قید خانہ کے نگران کا اس کو اڑالیں گے، اس کا انتظام ایک نیک آدمی کے سپرد کرو، جو ان کے نام کو رجسٹر میں درج کر لے، اور وہ رجسٹر اس کے پاس رہے اور وہ ہر مہینے میں بیٹھ کر ایک ایک قیدی کا نام لے کر پکامے، اور خود ہر ایک کے ہاتھ میں اس کا وظیفہ دے، جو لوگ رہا ہو جائیں اُن کا وظیفہ بند کر دیا جائے، اور ہر قیدی کو مہینے میں دس دوہم دیئے جائیں، لیکن ہر قیدی کو وظیفہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

قیدیوں کو جائزے میں ایک قیص اور ایک کٹل اور گرمیوں میں قیص اور تہبند دینا ہو گا، عورتوں کو بھی اسی قدر وظیفہ ملے گا، لیکن اُن کے لباس میں ایک برقع کا اضافہ کرنا ہو گا۔

قیدیوں کو اس سے بے نیاز کر دو کہ وہ بیڑیاں ہلاتے ہوئے نکلیں کہ لوگ اُن کو صدقہ و خیرات دیں، کیونکہ یہ ایک بڑا جرم ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت جو جرائم کی پاداش میں قید ہو کر اس طرح نکلے، میرا خیال ہے کہ اہل شہر کہ بھی مسلمان قیدیوں کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتے ہوں گے پھر مسلمانوں کے ساتھ یہ برتاؤ کیوں کر جائز ہو سکتا ہے؟ یہ تو گھبرائی کی

شدت کی وجہ سے اس طرح پابند سلاسل نکلتے ہیں، اور کبھی کھانے پینے کے لئے کچھ پا جاتے ہیں اور کبھی نہیں پاتے، کوئی آدمی گناہ سے محفوظ نہیں ہے۔ اُن کی خبر گیری کہ وہ اور جیسا کہ میں نے لکھا اُن کو وظیفہ دو، جو قیدی مرجائیں اور ان کے عزیز و اقارب نہ ہوں، اُن کی تحریر و خط کا سامان بیت المال سے کیا جائے، اور نماز جنازہ کے بعد وہ دفن کئے جائیں گے معتد لوگوں کے ذریعہ سے اطلاع ملی ہے کہ جب کوئی غریب الوطن، قیدی مرجاتا ہے تو وہ قید خانے میں دو دو دن تک پڑا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب والی سے اس کے دفن کی اجازت لے لی جاتی ہے اور جب خود قیدی اس کے لئے صدقہ جمع کرتے ہیں، اور اجرت پر اس کی لاش کو قبرستان میں بھیجتے ہیں تو وہ بلا غسل و کفن اور بلا نماز جنازہ کے دفن کیا جاتا ہے، اسلام میں یہ کتنا بڑا گناہ ہے، اگر تم حدود کو جاری کرو تو قیدی کم مرجائیں اور بد معاش اور ڈاکو ڈرنے لگیں، اور اپنے جسد اثم سے باز آئیں، قیدیوں کی تعداد صرف عدم نگرانی سے زیادہ ہوتی ہے، یہ صرف قید ہے، نگرانی نہیں ہے، اپنے اپنے تمام اعمال کو ہدایت کر دو کہ روزانہ قیدیوں کی نگرانی کریں جن لوگوں کی اصلاح صرف تادیب سے ہو سکے، اُن کو تادیب کر کے رہا کر دیا جائے اور جس پر کوئی مقولہ قائم نہ ہو اس کو با مکمل رہا کر دیا جائے، اُن کو یہ بھی ہدایت کر دو کہ تادیب و تعذیر میں متوازن اعتدال سے آگے قدم نہ بڑھائیں، کیونکہ مجھے خبر ملی ہے کہ وہ لوگ مجسدين کو صرف مشہد

کی بنیاد پر دو دو سو یا تین تین سو یا اس سے کم و بیش کوڑے لگواتے
 ہیں، لیکن یہ جائز نہیں ہے، مسلمان کی بیٹھ بجز حق شرعی کے ہر
 حالت میں محفوظ ہے۔

اس مسلمان کو پڑھو، اور غور کرو کہ اس تمدن و تہذیب کے زمانہ میں قید
 خانے کی اصلاح کا جو معیار قائم کیا گیا ہے کیا وہ اس سے بلند ہے؟

۱۵ کتاب الخراج ص ۸۶ و ۸۷



اشاعتِ اسلام

اسلامی سلطنت طول و عرض میں اگر مشرق سے مغرب تک پھیل جائے
 اس میں کوئی خدا کا نام لینے والا نہ ہو تو وہ صرف سیاسی حیثیت سے
 اسلامی سلطنت ہوگی، مذہب کی زبان سے اس کو یہ خطاب نہ مل سکے گا، اسلامی
 مالک کا تمغائے امتیاز صرف توحید کی پاک آواز ہے، اور حضرت عائشہؓ عربین
 کا سرور ہیں، اس کا خلفہ ممالک محروسہ کے گوشے گوشے سے بلند ہوا انبیا
 کی زندگی کا ایک اہم مقصد اشاعتِ اسلام کو تیار دیا اور اس پر ہر قسم
 کی مادی اور اخلاقی طاقت صرف کی، ہوا فسر کفار کے ساتھ معرکہ آراء تھے ان کو
 ہار دینا تھا۔

وَقَالُوا لَنْ نَحْصِيَاصُورَ حُصُونٍ
 اور وہ ولا جماعۃ من جہاننا نقہم
 وہ میوں کے کسی قلعہ اور کسی جماعت سے
 اُس وقت تک جنگ نہ کرو جب تک
 ان کو اسلام کی دعوت نہ دے لو۔

وَلَا تَدْعُوهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ
 لوگوں کو ایٹلافِ قلب کے لئے بڑی بڑی قمیص دے کر اسلام کی طرف

مائل کیا، چنانچہ ایک بار ایک پادری کو اس غرض سے ہزاراٹریاں دیں۔

شاہانِ مآدراہنہر کو اسلام کی دعوت دی، اور ان میں بعض نے اسلام قبول کیا
چنانچہ علامہ بلاذری، فتوح البلدان میں لکھتے ہیں:-

كتب الى ملوك مآدراہ المنصور
يبدعوهم الى الاسلام فاسلم
بعضہم
انہوں نے مآدراہنہر کے بادشاہوں کو
دعوتِ اسلام دی اور ان میں بعض اسلام
لائے۔

سندھ کے سلاطین کے نام و ملوک نامہ روانہ کیا تو چونکہ وہ لوگ ان کے مٹھا
اخلاق کی شہرت پہلے سے سُن چکے تھے، اس لئے بہت سے بادشاہوں نے اسلام
قبول کیا، اور اپنا نام عربی رکھا، علامہ بلاذری لکھتے ہیں:-

كتب الى الملوك يبدعوهم الى
الاسلام والطاعة على ان
يسلموهم ويقيموا المسلمين و
عليهم ما عليهم وقد كانت
بلغتهم سيرة و مذہبہ فاسلم
حلیشہ و الملوك و تسوا باسماء
العرب
انہوں نے بادشاہوں کو اسلام اور اطاعت
کی طرف اس شرط پر دعوت دی کہ ان کی
بادشاہی میں کوئی فتنہ نہ آئے گا اور جو حقوق
مسلمانوں کے ہیں ان کو ملیں گے، اور جو
عماریاں مسلمانوں پر عائد ہوتی ہیں وہ ان پر
ہوں گی چونکہ تمام بادشاہوں کو ان کے کیر کھڑ
کا حال معلوم ہو چکا تھا، اس لئے حلیشہ اور

دوسرے بادشاہ اسلام لائے اور اپنا نام عربی رکھا۔

۱۰ طبقات ابن سعد ذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ ص ۲۸۵ سے فتوح البلدان ص ۲۳۲
۱۱ طبقات ابن سعد ذکرہ عمر بن عبد العزیز رحمہ ص ۲۸۵

جراح بن عبد اللہ الحکمی کو جو تر آسان کے عامل تھے، لکھا کہ ذمیوں کو اسلام کی دعوت
 دیں، اور وہ اسلام لائیں تو ان کا جزیہ معاف کر دیں، چنانچہ انھوں نے اس حکم کی
 تعمیل کی، اور ان کے ہاتھ پر چار ہزار ذمی اسلام لائے، جراح کے حسن خلق کی شہرت
 پھیل، تو ان کے پاس تبت سے وفد آئے کہ ان کے یہاں ایمان اسلام روانہ کریں
 چنانچہ اس غرض سے انھوں نے سلیم بن عبد اللہ المنفی کو روانہ کیا۔

اسماعیل بن عبد اللہ بن ابی المہاجر مغرب کے عامل تھے، وہ اگرچہ بذات خود
 اس خدمت میں مصروف تھے، اور تبرک کو اسلام کی دعوت دیتے تھے، لیکن جب
 حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا دعوت نامہ پہنچا، اور اسماعیل نے پڑھ کر سنایا تو اس
 کا اس قدر اثر ہوا کہ اسلام تمام مغرب کے افق پر چھا گیا، علامہ بلاذری لکھتے ہیں:-

لما لا كانت خلافة عمر بن عبد العزيز
 في المغرب اسماعيل بن عبد الله
 بن ابی المہاجر فصار احسن سيرة
 ودعى اليه بالاسلام وحضرت
 اليهم عمر بن عبد العزيز كتب اليه عظم
 لبعده الى ذلك فقرأ اسماعيل
 عليهم في المواحي فغلب اسلام
 على المغرب

پھر جب حضرت عمر بن عبد العزیز کا دور آیا تو
 انھوں نے اسماعیل بن عبد اللہ بن ابی المہاجر
 کو مغرب کا گورنر مقرر کیا، انھوں نے نہایت
 عمدہ روش اختیار کی اور تبرک کو اسلام کی
 دعوت دی، اس کے بعد خود حضرت عمر بن
 عبد العزیزؓ نے ان کے نام دعوت نامہ روانہ
 کیا، اسماعیل نے یہ دعوت نامہ ان کو پڑھ کر
 سنایا تو اسلام مغرب پر غالب ہو گیا۔

ان کے زمانہ میں اشاعت اسلام کا سبب سے زیادہ مؤثر سبب یہ ہوا کہ حجاج

کی ظالمی نہ روش کے مطابق تو مسلمانوں سے اب تک جو جزیہ وصول کیا جاتا تھا انہوں نے اس سے ان کو بالکل بری کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ جیسریہ کی آمدنی میں دفعۃً بغیر معمولی کمی پیدا ہو گئی، عمال نے ان کو اس کمی کی طرف توجہ دلائی تو انہوں نے سب کو لکھ دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے داعی اسلام بنا کر بھیجا تھا نہ کہ تحصیل خراج۔

ایک بار عدی بن ارطاة نے ان کو لکھا کہ اس کثرت سے لوگ اسلام لا رہے ہیں کہ تجھے خراج میں کمی واقع ہو لے گا اندیشہ ہے، انہوں نے ان کو جواب دیا کہ میری یہ خواہش ہے کہ تمام لوگ مسلمان ہو جائیں، اور ہماری اور تمہاری حیثیت صرف ایک کا شتکار کی رہ جائے کہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھائیں یہ

۱۔ سیرۃ عمر بن عبد العزیزہ صفحہ ۶۶

احیائے شریعت

خاندان بنو امیہ میں جن خلفاء کا نام تاریخ کے اوراق میں روشن نظر آتا ہے
 ان میں وکید، سلیمان، اور حضرت عمر بن عبد العزیز رہنمائی نمایاں ہیں لیکن جن
 عرصیات نے ان کے عہد خلافت کو اس قدر نمایاں کیا ہے وہ بالکل مختلف ہیں۔
 وکید جیسا کہ ایک راوی بیان کرتا ہے ۔

كان صاحباً بناءً واختاً المصانع والضياع وكان الناس يلتقون
 في زمانه فانما يشئل بعضهم بعضاً
 عن البتلو والمصانع
 اور سلیمان بن عبد الملک
 كان صاحب نكاح و طعام فكان
 الناس يشئل بعضهم بعضاً عن
 العز و الحج و الجوارى۔

کھانے والا اور نکاح کرتے والا بادشاہ
 تھا اس لئے اس کے عہد میں لوگ صرف
 شادی اور بڑائیوں کا چرچا کرتے تھے۔
 لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اپنی حکومت کا مستحق ضرورتاً نہایت

بنایا اس بنا پر۔

قلما ولی عمر بن عبد العزیز کا (وہ)
یلتقون فیقول الرجل للرجل ما
وددک اللیلۃ وکم تحفظ من القرآن
ومتی تختم ومتی ختمت وما
تقوم من الشهر لے

جب وہ خلیفہ ہوئے تو باہمی ملاقات میں ایک
شخص دوسرے شخص سے کہتا تھا کہ رات کو تم
کو سناؤ طیفیر پڑھئے ہو؟ تم نے کتنا قرآن یاد کیا
ہے؟ تم قرآن کی ختم کرو گے؟ اور کب ختم کیا
تھا؟ اور بیٹے میں کتنے روزے رکھتے ہو؟

لیکن یہ اُن کی دور حکومت کی خصوصیت کا نہایت اجمالی بیان ہے اس لئے
ہم کو تفصیل کے ساتھ بتانا چاہیئے کہ سنت نبویہ کے احیاء بدعات کے اعمار اور
شرائع اسلام کی ترویج و اشاعت کے متعلق اُن کے کیا کیا کارنامے ہیں؟

اسلام درحقیقت چند اعمال و عقائد کے مجموعے کا نام ہے جن کا تحفظ و بقا
مسلمان بادشاہ کا فرض ہے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ان اعمال و عقائد کے
تحفظ و بقا کو اپنی اصلی زندگی کا اصلی مقصد اور اپنے دورِ خلافت کا طغرائے امتیاز
قرار دیا چنانچہ جدیرہ کے عامل عدی بن عدی کے نام انھوں نے جو فرمان بھیجا اس میں اس
مقصد کو نہایت واضح طور پر ظاہر کر دیا چنانچہ اس فرمان کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

ان لا یمان قرأ فی و شرأ ثم و
حدوداً و سنأ فمن استکملها استکمل
الایمان و من لم یستکملها لم
یستکمل الایمان فان اعشأ
بینها لکم حتی تعلوا بها و ان اعدت

ایمان چند مقام چند احکام اور چند معنی کا نام
ہے جس شخص نے ان تمام اجزاء کی تکمیل کر لی اس
نے ایمان کو مکمل کر لیا اور جس شخص نے اُن کو مکمل
نہیں کیا اس نے ایمان کو مکمل نہیں کیا میں اگر
زندہ رہا تو ان تمام اجزاء کو تمہارے سامنے بیان

جہاں اصلی عجب تک بعد میں
 کروں گا تاکہ تم رنگ ان پر عمل کرو اور اگر گیا
 تو مجھے تمہارے ساتھ رہنے کی ضرورت بھی نہیں۔

اور اپنی زندگی میں انھوں نے ان اجزاء کو جس طرح قائم رکھا، جس طرح ان کا
 کیا اور جس طرح ان کی ترویج و اشاعت کی داس کی نظیر کسی خلیفہ یا بادشاہ
 کو اور حکومت میں نہیں مل سکتی۔

تائید عقائد کے رسوخ و استحکام کا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ مذہبی اسرار و رموز
 پر زیادہ غور و غوص اور مشغولیت کی جائے جیسا کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اگرچہ کبھی کبھی اسی
 قسم کے مسائل پر اس قسم کے مباحث میں حصہ لیتے تھے، چنانچہ جب وہ خلیفہ ہوئے تو عتوان بن
 عبد اللہ و تمیمی بن ابی کثیر اور عمر بن حمزہ ان کی خدمت میں آئے اور مسئلہ اچھا کے
 معلق ان سے مناظرہ کیا، اور ان لوگوں کا بیان ہے کہ انھوں نے اس مسئلہ میں ان
 عقائد کی ایک اس کے ساتھ وہ عام طور پر لوگوں کو کبھی اس قسم کے دقیق مسائل
 کی طرف مائل نہیں ہونے دیتے تھے، چنانچہ ایک بار کسی شخص نے اس قسم کا کوئی مسئلہ
 پیش کیا تو بولے کہ کتاب کے بچوں اور صحرا کے بدوؤں کا دین اختیار کرو، اور
 اس کے سوا ہر چیز کو بھول جاؤ، فرماتے تھے کہ جب کسی قوم کو دیکھو کہ وہ عوام کے
 مسائل اس قسم کی مذہبی گفتگو کرتی ہے تو سمجھو کہ گمراہی کی بنیاد ڈالتی ہے۔
 عقائد کے متعلق جو نئے نئے مسائل پیدا ہو گئے تھے ان کو محدثین کی اصطلاح

۱۔ بخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم شی الاسلام علی نفس

۲۔ طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۱۸۰ تذکرہ عتوان بن عبد اللہ

۳۔ جامع بیان العلم ص ۱۵۳ ۴۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۳۳

میں، ہوا کہتے تھے جو ضلالت و گمراہی کا مرادف ہے، حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے میں اس قسم کے مسائل میں مسئلہ قضا و قدر کا زیادہ چرچا پھیلا ہوا تھا اس کو مقید جہنی کے بعد غیلان و مشقی نے بہت کچھ وسعت و ترقی دی تھی، حضرت عمر بن عبد العزیز نے سب سے پہلے اس سے قورہ کرائی، اور اس نے بظاہر تو برہمی کر لی، اس کے بعد مگر تدبیر سے اس کے اثر کو مٹا چاہا، اس زمانے میں ہر قسم کے خیالات کی افکار و مقبولیت کا اصلی ذریعہ محدثین و فقہا تھے اس لئے حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس گمراہ کو ان خیالات کے قبول کرنے سے روک دیا، کہ ان کے ذریعہ سے یہ مفسد تمام قوم میں پھیلنے نہ پائے، پشاپہ ایک یا رام محمول سے کہا۔

ایانہ ان تقول فی القدر صا
یقول ہذا لایعنی غیلان اھ

اور اس کے پیرو کہتے ہیں

نماز عقائد کے بعد اعمال کا درجہ ہے جن میں سب سے مقدم نماز ہے خلفائے کرام بالخصوص حجاج نے نماز کے ساتھ جو غفلت برقی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پابندی اولیٰ نماز جو صحابہ کرام کے زمانے میں نہایت ضروری چیز خیال کی جاتی تھی بالکل ہمالیہ لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے تمام عمال کے نام ایک فرمان بھیجا جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

اجتنبوا الاشغال عند حضور الصلوۃ
فمن اضاعها فہو لہا سواھا من
شرائع الاسلام اشد تضریرا

نماز کے وقت تمام کام چھوڑ دو کیونکہ جس شخص نے نماز کو ضائع کر دیا وہ اور فرائض اسلام کا سب سے زیادہ ضائع کرنے والا ہو گا۔

تاریخ اقطاع مصر ۲۴۴ ۲۵ طبعات ابن سعد مذکورہ عمر بن عبد العزیز ص ۲۸۴ ۲۸۵

اس کے علاوہ ذاتی طور پر لوگوں کو اس کی طرف توجہ دلائی، ایک بار انھوں نے ایک شخص کو مصر روانہ کرنا چاہا، اس نے جانے میں دیر کی تو آدمی بھیج کر بلوایا، وہ آیا تو سنا دیا کہ گھبراؤ نہیں آج جمعہ کا دن ہے، جمعہ پڑھنے بغیر یہاں سے نہ ملنا، ہم نے تم کو ایک جلدی کے کام کے لئے بھیجا تھا، لیکن یہ عجلت تم کو اس پر تہ آمادہ کرے کہ نماز کو وقت مال کے پردھو، خدا نے اس قوم کی نسبت جس نے نماز کو بر باد کر دیا، اور شہوت و لذت کی لڑمایا ہے کہ وہ معتزب فضالت سے ملاتی ہوں گے، لیکن انھوں نے نماز کو بالکل ترک نہیں کر دیا تھا بلکہ اس کے وقت کی پابندی چھوڑ دی تھی۔

ان ہدایات کے علاوہ ملک میں ہر جگہ عملی طور پر نماز کا اہتمام کیا، اور مؤذنین کی فہرستیں مقرر کیں، طبقات ابن سعد میں کثیر بن زید سے روایت ہے:-

فان مات خاضعة في خلافة عبد بن
 من حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت میں
 خاضعة میں آیا تو دیکھا کہ وہ مؤذنین کو بیت
 المال سے وظیفہ دیتے ہیں۔

زکوٰۃ و صدقہ اگرچہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت کی یہ برکت تھی کہ جب لوگوں کو ان کے وظیفہ ہونے کی خبر ہوئی تو نہایت شہرت سے صدقہ و زکوٰۃ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کے ایک عامل نے لکھا کہ اب بہت سا صدقہ فطر جمع ہو گیا ہے اپنی رائے سے اطلاع دیجئے کہ اس کو کیا کیا جائے؟ تاہم وہ نہایت شدت کے ساتھ لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے رہتے تھے، ایک بار خاضعہ میں عید کے ایک دن پہلے جمعہ کے

سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۸۴، طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز ص ۱۳۲

سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۸۵

روز خطبہ دیا، جس میں لوگوں کو صدقہ و قطر و بیسے پر آمادہ کیا، اور کہا کہ جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے ان کی نماز مقبول نہیں ہے، لوگ آمادہ و مستقر تھے اور وہ قبول کرتے جاتے تھے اے

حجاج نے زکوٰۃ کا جو نظام خراب کر دیا تھا، اس کے متعلق عمال کو ہدایت کی کہ اس کی روش سے اجتناب کریں، چنانچہ ایک بار عدی بن ارطاة کو لکھا کہ میں نے زکوٰۃ کے معاملہ میں تم کو حجاج کی تقلید سے روکا ہے کہ یہ نہ کہ وہ اس کو غیر محل سے لیتا تھا اور غیر محل میں صرف کرتا تھا یہ

ایک بار ان کو عدی کی نسبت معلوم ہوا کہ شراب کا عشر لیتے ہیں تو ان کو لکھا کہ بیت المال میں صرف حلال مال داخل کرو یہ

لہو و نیا سرتہ کی ممانعت | ان فسادات کے علاوہ شریعت نے جن چیزوں کی ممانعت کی تھی ان پر شدت کے ساتھ وار و گیر کی، ایک بار ان کو معلوم ہوا کہ بہت سے مسلمان لہو و لعب میں مصروف ہو گئے ہیں اور بہت سی عورتیں بھاری کے ساتھ بال کھولے ہوئے فوجہ کرتی ہوئی نکلتی ہیں، تو عمال کے نام ایک فرمان بھیجا جس کا خلاصہ یہ ہے

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ سفہاء کی عورتیں مردوں کی وفات کے وقت بال کھولے ہوئے اہل جاہلیت کی طرح فوجہ کرتی ہوئی نکلتی ہیں، حالانکہ جب سے عورتوں کو انچل ڈالنے کا حکم دیا گیا، ان کو دوپٹہ اتارنے کی اجازت نہیں دی گئی، پس اس فوجہ و ماتم پر تعدن و بیخ کر دینا اہل عجم چند چیزوں کے

۱۔ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز ص ۲۶۸ تہ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۸۸

۲۔ طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبد العزیز ص ۲۸۵

جن کو شیطان نے ان کی نگاہ میں محبوب کر دیا تھا، دل بہلاتے تھے، پس مسلمانوں کو اس لہو و لعب اور راگ باجے وغیرہ سے روکوا اور جو بازنہ آئے اس کو اعتدال کے ساتھ سزا دو۔

انسداد شراب نوشی | حضرت عمر بن عبد العزیز نے شراب نوشی کے انسداد کے لئے مختلف تدبیریں اختیار کیں۔

(۱) تمام مقامات کے نام فرمان بھیجا کہ کوئی ذمی مسلمانوں کے شہروں میں شراب نہ لانے پائے۔

(۲) شراب کی جو دکانیں قائم تھیں ان کو بالکل توڑ دیا۔

(۳) جو لوگ ہمید کے چیلے سے شراب پیتے تھے ان کی نسبت عدی بنی ارطاة کو لکھا

”لوگوں نے اس شراب کو پی کر ہستی کی حالت میں نہایت بُرے

بُڑے کام کئے، اور اکثر ان میں کہتے ہیں کہ اس شراب کے پینے سے کوئی

مضائق نہیں، لیکن جو چیز اس قسم کے کام کراتی ہے اس کے استعمال میں

سخت ہرج ہے، خدا نے اور بھی بہت سی پینے کی چیزیں پیدا کر کے

شراب سے بے نیاز کر دی ہے، مثلاً آب شیریں، شیر خاص، شہد، مصفا

وغیرہ پس جو شخص ہمید بنائے وہ صرف چمڑے کے مشکیزے میں بنائے

جس میں زفت کا رنگ نہ ہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم

کے ظروف کی نمید سے منع فرمایا ہے، اس روک ٹوک کے بعد اگر کسی

نے اس قسم کی شراب پی تو ہم اس کو سخت سزا دیں گے، اور جس نے مخفی طور پر پی تو خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔^۱

اس کے بعد جس قدر شیثے اور پیالے رُہ گئے تھے وہ اُن کے ہاتھ سے چوڑپور ہو گئے، چنانچہ ایک راوی کا بیان ہے کہ میں نے اُن کو خنصرہ میں دیکھا کہ شراب کے مشیکروں کے پھاڑنے اور شیشوں کے توڑنے کا حکم دے رہے ہیں۔^۲

مذہب اور اخلاق کے متعلق اور بھی بہت سے احکام تھے جن کی خلاف ورزی منکر تھی، پیدا کر سکتی تھی، حضرت عسکریؑ بن عبد العزیزؑ نے ان تمام جزئیات کی طرف توجہ کی، اور ان سے مسلمانوں کو روکا، مثلاً اہل عجم کی آمیزش و اختلاط سے تمام ممالک اسلامیہ میں حماموں کا رواج ہو گیا تھا، اور اس میں مرد و عورت پینا کا نہ بجا جا کر غسل کرتے تھے، لیکن اس میں شرم و حیا اور ستر عورت کا کافی انتظام نہیں کیا جاتا تھا، حضرت عسکریؑ بن عبد العزیزؑ نے عورتوں کو کلیئہ حمام میں جانے سے روک دیا، اور عرووں کی نسبت عام حکم دیا کہ بغیر تہ بند کے حمام میں غسل نہ کریں، چنانچہ اس حکم پر اس شدت کے ساتھ عمل ہوا کہ راوی کا بیان ہے کہ میں نے حمام کے مالک اور حمام میں جانے والے دونوں کو دیکھا کہ ان کو سزا دی جا رہی ہے۔^۳

حماموں کی دیواروں پر تصویریں بنائی جاتی تھیں، جو اصول شریعت کے خلاف تھیں، ایک بار انھوں نے ایک حمام میں اس قسم کی تصویر دیکھی تو مٹا دیا اور کہا کہ اگر مصوّر کا نام معلوم ہوتا تو میں اس کو سزا دیتا۔^۴

۱۔ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۱۰۲۔ طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبد العزیز ص ۲۱۱

۲۔ ایضاً ص ۲۶۳۔ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۲۱۱

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے تاہم وہ اہل عجم کی طرح بالکل رفاہیت اندیش برتی
 کو بھی جائز نہیں قرار دیتا، اس لئے اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال سنوارنے
 کا حکم دیا ہے، تاہم اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ پٹیاں جھانسی جائیں، حضرت عسکری
 عبد العزیزؒ کے زمانہ میں اس قسم کے بہت سے شوقین پیدا ہو گئے تھے، اس لئے انہوں
 نے پولیس مینوں کو حکم دیا کہ جمعہ کے دن مسجد کے دروازوں پر کھڑے ہو جلیں اور جو
 شخص پٹیاں جھانسی ہوئے گذرے اس کے بال کاٹ لیں یہ

حضرت عمرؓ عبد العزیزؒ کو اس باب میں خاص اہتمام تھا کہ عرب کی قومی خصوصیات
 مٹنے نہ پائیں، چنانچہ ایک بار اُن کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ جب سامنے طشت رکھ کر دُلو
 کرتے ہیں تو قیل اس کے طشت پانی سے بھر جائے پانی پھینک دیا جاتا ہے، تو عدوی
 بن اوطا کو لکھا کہ یہ عجیوں کا طریقہ ہے، اب جب تک طشت بھر نہ جائے یا اب
 لوگ فارغ نہ ہو جائیں پانی نہ پھینکا جائے یہ

۱۔ سیرت عمر بن عبد العزیز، طبقات ابن سعد

۲۔ طبقات ابن سعد، تذکرہ عمر بن عبد العزیز ص ۲۸۲ ۳۔ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۸۴



تدوینِ حدیث

قرآن مجید کے بعد اسلام کے احکام، اسلام کی تعلیم، اور اسلام کے اخلاق کا مجموعہ صرف وہ کلمات طیبہ ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہیں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے زمانے سے پہلے وہ صرف صحابہ اور تابعین کے سینوں میں محفوظ تھے، بخاری، مسلم، مؤطا اور حدیث کی دوسری کتابیں جو احادیث صحیحہ کا بہترین مجموعہ ہیں، اس وقت تک وجود میں نہیں آئی تھیں اور حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اس طرف توجہ نہ کی ہوتی تو علم حدیث کا یہ ذخیرہ وجود میں نہ آتا، لیکن انھوں نے دیکھا کہ انقصائے زمانہ کے ساتھ علماء کا گروہ روز بروز کم ہوتا جاتا ہے اور اس کے ساتھ علوم شرعیہ کے مٹ جانے کا بھی اندیشہ ہے، اس لئے انھوں نے قاضی ابوبکر بن حزم کو جو ان کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے لکھا کہ:

انظر ما كان من حديث رسول	احادیث نبویہ کی تلاش کر کے ان کو لو،
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاکتبه	کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے فنا ہونے
فاني حقت دروس العلي وذهاب	کا خوف معلوم ہوتا ہے، اور صرف رسول اللہ

اعلیٰ ہذا ولا یقبل الا حدیث الثقی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مقبول
 صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ابو نعیم کی تاریخ اصبہان سے ایک روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم صرف مدینہ اور مدینہ کے گورنر کے ساتھ مخصوص نہ تھا، بلکہ انھوں نے تمام صوبوں کے گورنروں کے پاس اسی قسم کا فرمان بھیجا تھا، بہر حال اس حکم کی تعمیل کی گئی، اور جمع شدہ احادیث کے متعلق مجموعے تیار کر کے تمام ممالک محروسہ میں تقسیم کئے گئے۔

جامع بیان العلم میں متحدین ابراہیم سے روایت ہے:-

امام عبد بن عبد العزیز بن جراح السنن ہم کو عمر بن عبد العزیز نے حج حدیث کا حکم دیا ہے اور ہم نے دفتر کی دفتر حدیثیں لکھیں اور انھوں نے ایک ایک مجموعہ ہر جگہ جہاں جہاں ان کی حکومت تھی بھیجا۔

فتح الباری جلد اول ص ۱۴۳ ۲۸ جامع بیان المسلم ص ۳۸

تعلیمِ مذہبی کی اشاعت

(۱) احادیث کی تدوین و ترتیب کے بعد دوسرا کام یہ تھا کہ عام طور پر ان کی ترویج و اشاعت کی جائے، اس لئے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اسی فرمان میں قاضی ابوبکر بن حسنم کو اس طرف بھی توجہ دلائی اور لکھا۔

ولیفشو العلم و یجلسوا حتی یعلم
من لا یعلم فان العلم لا یملک حتی
یکون سراً۔
لوگوں کو چاہیے کہ عام طور پر علم کی اشاعت
کریں اور تعلیم کے لئے ملحقہ درس میں بیٹھیں تاکہ
جو لوگ نہیں جانتے وہ جان لیں کیونکہ علم اس

وقت تک نہیں زیاد ہو تا جب تک کہ وہ غنی نہ لکھا جائے۔

ایک اور عامل کو لکھا۔

اما بعد فامر اهل العلم ان یتنودوا العلم
فی مساجدھم خان السنۃ کانت
قد امیتت لہ
اہل علم کو حکم دیا کہ اپنی مسجدوں میں علم کی
اشاعت کریں، کیوں کہ حدیثیں مرچکی
میں۔

(۲) اور جو لوگ اس معتدس کام میں مصروف ہوئے ان کو فنِ معاش اور

ضروریات زندگی سے بالکل بے نیاز کر دیا، چنانچہ محققین جو علماء تھے اُن کی نسبت اُن کے گورنر کو لکھا:-

الطرائی القوم الذین نصبوا انفسهم
للعلیہ وجلسوا فی المسجد عن طلب
الدیة فاعط کل رجل منهم ما نذرت
بیاد استعینون بها علیهم علیہ
من بیت مال المسلمین حین یأتیہ
کتابی هذا

جن لوگوں نے دنیا چھوڑ کر اپنے آپ کو
فقہ کی تعلیم کے لئے وقف کر رکھا ہے
اُن میں ہر ایک کو جس وقت میرا خط
پہنچے بیت المال سے سو دینار دوتا کہ
وہ لوگ اس حالت کو قائم رکھ
سکیں۔

یہ قیاضی علماء کے ساتھ مخصوص زندگی، بلکہ اسی قیاضی کے ساتھ طلبہ کے علاف
ہی مستدر رکھے تھے، ان علماء کی فراغتِ شطر اور جمعیتِ طلب کا اس قدر خیال تھا
کہ ہر مہینہ میں سے اُن کی ضروریات کو پورا کرتے تھے۔
تاسم بن مغیرہ ایک محدث تھے، جو نہایت عسکر کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے
وہ آئے تو ان کی جانب سے ستر دینار ترس من ادا کیا، سواری دی اور ۵۰ دینار
عطیہ مقرر کر دیا۔

ایک بار مجاہدان کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو ان کو تین درہم دیئے اور کہا
کہ یہ رقم میں نے اپنے عطیہ سے دی ہے۔
(۲) بہت سے ممالک کے لوگوں کی تعلیم کے لئے خود متعدد علماء کو روانہ کیا، حضرت

سیرت عمر بن عبد العزیز ج ۵ ص ۹۵ جامع بیان العلم ص ۸۸ تذکرۃ الفقہ جلد ۱ ص ۱۰۹
تذکرہ قاسم بن مغیرہ ص ۵ طبقات ابن عسکر تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز ج ۵ ص ۲۹۵

نافعؓ جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے غلام اور مدینہ کے فقیہ تھے، اُن کو مصر بھیجا کہ وہاں کے لوگوں کو حدیث کی تعلیم دیں، چنانچہ اس تعلق سے نافع نے وہاں مدتوں قیام کیا۔ جحشل بن عابان جو تہذیبی آدمی تھے، اُن کو مصر سے مغرب کو بھیجا کہ وہاں جا کر لوگوں کو قرأت کی تعلیم دیں یہ

بدوؤں کی تعلیم و تربیت کے لئے یزید بن ابی مالک دمشقی اور حارث بن یحجد الاشعری کو متعین کیا، اور اُن کے وظیفے مقرر کئے، یزید نے تو وظیفہ قبول کر لیا لیکن حارث نے وظیفہ سے انکار کیا، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو خبر ہوئی تو لکھا کہ یزید نے جو کچھ کیا اس میں ہرج نہیں، اور خدا ہمیں حارث جیسے بہت سے اشخاص پیدا کرے گا۔ (۴) تعلیم کے علاوہ لوگوں کے ارشاد و ہدایت کے لئے تمام ممالک محدودہ میں واعظ اور مفتی مقرر کئے، چنانچہ خلّاج ابو کثیر اموی کو جو اُن کے باپ کے دوست تھے اسکندریہ کا واعظ مقرر کیا۔ حجاز میں جو واعظ اس خدمت پر مامور تھے اس کو حکم تھا کہ تیسرے دن لوگوں کو وعظ و پند کرے۔

افتاء کی خدمت پر متعدد لوگ مامور تھے، اور جو لوگ مامور تھے وہ انتخاب روزگار تھے، مثلاً مصر میں حضرت عسک بن عبدالعزیزؓ نے یہ خدمت یزید بن ابی حبیب کے متعلق کی تھی، اور یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے سب پہلے اہل شیعہ کو فقہ و حدیث سے آشنا کیا، چنانچہ علامہ سیوطیؒ حسن الممانرہ میں لکھتے ہیں۔

۱۔ حسن الممانرہ ج ۱ ص ۱۱۹ اور تہذیبی شرح موطا ج ۱ ص ۲۱ ۲۔ حسن الممانرہ ج ۱ ص ۱۱۹

۳۔ سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ ج ۲ ص ۴۳ ۴۔ حسن الممانرہ ج ۱ ص ۱۰۵

۵۔ سیرت عمر بن عبدالعزیزؓ ج ۲ ص ۴۳

وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مصر میں علم ظاہر کیا
اور حلال و حرام کے مسائل کو رواج دیا وہاں
کے لوگ اس سے پہلے صرف ترغیب اور تنبیہ
وغیرہ کے متعلق روایت کرتے تھے وہاں تین
اشخاص میں میں جن کے متعلق حضرت عمر بن
عبد العزیزؓ نے افتاء کی خدمت کی تھی۔

اول من اظهر العلم بصر والمسائل
الحلال والحرام وقبل ذلك كانوا
يحدثون في التزغيب والملاحم و
الماتعة وهو احد ثلاثة جعل اليهم
عمر بن عبد العزيز رحمه الله الفتية۔

فرق مغازی اور مناقب صحابہ کی تعلیم و اشاعت

مغازی اور مناقب صحابہ کی طرف اب تک علمی حیثیت سے کسی نے اعتناء
نہیں کیا تھا، حضرت عسکریؑ نے خاص طور پر ان کی طرف توجہ کی اور
اسم بن عمر بن قتادہؒ کو جو مغازی اور سیرت میں کمال رکھتے تھے، حکم دیا کہ مسجد دمشق
میں بیٹھ کر مغازی اور مناقب کا درس دیں۔

۱۔ حسن المجاہزہ جلد اول ص ۱۲۰ ۲۔ تہذیب التہذیب ترجمہ عام بن عمر بن قتادہ



یونانی تصنیف کی اشاعت

حضرت عسکر بن عبد العزیزؒ کا اصلی تفسیر اگرچہ کتاب وسنت کی اشاعت کرنا تھا، اور انھوں نے ہر ممکن ہر تدبیر سے اس کی اشاعت کی تاہم غیر قوموں کے مفید علوم و فنون سے بھی انھوں نے مسلمانوں کو بالکل بیگانہ نہیں رکھا۔

طب میں ایک یونانی حکیم اہرن افس کی ایک مشہور کتاب تھی جس کا ترجمہ مامر حویہ نے مروان بن حکم کے زمانہ میں عربی زبان میں کیا تھا، یہ کتاب شامی کتب خانہ میں محفوظ تھی، حضرت عسکر بن عبد العزیزؒ نے اس کو دیکھا تو چالیس روز تک استخارہ کیا، اس کے بعد عام طود پر اس کو ملک میں شائع کیا۔

۱۔ اخبار الحکامہ ص ۲۱۳ تذکرہ مامر حویہ



رفاء عام کے کام

اس سلسلہ میں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے تمام ممالک محسوسہ میں نہایت کثرت سے سرائیں بنوائیں پچاسچہ خراسان کے عامل کو لکھا کہ وہاں کے راستوں میں بہت سی سرائیں تعمیر کرائی جائیں۔

اور تھر قند کے عامل سلیمان بن ابی الشری کے پاس فرمان بھیجا کہ وہاں کے شہروں میں سرائیں تعمیر کراؤ، جو مسلمان اُدھر سے گزریں ایک شبانہ روز ان کی مہمان نوازی کرو، ان کی سواروں کی حفاظت کرو جو مسافر رهیں ہو اس کو دورات اور دودن مقیم رکھو۔

اگر کسی کے پاس گھر تک پہنچنے کا سامان نہ ہو تو اس قدر سامان کرو کہ اپنے وطن میں پہنچ جائے۔

ایک عام مندرخانہ قائم کیا جس میں تمام فقراء مسکین اور مسافروں کو کھانا ملتا تھا۔^{۲۵} ممالک محسوسہ میں جو پراگائیں تھیں ان میں یقین کے سوا تمام چہرے اگاہوں کو

۲۵ طبقات ابی سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ صفحہ ۲۵۳

عام کر دیا، اور ان کے متعلق ایک عامل کو لکھا۔

فما حسی من الارض الا یستم
جو زمینیں چراگاہ بنائی گئی ہیں تو جہاں جہاں
احد مواقع القطر فابخر الاصلہ
برسات کا پانی گہرے ان سے کسی کو نہ لگا
ثم الجہاؤ
جائے، اسی لئے چراگاہوں کو عام کر دیا اور
ضرور عام کر دے۔

جزائر کو بھی بالکل وقف عام کر دیا تھا یہ

۱۔ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ ص ۲۵۳

۲۔ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمرو بن عبد العزیز رحمہ ص ۲۸۱

۳۔ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ ص ۲۷۷

عمارات

حضرت عسکر بن عبدالعزیزؒ کے کارنامہ مائے زندگی میں جو چیز سب سے زیادہ بہت
ملاحظہ کی ہے وہ عمارتوں کے کنگرے ہیں، ان کے عہد خلافت میں ایک عمارت
میں شاندار طور پر تعمیر نہیں ہوئی، انھوں نے نہایت معمولی طور پر صرف ضروری
عمارتیں تعمیر کرائیں، اور ان میں بھی زیادہ تر وہی عمارتیں، چنانچہ ان تمام عمارتوں
کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

مسجد ادرنیہ میں قبیلہ بنو عدی بن النجار کی مسجد گر گئی تو قاضی ابو بکر بن حزم
نے اس کی تعمیر کی طرف ان کو توجہ دلائی، انھوں نے جواب میں لکھا کہ میری خواہش
وہ یہ تھی کہ میں دنیا سے جاؤں اور ایک پتھر پر دوسرا پتھر اور ایک اینٹ پر دوسری
اینٹ نہ رکھوں، لیکن اس مسجد کو متوسط پیمانے پر کچی اینٹ سے تعمیر کرواؤ۔
علامہ بن جبیر نے شہر آس العین کے حالات میں لکھا ہے کہ یہاں دو جامع
مسجدیں ہیں، ایک جدید اور ایک قدیم، قدیم حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی تعمیر کردہ ہے
لیکن بہت پرانی ہو گئی ہے۔

اور دمشق کی مسجد کے ذکر میں ایک جگہ ضمتا لکھا ہے کہ اس کے شمالی دروازہ کے

سامنے ایک چھوٹی سی مسجد ہے، جو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی طرف منسوب ہے۔
تاریخ حلب میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کفر بایں گئے، اور وہاں کے
لوگوں کے لئے ایک جامع مسجد اور ایک تالاب بنوایا۔

تجدید انصاب حرم | خلفاء کے دور میں اکثر حدودِ حرم کی تجدید ہوتی رہتی تھی حضرت
عمر بن عبدالعزیزؓ نے بھی اپنے دو خلافت میں مدینہ کے گورنر قاضی ابوبکر بن حرم
کو لکھا کہ وہ حدودِ حرم کی تجدید کرائیں۔

قصر شاہی | تاریخ حلب میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے خناصر میں ایک
محل تعمیر کرایا تھا، جس میں اگر اکثر قیام کرتے تھے، یہ سب کن غالباً اُن کے عہد
خلافت میں اس کے سوا کوئی سرکاری عمارت تعمیر نہیں ہوئی۔

ایک بار عدی بن ارطاة نے بصرہ کی دارالامارۃ کے اوپر بالافانہ بنوانا چاہا
تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے بصرہ روک دیا، اور لکھا کہ تیرے لئے وہ مکان بھی
سنگ ہے جو زیاد اور آل زیاد کے لئے وسیع تھا، چنانچہ انھوں نے اس کی تعمیر سے
ہاتھ کھینچ لیا۔

شہروں کی آبادی | سلیمان بن عبدالملک جب ولید کی طرف سے فلسطین کا گورنر
مقرر ہوا تھا، اسی وقت اس نے شہرِ رامہ کی بنیاد ڈالی تھی جس میں سب سے پہلے،
اس نے اپنا محل اور دارالصباغین تعمیر کروایا تھا، جس کے وسط میں ایک تالاب بھی تھا

۱۔ رطلہ ابن جبیرؓ ص ۲۶۹ ۲۔ تاریخ مملکت حلب ص ۱۴۹

۳۔ طبقات ابن سعد، تذکرہ عمر بن عبدالعزیزؓ ص ۲۶۸

۴۔ تاریخ مملکت حلب ص ۵۹ ۵۔ فتوح البلدان ص ۲۵۷

اس کے بعد ایک مسجد کی داغ بیل ڈالی تھی، لیکن ابھی اس شہر کی تعمیر کا کام جاری تھا کہ اسی زمانہ میں وہ خلیفہ ہو گیا، اور اس کے بعد خلافت میں بھی تعمیر کا کام برابر جاری رہا، اس کے انتقال کے بعد جو کمی رہ گئی تھی اس کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے پورا کیا، لیکن شہر کی داغ بیل جس وسیع پیمانے پر ڈالی گئی تھی، اس میں کمی کر دی، اور کہا کہ اہل رملہ کے لئے اس قدر کافی ہو گا یہ

مسئلہ ہجری میں رومیوں نے لاؤ قیہ کو جو ایک ساحلی شہر تھا برباد کر دیا، تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے از سر نو اس کی تعمیر اور قلعہ بندی کرائی۔

۱۵۰ فتح البلدان ص ۱۵۰ ۱۳۹ فتح البلدان ص ۱۳۹



سیاست و حکومت

فرائض خلافت

انسان میں مختلف قابلیتیں بہت کم جمع ہوتی ہیں، جو لوگ دماغی اور عقلی حیثیت سے ممتاز ہوتے ہیں، ان میں اخلاقی اوصاف بہت کم پائے جاتے ہیں، جو لوگ مذہبی اعمال میں اپنی زندگی صرف کرتے ہیں وہ دنیا کے اور کام اپنی طرح انجام نہیں دے سکتے، اور جو لوگ ملکی و سیاسی کاموں کو نہایت سرگرمی کے ساتھ انجام دیتے ہیں، ان کے ہاتھ سے مذہب اور اخلاق کا سرسشتہ بالکل چھوٹ جاتا ہے لیکن قدرت کا کوئی کام استثناء سے خالی نہیں اور حضرت عمر بن عبدالعزیز اس استثناء کی ایک نہایت عمدہ مثال ہیں۔

وہ جس پابندی اور مستعدی کے ساتھ مذہبی اعمال انجام دیتے تھے، اسی شوق و شغف کے ساتھ خلافت کے فرائض بھی ادا کرتے تھے، ان کی مشغولیت کو دیکھ کر بعض اشخاص ترس کھاتے تھے، اور ان کو آرام لینے کی ترغیب دیتے تھے لیکن ان پر ان کی نصیحتوں کا کوئی اثر نہیں پڑتا تھا، عام معمول یہ تھا کہ دن بھر دعا یا کے معاملات اور مقدمات کے فیصلے میں مشغول رہتے، عشاء کے بعد چراغ جلا کے بیٹھتے اور پھر یہی کام شروع ہو جاتا، اس کے بعد ارباب رائے سے امور خلافت کے متعلق مشورہ

لیتے، رات کے بقیہ اوقات جو بچتے وہ عبادت گزاری اور استراحت میں صرف کرتے
ایک دن رجا بن حیوۃ نے جو ان کے مشیر خاص تھے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ کے
اوقات تو بالکل رعایا کے معاملات میں صرف ہوتے ہیں، رات کو تھوڑا سا فرصت
کا جو وقت ملتا ہے اس کو ہماری صحبت میں صرف کر دیتے ہیں، بولے لوگوں کی ملاقات
سے عقل بار آور ہوتی ہے، اور مشورہ و مناظرہ رحمت کا دروازہ اور برکت کی کنجی ہے
ان کی وجہ سے کوئی رائے گمراہ نہیں ہوتی۔

اس مستعدی کی بنیاد پر روز کا کام اسی روز انجام دیتے، ایک دن ان کے بھائی
ریان بن عبد العزیز نے ان کو مشورہ دیا کہ کبھی کبھی سیر و تفریح کے لئے باہر نکل جایا
کیجئے۔ بولے تو پھر اس دن کا کام کیوں کر انجام پائے گا؟ انہوں نے کہا کہ دوسرے
دن ہو رہے گا، بولے روز کا کام روز انجام پنا جائے تو یہی بہت ہے، دو دن
کا کام ایک دن میں کیونکر پورا ہوگا؟

بعض اشخاص نے ان کی فرصت کے اوقات سے متمتع ہونے کی خواہش
ظاہر کی تو بولے، فرصت کہاں؟ فرصت گنتی، اب صرف خدا کے یہاں فرصت
الغیب ہوگی۔

۱۔ یعقوبی جلد ۲ ص ۳۶۷ طبقات ابن سعد ص ۲۵۶

۲۔ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۱۹۱ ۳۔ طبقات ابن سعد ص ۳۹۴

خصوصیات حکومت

خلیفہ ہونے کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے یزید بن مہلب کے نام جو فرمان روانہ کیا اس کو پڑھ کر اس نے صاف کہہ دیا کہ "یہ اُن کے اسلاف کا کلام نہیں معلوم ہو تا اور وہ اُن کی شاہراہ پر چلنا نہیں چاہتے، یہ اُن کے نظام حکومت کی خصوصیات پر ایک اجمالی ریپورٹ ہے، اس لئے ہم کو تفصیل کے ساتھ بتانا چاہیے کہ ان کا طرزِ حیا بانی کیا تھا؟ اور وہ کن اسباب کی بنا پر تمام خلفائے نبویؐ امیہ سے مختلف تھے؟ اگرچہ یہ اختلاف اُن کے نظام حکومت کے تمام جزئیات سے نمایاں ہو سکتا ہے لیکن جن خصوصیات کی بنا پر اُن کا دورِ حکومت تمام خلفائے نبویؐ امیہ کے دورِ حکومت سے ممتاز تھا وہ حسبِ ذیل ہیں:-

(۱) خلافتِ اسلامیہ کی بنیاد صرف کتاب و سنت اور آثارِ صحابہ پر قائم ہے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے دور سے پہلے یہ بنیاد بالکل متزلزل ہو چکی تھی حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے دوبارہ اس کو قائم کیا، اور عمر بھر قائم رکھا، چنانچہ ایک بار زمانہ حج میں خطبہ دیا، تو عام اعلان کیا کہ جو عامل کتاب و سنت پر عمل نہ کرے اس کی اطاعت فرض نہیں ہے۔

ایک موقع پر جب عباس بن ولید نے اُن کے سامنے ولید کے ہاتھ کی ایک سند پیش کی تو فرمایا "خدا کی کتاب ولید کی کتاب سے زیادہ قابل اتباع ہے"۔

ابو بکر بن حزم کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا جو خط آتا تھا اس میں سنت کے زندہ کرنے اور بدعت کے مٹوانے کا حکم لازمی طور پر ہوتا تھا۔ فرماتے تھے کہ اگر خدا میرے گوشت کے ٹکڑوں کے ذریعے سے ہر بدعت کو مٹا دے اور ہر سنت کو زندہ کرے یہاں تک کہ اخیر میں میری جان پرین جائے، تو یہ خدا کے معاملے میں آسان کام ہوگا۔ انھوں نے اس خصوصیت کو اپنی زندگی کی روح رواں قرار دیا تھا، اور فرماتے تھے کہ اگر میں سنت کو زندہ نہ کر سکوں، یا شاہراہ حق پر نہ چل سکوں تو ایک منٹ بھی زندہ رہنا پسند نہ کروں گا۔

خلفائے راشدین کے دور خلافت میں سب سے زیادہ روشن زمانہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے سیاسی منزل میں قدم رکھا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہی کے نقش قدم کو چراغ راہ بنایا، چنانچہ اس کے متعلق سالم بن عبد اللہ کو ایک خط لکھا جس کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:-

و قد رأيت ان اسير في الناس	میں چاہتا ہوں کہ رعایا کے معاملے میں حضرت
بسيرة عمر بن الخطاب رضي الله عنه انه	عمر بن الخطابؓ کی روش اختیار کروں بشرطیکہ
قتلي الله ذلک واستطعت اليه	یہ خدا کو منظور ہو اور میں اس پر قیادہ ہوں۔
سبيلا فابعث الي بكتب عمر وقضائه	آپ میرے پاس حضرت عمرؓ کی تحریریں اور
في اهل القبلة واهل العهد فاني متبع	اُن کے فیصلے جو انھوں نے مسلمانوں اور عیسائیوں

اشدہ و سائر سیدۃ النساء اللہ کے متعلق کہتے ہیں بھیج دیجیئے، اگر خدا کو منظور
تعالیٰ نے ہوگا تو میں ان کے نقش قدم پر چلوں گا۔

اگرچہ اس روش کے اختیار کرنے کے لئے ان کا زمانہ اس قدر ناموزوں تھا کہ
خود سالم بن عبد اللہ نے ان کو جواب میں لکھا کہ حضرت عسکریؑ نے جو کچھ کیا دوسرے
زمانے میں اور دوسرے اشخاص کے ذریعے کیا اگر تم نے باوجود اس ظالمانہ
آذنائشوں کے اس کے مطابق عمل کیا تو تم خدا کے نزدیک عسکریؑ سے افضل ہو گے
تاہم حضرت عسکریؑ بن عبد العزیزؑ نے ان مشکلات کی کچھ پروا نہ کی اور اپنا نظم
حکومت اسی بنیاد پر قائم کیا، جس پر عہد خلافت راشدہ میں قائم ہو چکا تھا، اسی بنیاد
پر بعض محدثین نے ان کو اسی سلسلہ کی ایک کڑی خیال کیا ہے، چنانچہ امام سفیان ثوری
کا قول ہے کہ خلفاء پانچ ہیں، ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور محمد بن عبد العزیزؑ
(۲) ان کی خلافت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے جمہوریت کی روح
کو جو بالکل مردہ ہو گئی تھی، از سر نو زندہ کیا، ان کے اخلاق و عادات میں اگرچہ خلافت
کے بعد انقلاب پیدا ہوا تاہم ان کی طبیعت ابتداء ہی سے جمہوریہ پسند واقع
ہوئی تھی، چنانچہ جب دہ دیکھ کی طرف سے مدینہ کے گورنر مقرر ہو کر آئے تو مدینہ کے
فقہاء میں عروہ بن زبیرؓ، عتید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہؓ، ابو بکر بن عبد الرحمن بن عمارؓ،
ابو بکر بن سلیمان بن ابی حاتمہؓ، سلیمان بن یسارؓ، قاسم بن محمدؓ، سالم بن عبد اللہؓ، عبد اللہ
بن عبد اللہ بن عمرؓ، عبد اللہ بن عامر بن ربیعہؓ اور خالد بن ولید بن ثابتؓ کو طلب
کیا، اور کہا کہ میں نے آپ لوگوں کو ایک ایسے کام کے لئے طلب کیا ہے جس پر آپ کو جواب
۱۔ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸

لے گا اور آپ لوگ حق کے معاون و مسترار پائیں گے میں آپ لوگوں کی رائے کے بغیر کوئی کام انجام نہیں دینا چاہتا، یہ سُن کر تمام بزرگوں نے ان کو بڑے خیر کی دعا دی، خلیفہ ہوئے تو چند منتخب لوگوں کو تدبیر خاص مقرر کیا، جو ان کو تمام ملکی معاملات میں مشورہ دیتے تھے، طبقات ابن سعد میں ہے:-

كان الحمر بن عبد العزيز سار
 حضرت عمر بن عبد العزیز کے چند مصاحب تھے
 يتظرون في امور الناس به
 جو رعایا کے معاملات میں غور کیا کرتے تھے۔

(۳) اُن کے دور حکومت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اُن کے زمانے میں علماء کا رسوم و اقتدار بہت زیادہ ترقی کر گیا، وہ ہمیشہ علماء سے مشورہ لیتے تھے، علماء سے صحبت رکھتے تھے اور علماء کو مقرب بارگاہ بناتے تھے، طبقات میں متعدد علماء کے نام لکھے ہیں جو ان کے خواص میں تھے، عدی بن اوطاة کو جو ہمیشہ شرعی امور میں ان سے مشورہ یا کرتے تھے، لکھا کہ اگر میری عمر صدی میں تم ہمیشہ ایک مسلمان کو تکلیف دیتے ہو کہ مجھ سے سنت کے متعلق استفسار کرے، تم اس طریقے سے میری غلطی کرتے ہو، خدا کی قسم سن بصری تمہارے لئے کافی ہیں، جب یہ خط پہنچے تو میرے لئے، اپنے لئے اور عام مسلمانوں کیلئے انہی سے استفسار کیا کرو، خداوند تعالیٰ حسن بصری پر رحم کرے کہ وہ اسلام میں ایک بڑے درجہ کے شخص ہیں، اور اُن کو میرا یہ خط پڑھ کر مسناؤ۔

عمّال کو

زمانہ قدیم کا نظام سلطنت اس زمانہ کے نظام حکومت سے بالکل مختلف تھا۔ آج سلاطین کی شخصیتیں بدل جاتی ہیں، نظام حکومت الٹ پلٹ جاتا ہے، شخصیت کی جگہ جمہوریت لیتی ہے، لیکن سلطنت کے اعضاء و جوارح یعنی عمال پر ان کا کوئی اثر نہیں پڑتا، لیکن قدیم زمانہ میں سلاطین کی شخصیت کا تغیر و تبدل گویا نظام سلطنت کا انقلاب کئی تھا، اور یہ انقلاب حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے دور خلافت میں سب سے زیادہ نمایاں نظر آتا ہے، انھوں نے تحت حکومت پر متمکن ہونے کے ساتھ ہی ان تمام مفسد کی اصلاح کرنی چاہی جن کا مادہ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ ہی سے روز بروز پختہ ہوتا جاتا تھا، لیکن اس کے لئے سب سے بڑی ضرورت ان پُرزوں کی تھی جو نہایت نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ سلطنت کی کل کو چلائیں اور ان کے زمانہ میں اس قسم کے اجزاء و مصالح تقریباً مفقود ہو چکے تھے، ایسا بن معاویہؓ کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ایک نہایت تیز دست صانع تھے، لیکن ان کے پاس اوزار نہ تھا جس سے وہ کام لے لیں، خود حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو نظر آتا تھا، کہ ان کے لئے جس قسم کے اعوان و انصار کی ضرورت ہے، وہ سرکاری دفتر میں نہیں مل سکتے، اس لئے وہ اپنی نگاہ کو دور دور تک ڈالتے

تھے اور جہاں کہیں کوئی مرغ بلند آشیان نظر آتا تھا، اس کو اس جہاں میں پہنسا تا
 جاتے تھے، جس میں خود گرفتار ہو چکے تھے، صلعت صالحین میں سے ایک بزرگ
 قائم میں عزت گزرتے تھے، حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو ان کو لکھا کہ
 سچے مددگار کہیں نہیں ملتے، آپ میری اعانت فرمائیے، انھوں نے جواب دیا کہ
 میں گنہگاروں کی اعانت نہیں کر سکتا، تاہم عمال سلطنت کا نذر ضروری تھا، اس
 لیے حضرت عمر بن عبد العزیز نے تخت حکومت پر بیٹھنے کے ساتھ ہی مختلف اشخاص
 کو ذمہ داری کے مختلف عہدے دیئے، جن کے نام کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ابو بکر بن محمد بن حزم

سیلیان بن عبد الملک نے ان کو مدینہ کا
 گورنر مقرر کیا تھا اور حضرت عمر بن
 عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو اس عہدے
 پر قائم رکھا۔

عبد الحمید بن عبد الرحمن بن زید بن خطاب

عدی بن ارطاة

قزوہ بن محمد بن عطیہ اسعدی

عدی بن عدی الکندی

اسمیل بن عنبیہ الشیبی ابی المہاجر

محمد بن سدید انصاری

یوحنا بن عبد اللہ الحکمی

ان کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔

ان کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔

ان کا مین کا گورنر مقرر کیا۔

ان کو حجاز کا گورنر مقرر کیا۔

ان کو افریقیہ کا گورنر مقرر کیا

ان کو دمشق کا گورنر مقرر کیا

ان کو خراسان کا گورنر مقرر کیا

لیکن اُن کے علاوہ اور بہت سے عہدے اور بہت سے اشخاص تھے جو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے نظام سلطنت کے لئے ضروری نہ تھے، مثلاً ان میں بہت سے چوبدار اور پہرہ دار تھے، جن کا وجود سلاطین کی شان و شوکت اور ذاتی مصالح کے لحاظ سے ضروری خیال کیا جاتا تھا، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے زمانے میں ان کی تعداد چھ سو تھی، جن میں تین سو پولیس سے تعلق رکھتے تھے اور تین سو پہرہ دار تھے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو زہد و تقشف نے اس قسم کی شان و شوکت کے اظہار سے بے نیاز اور توکل علی اللہ نے ہر قسم کے خطرات سے نڈر کر دیا تھا۔ اس لئے انھوں نے ان لوگوں سے صاف صاف کہہ دیا کہ ”میں تم سے بے نیاز ہوں“ تقدیر میری محافظ اور موت میری نگہبان ہے، تاہم اُن کو بالکل موقوف کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا، اس بنا پر حکم دیا کہ جو شخص رہنا چاہے اس کو دس دینار تنخواہ ملے گی، اور جو شخص قطع تعلق کرنا چاہے وہ قطع تعلق کر سکتا ہے۔

شخصی حیثیت سے انھوں نے صرف خالد بن بیان کو موقوف کیا، جو جلاؤ تھا اور خلفاء کے سامنے ہمیشہ تلوار لئے ہوئے کھڑا رہتا تھا، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو اس کی تسادق قلب کا پہلے سے ذاتی تجربہ ہو چکا تھا، اس لئے خلیفہ مقرر ہونے کے بعد خالد حسب معمول تلوار لے کر سامنے کھڑا ہوا تو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے کہا کہ خالد یہ تلوار رکھ دے، خداوند ا میں تیرے لئے خالد کو پست کرتا ہوں، اس کو تو کبھی بلند نہ کرنا، خالد کی موقوفی کے بعد اس کی جگہ عمر بن مہاجر الانصاری کو مقرر کیا، جو نہایت مذہبی شخص تھا، عمال کے عزل و نصب کا دار و مدار جن اصول

پر تھا ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۱ کوئی شخص جو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا قرابت دار ہو اس کو بھی عامل مقرر نہیں کرتے تھے، بیٹے زیادہ کون عزیز ہو سکتا ہے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ان میں سے کسی کو کوئی عہدہ نہیں دیا، ایک بار تمام بیٹوں کو جمع کر کے پوچھا کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ میں تم میں ہر ایک کو ایک ایک صوبہ کا گورنر کر دوں، اور تم چلو تو تمہارے ساتھ ڈاک کا گھنگرہ بجاتا ہوا چلے، ایک لڑکے نے کہا جو کام آپ کو کرنا نہیں ہے اس کا سوال کیوں کرتے ہو؟ بولے تو دیکھتے ہو کہ میرا یہ فرش پرانا ہو چلا ہے، لیکن میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ تم اس کو اپنے موزوں سے میلا کر دو، پھر تم کو اپنا دین کیونکر حوالہ کر دوں کہ ہر صوبہ میں اس کو گرد آلود کر دے

ایک بار جراح بن عبد اللہ الحکمی نے عبد اللہ بن اسلم کو عامل مقرر کیا، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو خبر ہوئی تو لکھا کہ اس کو موقوف کر دو، کیونکہ اور باتوں کے علاوہ وہ خود امیر المؤمنین کا رشتہ دار ہے یہ

(۲) جو لوگ کسی عہدہ کے خواست نگار ہوتے تھے ان کو وہ عہدے نہیں دیتے تھے، اور جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی یہی تھی۔

ایک بار دو بھائی یعنی بلال بن ابی بردہ اور عبد اللہ بن ابی بردہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور دونوں نے اپنی مسجد میں اذان دینے کے متعلق مقدمہ دائر

۱۲ سیرت عمر بن عبد العزیزؓ ص ۲۴ تاریخ الخلفاء میں ہے کہ یہ سوال انھوں نے خاندان نبوتیہ کے چند افراد سے کیا تھا، لیکن ہے کہ وہ بھی اس میں شامل ہوں کہ سیرت عمر بن عبد العزیزؓ ص ۸۶

کیا، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو ان کی نسبت بدگمانی پیدا ہوئی، اور ایک شخص کو خفیہ طور پر مقرر کیا کہ ان سے جا کر کہے کہ اگر میں امیر المؤمنین سے کہہ کر تم دونوں کو عراق کی گورنری دلاؤں تو مجھے کیا دو گے؟ اس نے بلال سے جا کر پوچھا تو اس نے ایک لاکھ دینے کا وعدہ کیا، آدمی نے آکر حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو خبر کی تو عبد الحمید بن عبد الرحمن گورنر عراق کو فکر بھیجا کہ نہ بلال جینی بڑے بلال کو کوئی عمدہ دودھ اہل موسیٰ کو یہ

(۳) جو لوگ سفاک اور ظالم ہوتے تھے ان کو بھی کوئی عمدہ نہیں دیتے تھے ایک بار جرّاح بن عبد اللہ الحکمی نے عمارہ کو عامل مقرر کیا، تو انھوں نے لکھا کہ مجھ کو نہ عمارہ کی ضرورت ہے، نہ عمارہ کی بار پیٹ کی، اذ اس شخص کی جس نے اپنے ماتھے کو مسلمانوں کے خون سے رنگین کیا ہے، اس لئے اس کو معزول کر دو۔

خود جرّاح اور یزید بن مہلب کی معزولی کا سبب بھی یہی ظلم و عدوان تھا یہی وجہ ہے کہ حجاج کے ملازموں اور اس کے قبیلہ کے لوگوں کو کوئی جگہ نہیں دیتے تھے۔

ابو مسلم جو حجاج کا جلا دادہ ہم قبیلہ تھا، ایک فوج میں شریک ہوا تو انھوں نے اس کو واپس بلا لیا، اسی طرح ایک اور شخص کو کوئی عمدہ دیا، لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ وہ حجاج کا عامل رہ چکا ہے، تو اس کو موقوف کر دیا، اس نے معذرت کی کہ میں نے حجاج کی ماتحتی میں بہت کم کام کیا ہے، اب بے بری محبت ایک دن کی بھی بہت ہرقی ہے۔

(۴) اعمال کے تقریر میں صرف یہ لحاظ رکھتے تھے کہ قرآن و حدیث کا عالم پر چٹا پن اس

۱۔ طبقات ابن سعد مذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ص ۲۹۲ نے یہ عمر بن عبد العزیزؓ ص ۲۹۲ ایضاً

وصف کو پیش نظر رکھ کر انہوں نے تمام عمال کے نام ایک عام فرمان بھیجا کہ اہل قرآن کے سوا اور کوئی شخص کسی عہدے پر مامور نہ کیا جائے، یہ سب کس تمام عمال کی طرف سے جواب آیا کہ ہم نے اہل قرآن سے کام لیا، مگر وہ خائن نکلے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو اب بھی اس پر اصرار رہا، اور لکھا کہ خبردار مجھے یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ تم نے اہل قرآن کے سوا اور کسی کو عامل بنایا، اگر اہل قرآن میں بھلائی نہیں ہے تو دوسروں میں تو اور نہ ہوگی۔

(۵) لیکن ان کے علاوہ جس شخص میں مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے کوئی خوبی پاتے تھے، اس کو حکومت کی کل میں لگانا چاہتے تھے۔

ان کے زمانہ خلافت سے پہلے سلیمان بن عبدالملک کے پاس اہل مصر کا ایک وفد آیا تھا، جس میں ایک شخص ابن غدام نامی بھی شریک تھا، سلیمان نے ان لوگوں سے اہل مغرب کے بعض حالات پوچھے، اور ابن غدام کے سوا سب نے وہاں کے حالات بیان کئے، و قدر نصرت ہوا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے غدام سے خاموشی کی وجہ پوچھی، اس نے کہا کہ جھوٹ بولتے ہوئے مجھے خدا کا خوف معلوم ہوتا ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس واقعہ کو یاد رکھا، یہاں تک کہ جب خلیفہ ہوئے تو اس کو مصر کا قاضی مقرر کیا۔

وہ تمام اخلاقی اوصاف میں سب سے زیادہ دیانت کا لحاظ رکھتے تھے، چنانچہ ایک بار عدی بن ارطاة کو لکھا کہ قریح کے عرفا کی جاسٹس پڑتا ہے کہ جو شخص امین ہو اس کو رکھو، اور جس کی امانت پر تم کو اعتماد نہ ہو اس کی جگہ دوسرے شخص کو مقرر کرو، لیکن

امانت اور پرہیزگاری پر سب سے زیادہ نظر رہے، قصائد کے لئے اور شرائط لگائے تھے، فرماتے تھے کہ قاضی میں پانچ خوبیاں ہونی چاہئیں، سنت نبویہ کا عالم ہو، عظیم ہو، جلد باز نہ ہو، پاک دامن ہو اور مشورہ لینے والا نہ ہو۔

(۶) حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اگرچہ خود اس قدر متعسف تھے کہ روزانہ دودہم ان کے لئے کافی ہوتے تھے، لیکن عمال کی تنخواہیں نہایت فیاضی کے ساتھ مقرر کی تھیں، چنانچہ ایک بار کسی نے معتز صانہ لہجہ میں ان سے کہا کہ آپ عمال کو سو سو اشتریاں، دودو سو اشتریاں بلکہ اس سے بھی زیادہ تنخواہ کس بنا پر دیتے ہیں بولے کہ اگر وہ کتاب و سنت پر عمل کریں تو یہ بہت کم ہے، میں چاہتا ہوں کہ ان کو مالش اور اہل و عیال کے جھگڑوں سے فارغ کر دوں۔

(۷) اگرچہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی شخصیت صالحہ نے جیسا کہ مسیون بن مہران نے ان کو یقین دلایا تھا یہ ان کے تحت حکومت کے گرد بہترین اشخاص جمع کر دیئے تھے، لیکن یہ تمام شخصیتیں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ رضی اللہ عنہ کا وجود ظلی تھیں، اور انہی کے اشاروں سے یہ تمام پڑتے حرکت کرتے تھے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا قاعدہ تھا کہ بات بات پر عمال کو ہدایتیں کرتے رہتے تھے، احکام بھیجتے رہتے تھے، ان کو کام کرنے کی ترغیب و ترہیب دیتے

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۲، عمر بن عبد العزیزؓ رضی اللہ عنہ ۲۹۳ بے سیرت عمر بن عبد العزیزؓ ص ۲۲۸
 ۲۔ ایضاً ص ۱۶۴ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو جب قابل اعتماد و احوال و انصاف کی جستجو ہوئی تو مسیون بن مہران نے کہا کہ آپ اس کی فکر نہ کریں، آپ ایک بازار میں اور بازار میں ہی مال کا تاجہ جو چلتا ہو اس لئے جب لوگوں کو معلوم ہو گا کہ آپ کے یہاں صرف کھرا مال چلتا ہے تو سب کھرا مال لے کر آئیں گے۔
 (طبقات ابن سعد ص ۱۲۹)

رہتے تھے، اس لئے طبائع پر خواہ مخواہ ان کا اخلاقی اثر پڑتا تھا، ابو بکر بن محمد بن عمر بن حزم دن کی طرح رات کو بھی کام کرتے تھے، اور یہ صرف حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی ترغیب و تحریص کا اثر تھا۔

ایک بار ایک عامل نے اُن کی خدمت میں کوئی شکایت کی، انہوں نے اس کو ایک ایسا مؤثر خط لکھا کہ وہ اپنے عہدے کو چھوڑ کر اُن کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ کا خط پڑھ کر دل کا پٹنے لگا، اب اپنی خدمت پر کبھی نہ جاؤں گا۔ یہ محدث ابن جوزی نے اُن تمام احکام و فرامین کو ایک مستقل باب میں جمع کر دیا ہے جن میں اگرچہ نہایت جزیئی جزیئی ہدایتیں شامل ہیں، لیکن اہم امور حسب ذیل ہیں:-

(۱) اچانکے سنت، اچانکے بدعت اور تقسیم وظائف کی طرف ان کی اس قدر توجہ تھی کہ ایک شخص کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا جو خط آتا تھا اس میں ان تیغیوں میں سے کسی نہ کسی چیز کی ہدایت ضرور درج ہوتی تھی۔

(۲) عمال کو سخت تاکید تھی کہ حجاج کی روش اختیار نہ کریں، ایک بار عدی بن رطاع کو لکھا کہ میں تمہیں حجاج کی روش سے روکتا ہوں، کہو کہ حجاج ایک مصیبت تھا، ایک قوم نے اپنے عمل سے اس کی غلط کاریوں کی موافقت کی، اس لئے اپنے زمانے میں اس نے جو چاہا کیا، لیکن اب وہ زمانہ گزر گیا، اور خدا کی سلامتی پھر واپس آگئی، اگر صرف ایک ہی دن رہے تب بھی یہ خدا کا عطیہ ہوگا، میں نے ناز کے متعلق اس

لے طبقات بن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ج ۲ ص ۲۵۶

لے سیرت عمر بن عبد العزیزؓ ج ۲ ص ۱۰۰ ۲۰۰ ایضاً ص ۸۱

کی تقلید سے روکا ہے، گئیوں کو وہ وقت میں تاخیر کرتا تھا، میں نے زکوٰۃ کے متعلق اس کی تقلید سے روکا ہے، کیونکہ وہ بے محل لیستہ تھا، اور بے محل سرت کرتا تھا۔ ایک اور عامل نے ذمیوں کے کھیلانوں کی حد بندی کی تو اس کو لکھا کہ ایسا نہ کرو، یہ حجاج کا طریقہ تھا، اور میں اس کو پسند نہیں کرتا۔

(۳) تمام عمال کو عدل و انصاف کا سخت تاکید حکم تھا، ایک عامل نے لکھا کہ ہمارا شہر ویران ہو گیا ہے۔ کچھ مال مرمت فرمائیے کہ اس کی مرمت کریں اس کے جواب میں لکھا کہ اس کو عدل سے قلعہ بند کرو، ظلم سے اس کے راستوں کو روکنا نہ کرو، یہی اس کی مرمت ہے۔

ایک عامل کو لکھا کہ مسلمانوں کے خون سے اپنا اللہ خشک، ان کے مال سے اپنا پیٹ خالی، اور ان کی عزت سے اپنی زبان کو محفوظ رکھو، اگر تم نے ایسا کر لیا تو تم پر کوئی اعتراض نہیں، اعتراض ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔ ایک عامل کو لکھا کہ تم سے پہلے لوگوں نے جس قدر ظلم کیا ہے اگر تم اتنا انصاف احسان اور اصلاح کر سکو تو کرو۔

(۴) لیکن ان کو صرف ان ہدایات ہی پر قناعت نہ تھی، بلکہ مناسب طریقوں سے وہ عمال کے طرز عمل کی تحقیقات بھی کرتے رہتے تھے، کہ جاوہر اعتدال سے بچنے نہ پائیں۔

رباع بن عبیدہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار ان سے کہا کہ عراق میں میری جائیداد اور میرے اہل و عیال ہیں، اگر اجازت ہو تو میں ان کو دیکھ آؤں، انہوں

لے امراد کے بعد اجازت دی، جب میں رخصت ہونے لگا تو میں نے کہا کہ اگر آپ
 کی کوئی ضرورت ہو تو ارشاد فرمائیے، بولے میری ضرورت نہ ہے کہ وہی عراق
 اردان کے ساتھ مکہ و عمال کے طرز عمل کے متعلق حالات دریافت کر دیں نے
 لاگوں سے اس کے متعلق سوال کیا تو سب کو عمال کا تاج پایا واپس آکر حضرت
 عمر بن عبد العزیزؓ کو اس کی اطلاع دی، تو انھوں نے خدا کا شکر ادا کیا اور کہا
 کہ "اگر تم نے اس کے خلاف غیر دی ہو تو تو میں اس کو معزول کر دیتا۔"

لیکن باوجود اس وارو گیر کے وہ عمال کو عملاً کسی قسم کی سزا دینا پسند نہیں
 کرتے تھے، چنانچہ ایک بار ان سے اس کے متعلق استمراج کیا گیا تو بولے کہ یہ
 مجھے پسند ہے کہ عمال خدا کے پاس اپنی اپنی خیانتیں لے کے جائیں، لیکن مجھے یہ گوارا
 نہیں کہ میں خدا کے پاس ان کے خون کا بوجھ اپنی گردن پر لے کے جاؤں۔

۱۔ کتابہ المودع ص ۶۰ ۲۔ طبقات ابن سعد ص ۲۰۰

ذمیوں کے حقوق

ذمیوں کے حقوق کی نگہداشت حسب ذیل طریقوں سے ہو سکتی ہے۔

(۱) ان کی جان و مال کی حفاظت کی جائے، اور اسی طرح کی جائے جس طرح مسلمانوں کی کی جا سکتی ہے۔

(۲) ان کی مذہبی عمارتیں محفوظ رکھی جائیں، اور ان کے مذہب میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کی جائے۔

(۳) جزیہ کی وصولی کسی قسم کا ظلم نہ کیا جائے، بلکہ ہر قسم کی رعایتیں رکھی جائیں۔

(۴) عام حقوق میں ان پر مسلمانوں کو کسی قسم کا تفوق و امتیاز حاصل نہ ہو بلکہ وہ مسلمانوں کے مساوی قرار دیئے جائیں۔

اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے جس طرح ان تمام چیزوں کی نگہداشت کی اس کی نظیر خلافت راشدہ کے سوا اور خلفاء کے وڈیں بہ مشکل مل سکتی ہے انھوں نے ذمیوں کی جائداد کی حفاظت میں خاندانی تعلقات کی بھی پروا نہیں کی، چنانچہ حبیب المصنوع نے اموال مفسدہ کو واپس کرنا شروع کیا تو حمص کے ایک بوڑھے ذمی نے کہہ دیا کہ اے امیر المؤمنین، عباس بن ولید بن عبد الملک نے میری

حضرت عمر بن عبد العزیز دوسرے پہلے ذمیوں کے بعض مذہبی حقوق پامال کر دیئے گئے تھے، اس بنا پر انھوں نے صرف ان حقوق کی حفاظت ہی نہیں کی بلکہ ان کو نئے سرے سے قائم کئے، دمشق میں عیسائیوں کا ایک گرجا تھا، جو غاذان بن کفر کی جاگیر میں آگیا تھا، عیسائیوں نے حضرت عمر بن عبد العزیز دین کی خدمت میں اس کا دعویٰ کیا، اور انھوں نے اس کو واپس دلا دیا۔

ایک اور مسلمان نے ایک گرجے کی نسبت دعویٰ کیا کہ وہ اس کی جاگیر میں ہے لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز دین نے کہا کہ اگر یہ عیسائیوں کے معاہدے میں داخل ہے تو تم اس کو نہیں پا سکتے۔

دمشق میں عیسائیوں کا سب سے بڑا کنیسہ یہ تھا تھا، حضرت امیر معاویہؓ اور عبدالملک بن مروان نے اس کو بیش تر اہمیت پر لے کر مسجد میں شامل کرنا چاہا، لیکن عیسائی راضی نہیں ہوئے۔ ولید نے بھی یہ کوشش کی، لیکن ناکام رہا، بالآخر اس نے جبراً گرجے کو منہدم کر کے مسجد میں شامل کر لیا، حضرت عمر بن عبد العزیز دین کا دور خلافت آیا تو عیسائیوں نے اس کی داپسی کی درخواست کی، اور انھوں نے اس کو واپس کر دیا، لیکن تمام مسلمانوں کو اس کا سخت رنج ہوا، اور انھوں نے اس کے عوض میں غوطے کے تمام گرجے ان کے حوالے کئے، اور ان کو اس مطالبہ سے باز رکھا۔

جزیرہ کی تخفیف اور وصولی میں حضرت عمر بن عبد العزیز دین نے ہمیشہ ذمیوں کے ساتھ نہایت نرمی کا برتاؤ کیا، عراق میں جب ابن الاشعث نے قباہ سے

بغاوت کی، تو اس نے وہاں کے زمینداروں پر اس کی اعانت کا الزام قائم کیا اور ان کے خسراج و جزیہ کو بہت زیادہ سخت کر دیا، وہ پہلے اپنے جزیہ میں مصلحتاً سالانہ کپڑے دیا کرتے تھے، اس کے بعد جب ان کی تعداد میں کمی واقع ہونا شروع ہوئی تو حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ نے کپڑوں کی تعداد میں کمی کر دیا لیکن حجاج نے اس جرم میں اس میں غیر معمولی اضافہ کر دیا، یعنی سالانہ آٹھ سو دو تین کپڑے ان پر لازم کر دیئے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے دور خلافت میں ان لوگوں نے اپنے مصائب کا اظہار کیا تو انھوں نے گھٹا کر دو سو کپڑے کر دیئے، جن کی قیمت آٹھ ہزار درہم تھی۔

برابرہ کے ممالک میں ایک گاؤں جس کا نام کوآتہ تھا، وہاں کے باشندوں سے حضرت عمرؓ نے معاملت نامہ میں یہ شرط کر لی تھی کہ عورتوں اور بچوں کو فروخت کر کے انھیں جزیہ ادا کرنا پڑے گا، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے عام حکم دے دیا کہ جس کے پاس وہاں کی عورتیں ہوں، وہ یا ان کے باپوں سے نکاح کی درخواست کرے، یا ان کو واپس کر دے۔

ذمیوں کے ساتھ جزیہ وغیرہ کی وصولی میں وہ جس قدر زمی سے کام لیتے تھے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ امیر المؤمنینؓ یہ کیا بات ہے کہ آپ کے زمانے میں بازار کا نرخ نہایت گرا ہے، اور دوسرے عقار کے زمانے میں بازار کا نرخ ارزاں تھا، بولے، کہ وہ لوگ ذمیوں کو ناقابل

نے فتوح البلدان ص ۴۳

نے فتوح البلدان ص ۲۳۳

برداشت نکلیں دیتے تھے، اس لئے جس طرح پرہیزگار ہو سکتا تھا وہ اپنے غلہ کو فروخت کر ڈالتے تھے، اور میں ہر شخص کو اسی قدر تکلیف دیتا ہوں جس کا وہ تحمل ہو سکے، اس لئے ہر شخص جس طرح چاہتا ہے فروخت کرتا ہے۔“

عمرال کو حکم بھیجتے رہتے تھے کہ ذمیوں کے ساتھ ہر قسم کی اخلاقی رعایتیں کی جائیں، چنانچہ ایک بار عدی بن ارطاة کو لکھا کہ ذمیوں کے ساتھ نرمی کرو اور اگر ان میں کوئی شخص بڑھا ہو یا بیٹے اور وہ نادار ہو تو اس کے مصارف کے متکفل بنو، اور اگر اس کا کوئی رشتہ دار ہو تو اس کو حکم دو کہ وہ اس کے مصارف برداشت کرے، جس طرح تمہارا کوئی غلام بڑھا ہو جائے تو اس کو آزاد کرنا پڑے گا، یا تادم مرگ اس کو کھانا پیرھے گا۔

عام حقوق میں انھوں نے ذمیوں اور مسلمانوں کو ہمیشہ ایک صف میں کھرا کیا۔

ایک بار مسلمہ بن عبد الملک اور دیر اسحق کے چند ذمی اُن کے دربار میں فریق مقدمہ کی حیثیت سے آئے، تو مسلمہ آکر منبر پر بیٹھ گئے اور ذمی بیچارے کھڑے رہے، حضرت عمر بن عبد العزیز رونے لگے دیکھا تو بولے کہ ایسا نہیں ہو سکتا، اگر تمہیں اپنے فریق کے برابر کھڑا ہونا گوارا نہیں ہے تو کسی کو وکیل کر دو، مسلمہ نے ایک شخص کو وکیل کر دیا، اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے

مقدمہ کر ان کے غلات فیصل کیا:

اسی طرح جب ہشام بن عبد الملک پر ایک عیسائی نے مقدمہ دائر کیا تو حضرت عسمر بن عبد العزیز نے اس کو اپنے فریق کے برابر کھڑا کیا، ہشام نے عیسائی کے ساتھ سخت کلامی شروع کی تو حضرت عسمر بن عبد العزیز نے ٹانہا اور سر اودھنے کی دھمکی دی تھی

۱۔ سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۲۷۔ اصل کتاب میں یہ تصریح نہیں کہ یہ لوگ ذمی تھے لیکن ہم نے دیر اسحق کی متابعت سے ان لوگوں کو ذمی شمار دیا ہے۔
۲۔ رسائل شبلی عوایہ العیون والحدائق ص ۶۰

—————

اقامتِ عدل

کسی واقعہ کی شہرت کا سب سے بڑا معیار یہ ہے کہ اس کے متعلق مبالغہ آمیز روایتیں پیدا ہو جائیں، اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے عدل و انصاف کے واقعات اس معیار پر ٹھیک اترے ہیں، شعراء جب مبالغہ آمیز طور پر کسی بادشاہ کے عدل و انصاف کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس زمانے میں بھیریا اور بکری ایک ساتھ پانی پیتے ہیں، اس سے بڑھ کر یہ کہ "بھیریا بکری کی چوبانی کرتا ہے" لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانے میں اس مبالغہ نے واقعہ کی صورت اختیار کر لی، اور اس کے متعلق بہت سی موضوع روایتیں پیدا ہو گئیں، چنانچہ موسیٰ بن اعلین سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کے زمانہ میں بکریاں چراتے تھے، تو بھیریا بھی ان کے ساتھ ساتھ چراتے تھے، لیکن ایک رات ایک بھیریا نے ایک بکری پر حملہ کیا تو میں نے کہا کہ وہ نیک مرد منہ دوڑ گیا، چنانچہ واقعی انھوں نے اسی شب کو انتقال کیا۔

اب ہم کو تاریخی واقعات کی زبان سے یہ بتانا چاہئے کہ اس مبالغہ پسند کس قدر شال ہے!

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے پہلے۔

(۱) رعایا کے مال و جائیداد پر غاصبانہ قبضہ کر لیا گیا تھا۔

(۲) متبدل گاہ عالم یعنی بنو ہاشم کے تمام حقوق پامال کر دیئے گئے تھے۔

(۳) نہایت سفاک اور خوں ریز اعمال مقرر کئے گئے تھے۔

(۴) محض ظلم و تخمین کی بنیاد پر رعایا کو سررائیں دی جاتی تھیں، اور عورتوں کو مردوں کے بدلے میں گروستار کیا جاتا تھا۔

(۵) رعایا سے بغیر مزد و اجرت بیگار کی خدمت لی جاتی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے تخت سلطنت پر بیٹھنے کے ساتھ ہی ان تمام مظالم کی طرف توجہ کی، اور عدل و انصاف کا منارہ بلند کیا، مؤرخ یعقوبی لکھتا ہے،

نکلت عمر اعمال اہل بیتہ و
سأھا مظالم و کتب الی عمالہ جمیعاً
اقابعد فان الناس قد اصابتھ
بلعرو شدہ وجود فی احکام اللہ و
سنن سیئۃ سنھا علیہم عمال المسوء
للما قصدوا اقصا الحق والوفی
والاحسن لہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے خاندان کا
نظام عمل الٹ دیا اور اس کا نام نظام رکھا۔
اور اپنے تمام عمال کو لکھا کہ لوگ احکام الہی ہیں
ان پر ترین عہدہ داروں کی وجہ سے مجھوں نے
بیت کم انصاف نرمی اور احسان کا ارادہ کیا۔
محببت جمعی اور ظلم میں مبتلا نہ گئے اور غفلت
نے بڑے دستور قائم کئے۔

چنانچہ پندرہ پستہ انہوں نے، رعایا کے حقوق کی طرف توجہ کی اور احوالِ مظلومہ کو
 دیکھ کر انہیں کی انہیں ہم اور پر رکو آئے ہیں۔

نہندانِ نبوت کے حقوق کی پابندی کا آغاز حضرت امیر معاویہؓ ہی کے زمانہ
 میں ہو چکا ہے، چنانچہ فدک جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خالصہ تھا اور جس کے
 آپؐ نبوہ شکر کا حق کرتے تھے، اس کو انہوں نے مروان کی بیٹی گیس سے دے دیا تھا،
 جس پر خلیفہ ابوجہش شام کا حق تھا اس کو بھی انہوں نے رد کر دیا تھا، لیکن حضرت
 عمر بن عبد العزیزؓ نے ولید اور یحییٰ بن عبد الملک کو اپنی خلافت سے پہلے اس
 طرف توجہ بھی دلائی، لیکن دونوں نے انکار کیا، حضرت مسمر بن عبد العزیزؓ
 کا دور خلافت آیا تو انہوں نے اپنے قدیم مشورہ پر عمل کیا، فدک کا نصف حصہ
 اگرچہ ورثہ خود ان کی ملک میں آگیا تھا لیکن ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ تحقیقات
 کے بعد معلوم ہوا کہ یہ میرے لئے بنامہ نہیں ہے، میری رائے ہے کہ عبد نبوت
 عبد ابوبکرؓ، عبد عمرؓ اور عبد عثمانؓ میں اس کی جو حالت تھی، اس پر اس کو واپس
 لائیں، اور بعد کو جو کچھ ہوا ہوا اس کو چھوڑ دوں، اس کے متعلق بھی تحقیقات کی،
 اور پانچ ہزار دینار ابوبکر بن حزم کے پاس بھیجے، اور لکھا کہ اس میں پانچ ہزار اور ہا کر
 جو ہاشم کے مرد عورت، چھوٹے بڑے سب کو برابر برابر دے دو، اگرچہ زید بن حسن
 سخت برہم ہوئے کہ ہم کو لوٹروں کے برابر کیا جاتا ہے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ
 نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔

عبد اللہ بن محمد بن عقیل سے ایک روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ

لے پہل مال جو ہم اہل بیت میں تقسیم کیا، اس میں مرد و عورت اور بچے سب کے سب برابر کے شریک تھے، اور ہر ایک کو تین تین ہزار اشرفیاں ملیں، انہوں نے اس کے ساتھ یہ بھی لکھا کہ اگر میں زندہ رہا تو تمہارے تمام حقوق تم کو دوں گا۔

خاندان نبوت پر اس کا نہایت عمدہ اثر ہوا، اور وہ ان کے پرجوش حامی بن گئے چنانچہ ایک بار علی بن عبد اللہ بن عباسؓ اور ابو جعفر بن علیؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا، اور حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی تعیبت شروع کی، ان لوگوں نے اس کو منع کیا، اور کہا کہ امیر معاویہؓ کے زمانہ سے آج تک ہم کو خنس نہیں ملا تھا، لیکن عمر بن عبد العزیزؓ نے نبی عبد المطلب پر اس کو تقسیم کیا۔

حضرت فاطمہ بنت حسینؓ نے ان کو نہایت شکر گزاری کے ساتھ ایک خط میں لکھا کہ امیر المؤمنین نے آئمہ راشدین مہدیین کی شہادت کے اتباع میں ہم کو جو مال بھیجا وہ پہنچا اور ہم پر تقسیم ہوا، خداوند تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، ہم پر ظلم کیا گیا تھا اور ضرورت تھی کہ ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے، اے امیر المؤمنین! میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ آپ رسولِ اہل اللہ علیہ وسلم میں جس کے پاس خادم نہ تھا اُس کو خادم مل گیا جس کے پاس کپڑا نہ تھا اُس کو کپڑا مل گیا، اور جس کے پاس خرچ نہیں تھا اُس کو خرچ مل گیا۔

مخاصہ یہ خط لے کر ان کے پاس آیا، تو نہایت مسرور ہوئے، خدا کا شکر ادا کیا اور اس کو دس اشرفیاں دیں، اور فاطمہؓ کی خدمت میں پانچ سو اشرفیاں اور بھیجیں اور لکھا کہ اس کو انہی ضروریات میں صرف کیجئے یہ

حمال میں حجاج بن یوسف، ولید کے زمانے میں زیادہ مقبول بادشاہ تھا، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کو بدترین خلائق سمجھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اگر قیامت کے دن دنیا کی تمام قومیں جنائث میں مقابلہ کریں، اور ہر قوم اپنے اپنے نجیث کو مقابلہ میں لائے تو ہم حجاج کو پیش کر کے تمام دنیا پر غالب ہو جائیں گے۔

اگرچہ یہ حضرت عسکریں عبدالعزیزؒ کی خوش قسمتی تھی کہ سلیمان بن عبدالملک نے حجاج کے تمام مقرر کردہ عمل کو معزول کر کے اس کے جبارانہ اقتدار کو بہت کچھ مٹا دیا تھا، تاہم اب تک اس کے ظلم و ستم کی جو یادگاریں باقی تھیں، حضرت عسکریں عبدالعزیزؒ نے ان کا بھی خاتمہ کر دیا، حجاج کے تمام خاندان کو مین کی طرف بے لادوں کر دیا اور وہاں کے عامل کو لکھا کہ میں تمہارے پاس آئی ابو عقیل کو بھیجا ہوں، عرب میں یہ بدترین خاندان ہے، ان کو اپنی حکومت میں ادھر ادھر منتشر کر دو جو لوگ حجاج کے ہم قبیلہ تھے یا ان کی مانتی میں کام کر چکے تھے، ان کو ہر قسم کی مکی خدمات سے عسروم کر دیا چنانچہ اس کی تفصیل اور پرگنہ رکھی۔

سیاست کا تمام تر دار و مدار سونپن پر ہے، اس لئے ظلم و جبر مسلسل ہیں، عیسٰیؑ نے اسی بدگمانی پر دیکھا کہ سزائیں دیتی ہیں، جو سب بڑا ظلم ہے، خلفائے جواریہ میں سزائیں عیسٰیؑ کے بیان کے مطابق ولید نے اس کی ابتداء کی، اور بعض ظلم و جبر کی بناء پر مجرموں کو قتل کی سزائیں دیں، لیکن مؤرخ طبرانی نے اولیت کا شرف زیادہ کو بخشا ہے، بہر حال حضرت عسکریں عبدالعزیزؒ کے زمانہ خلافت سے پہلے اس ظلم کی

لے سیرت عمری عبدالعزیزؒ ص ۸۹ لے تاریخ الخلفاء ص ۲۶ لے سیرت قرآن عبدالعزیزؒ

ص ۹۰ لے یعقوبی جلد ۲ ص ۲۳۰

ابتداء ہو چکی تھی، اور سینکڑوں آدمی اپنے وہی جرائم کی پاداش میں تہہ تیغ ہو چکے تھے، لیکن حضرت عسمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس طریقہ کو بالکل ناجائز اور خلاف سنت قرار دیا، چنانچہ اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

بیگاری کا انسداد | بیگاری کا جو طریقہ جاری تھا نہایت سختی کے ساتھ اس کا انسداد کیا، ایک افسران کی خدمت میں بے گاری کی سواری میں آیا تو بے گاری حکومت میں تم لوگ بے گاری پکڑتے ہو؟ اس کے بعد اس کو چٹا لیس کوڑے لگوائے گئے۔

۱۰ طبقات ابن سعد ص ۲۷۲



رعایا کی خوشحالی

مذہب، حکومت، اخلاق، قانون، غرض تمام اجتماعی چیزوں کا آخری نتیجہ صرف یہ ہے کہ دنیا فسادِ خالی کے ساتھ زندگی بسر کرے، اور اس نتیجہ کے لحاظ سے حضرت عسکریؑ بن عبد العزیزؑ کا دورِ حکومت دنیا کے کل بادشاہوں سے زیادہ کامیاب رہا۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے قدی بن حاتم سے ایک پیشین گوئی کی تھی جس کے الفاظ یہ ہیں:

کیا عدی تم نے حیو کو دیکھا ہے میں نے کہا
دیکھا نہیں سنا ہے، فرمایا تو اگر کچھ دنوں اور
زندہ رہے تو دیکھو گے کہ ایک ہودج نشیں عورت
حیو سے سفر کر کے آئے گی اور خانہ کعبہ کا
طواف کرے گی، اور خدا کے سوا اس کو کسی
کا ڈر نہ ہوگا۔

اگر تم کچھ دنوں زندہ رہو گے تو دیکھو گے کہ
کسریٰ کے غراتے مفتوح ہو جائیں۔

يَا عَدِيُّ هَلْ رَأَيْتَ الْحَيَّةَ قُلْتَ
لَمْ أَرَهَا وَقَدْ انْبَثَتْ عَنْهَا قَال
فَإِنْ طَالَتْ بَلَغَ حَيَاةُ لَسْتُمْ
الْفَحِيئَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحَيَّةِ حَتَّى
تَطُوفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ أَحَدًا
إِلَّا اللَّهَ -

وَلَمَّا طَالَتْ بَلَغَ حَيَاةُ لَسْتُمْ
صَنُوزِ كَسْرِي

ولئن طالت بث حياة ل تو بین اگر تم کچھ دنوں زندہ رہے تو دیکھو گے کہ ایک
 الرجل تخرج مل الكفة من شخص مٹھم، جو سودا چاندی لے کر اس شخص
 وحب اوفضة يطلب من يقبله منه کی تلاش میں نکلتا ہے جو اس کو قبول کرے لیکن
 فلا يجد احدا يقبله منه اس کا قبول کرنے والا کوئی نہ ملے گا۔

عدي بن حاتم کی زندگی میں ہی ارپڑ کی دوشیزا نکلیاں پوری ہو چکی ہیں لیکن
 تیسری پیشین گوئی اُن کے سامنے پوری نہیں ہوئی اور انھوں نے اس کی صداقت
 کو آئندہ نسل کے لئے چھوڑ دیا، اس بنا پر محمد بن میں اختلاف ہے کہ یہ
 پیشین گوئی کب پوری ہوگی! بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا زمانہ نزول عیسیٰ
 کے بعد آئے گا، لیکن بیعتی کے نزدیک حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں
 یہ پیشین گوئی پوری ہو چکی، چنانچہ انھوں نے وراثت میں روایت کی ہے کہ حضرت
 عمر بن عبدالعزیزؒ نے صرف دوحاتی برس خلافت کی، لیکن اس مختصر زمانے
 میں یہ حالت ہو گئی کہ لوگ اُن کے عمال کے پاس کثرت مال لے کر آتے تھے،
 اور کہتے تھے کہ فقراء کو دے دو، لیکن ان کو اپنا مال واپس لے کر جانا پڑتا
 تھا، کیوں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تمام لوگوں کو اس قدر مال مال
 کر دیا تھا کہ کوئی شخص اس قابل نہیں ملتا تھا کہ اس کو یہ مال دیا جائے، اور
 منافق ابن حجر نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے کیونکہ آپ نے عدي بن حاتم سے فرمایا
 تھا۔

لئن طالت بث حياة اگر تم کچھ دنوں زندہ رہے
 اور وہ نزول عیسیٰ کے زمانے تک کسی طرح زندہ نہیں رہ سکتے تھے

تاریخی واقعات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، طبقات ابن سعد میں محمد بن قیس سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حکم دیا، کہ مستحقین پر صدقہ تقسیم کیا جائے، لیکن میں نے دوسرے سال دیکھا کہ جو لوگ صدقہ قبول کرتے تھے وہ صدقہ دینے کے قابل ہو گئے تھے۔

یحییٰ بن سعید کا بیان ہے کہ جب کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے افریقہ کا صدقہ وصول کرنے کے لئے بھیجا، میں نے صدقہ وصول کر کے فقرار کو بلایا کہ اُن پر تقسیم کر دوں، لیکن مجھ کو کوئی فقیر نہیں ملا، کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دولت مند بنادیا تھا، اس لئے میں نے صدقہ کی رقم سے غلام خرید کر آزاد کر دیئے تھے۔

ایک بار مدینہ سے کوئی شخص آیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس سے اہل مدینہ کے حالات پوچھے اور کہا کہ ان مسکینوں کا کیا حال ہے، جو فلاں فلاں جگہ بیٹھتے تھے، اس نے کہا کہ اب وہ وہاں سے اٹھ گئے، خدا نے اُن کو بے نیاز کر دیا، یہ وہ غریب تھے جو مسافروں کے لئے چارہ بیچتے تھے، لیکن جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اُن سے چارہ مانگا گیا تو کہا کہ اب ہم کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اُن سے چارہ مانگا گیا تو کہا کہ اب ہم کو عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے عطیہ نے اس جہالت سے بالکل بے نیاز کر دیا ہے۔ اُن کے زمانے میں رعایا کی یہ خوش حالی اس درجہ کو پہنچ گئی کہ اُن کے عقاب کو خوت

۱۔ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ص ۲۵۶

۲۔ سیرت ابن عبدالکرم ص ۶۹ کہ سیرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ص ۷۶

پیدا ہوا کہ لوگ دولت کے نشے میں کہیں حد اعتدال سے گنبد کر کے رنج و سختی میں مبتلا نہ ہو جائیں، چنانچہ عدی بن اوطاة نے اُن کو لکھا کہ اہل بصرہ اس قدر خوش حال ہو گئے ہیں کہ مجھے خوف ہے کہ وہ فخر و غرور نہ کرنے لگیں، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے جواب دیا کہ خدا نے جب اہل جنت کو جنت میں داخل کیا تو ان کے لئے یہ پسند کیا کہ وہ الحمد للہ کہیں، اس لئے تم بھی لوگوں کو حکم دو کہ خدا کا شکر بجالائیں۔

ان واقعات کے پیش نظر لکھنے کے بعد ایک نکتہ سنج مورخ کے دل میں خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس عام خوش حالی کے اسباب کیا تھے؟ لیکن ہم کو ان اسباب کی جستجو میں بہت زیادہ کد و کاوش کی ضرورت نہیں، وہ اس کثرت سے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی سوانح زندگی جہاں سے اٹھا کر پڑھو ان میں کوئی نہ کوئی سبب ضرور نظر آئے گا۔

۱۱) اسلامی خلافت میں ملک کی خوش حالی کا تمام تر دار و مدار بیت المال پر تھا، اور حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے بیت المال کا دروازہ تمام قوم کے لئے کھولا یا تھا، اس سے امیر و غریب سب یکساں طور پر متمتع ہوتے تھے۔

ایک بار ایک شخص کو رقم میں تقسیم مال کے لئے بھیجا تو اس نے کہا کہ آپ مجھے ایسی جگہ بھیجتے ہیں جہاں میں کسی کو نہیں پہچانتا، حالانکہ ان میں امیر و غریب ہر قسم کے لوگ ہیں، بولے جو شخص تمہارے سامنے ہاتھ پھیلائے اس کو دو۔

اپنا تجربوں کے دلائل مقرر کر کے۔ اور اس پر اس شدت کے ساتھ عمل کیا کہ جو

۱۔ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ص ۲۸۲ زرقانی شرح مؤطا جلد ۲

ص ۲۳۷ ۲۔ اصحاب تذکرہ عوام ابن الندیم

عامل اس کی خلاف ورزی کرتا تھا وہ مقبوض ہوتا تھا، ایک بار دمشق کے بیت المال سے ایک اپاہج کا وظیفہ مقرر کیا گیا، تو ایک عامل نے کہا کہ اس قسم کے لوگوں کے ساتھ سلوک تو کیا جاسکتا ہے، لیکن صلیح آدمی کے برابر وظیفہ نہیں مقرر کیا جاسکتا، لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس کی شکایت کی تو انہوں نے اس پر اپنا عتاب ظاہر فرمایا۔

حکام میں جتنے مسلمان تھے ان میں سچے سچے کا وظیفہ مقرر کیا، محمد بن عمر کا بیان ہے کہ میں شہر میں پیدا ہوا تو میری دایہ مجھ کو ابو بکر بن حزم کی خدمت میں لے گئی، اور انہوں نے مجھ کو ایک دینار دیا۔

ہیثم بن واقد کہتے ہیں کہ میں شہر میں پیدا ہوا، اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے اور مجھے ان کی خلافت میں تین دینار بطور وظیفہ سالانہ کے ملے۔ یہ وظائف تمام لوگوں کو مساویہ طور پر ملتے تھے یہاں تک کہ جو لوگ ہمیشہ سے تفوق و امتیاز کے خوگر تھے، وہ اس مساوات کو دیکھ کر ان کے بالکل الگ ہو گئے۔ عرب اور موالی میں ہر قسم کے غلطیوں میں مساوات تھی، صرف آزاد شدہ غلاموں کے وظائف میں کچھ فرق تھا، یعنی وہ ۲۵ اشرفیاں پاتے تھے۔

وظائف میں مستندہ اضافہ بھی کرتے رہتے تھے، چنانچہ ایک بار اس میں دس دس دینار یا دس درہم کا اضافہ کیا، اور اس سے عرب اور موالی دونوں کیساں

۱۔ طبقات ابن سعد، ص ۲۸۱ ۲۔ ایضاً ص ۲۵۵ ۳۔ ایضاً ص ۲۵۴

۴۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز، ص ۴۷ ۵۔ طبقات، ص ۲۶۰

ملود پر متمتع ہوئے یہ

اس فیاضانہ طرز عمل سے بیت المال کو سخت نقصان پہونچا، چنانچہ بعض عمال نے ان کو اس طرف توجہ بھی دلائی، لیکن انھوں نے اس کی کچھ پروا نہیں کی اور ان کو لکھا کہ جب تک خزانے میں روپیہ ہے دیئے چلے جاؤ، جب کچھ نہ رہے تو اس میں کوڑا کرکٹ بھر دو۔

غریبوں کی امداد و اعانت | وظائف و عطایا کے علاوہ غریبوں کی امداد و اعانت کے مختلف طریقے قائم کئے:-

(۱) ایک عام سنگرخانہ قائم کیا جس سے فقراء و مساکین کو برابر کھانا ملتا تھا۔
(۲) تمام لوگوں کے لئے مسادہ پایہ طرز پر غلہ مقرر کیا، جوئی کس ساڑھے چار ارؤب ملتا تھا۔

(۳) غریبوں کے پاس جو کھوٹے سکتے ہوتے تھے ان کی نسبت بیت المال کے افسروں کو لکھا کہ اگر یہ لوگ ان سکتوں کو بدلنا چاہیں تو کھرے سکتوں سے بدل دیئے جائیں۔

(۴) بیت المال میں ایک خاص مدد قائم کی جس سے قرض داروں کا قرض ادا کیا جاتا تھا۔

(۵) قیدیوں کا وظیفہ مقرر فرمایا۔

۱۔ سیرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ مؤرخ یعقوبی نے لکھا ہے کہ اس اضافہ سے اہل عراق محروم رہے ۲۔ سیرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ ۸۵ھ طبعات مس ۲۴۹ھ ایضاً ص ۲۸۵
۳۔ سیرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ ۹۰ھ طبعات مس ۲۵۰ھ ایضاً ص ۲۵۴

۶۱۔ جن لوگوں کے وظائف کسی جرم یا کسی سبب سے روک دیے گئے ان کو تمام بقایا وظیفہ دے دیا۔

۶۲۔ دوسرے خلفاء کے زمانے میں ملک کی غربت و افلاس کا بڑا سبب یہ تھا کہ غلام و تنہا مال دوسروں کے مال و جائیداد پر غاصبانہ قبضہ کر لیتے تھے، اور وہ ہمیشہ کے لئے اُن کی ملک ہو جاتے تھے۔ بسیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جیسا کہ اوپر گذرا ان تمام لوگوں کی جائیدادیں واپس کر دیں، بلکہ اس کے معادلہ میں خود بیت المال سے بہت سی رقیں واپس دلوائیں، خود اُن کے امراء و عمال میں اگر کسی نے اس قسم کی دُست دہازی کی اور ان کو اس کا علم ہوا تو فوراً مال مقصورہ کو واپس دلایا۔

ایک بار کسی شخص نے اُن کی خدمت میں شکایت کی کہ اُذر بائیمان کے عامل نے ظلماً میرے بارہ ہزار درہم لے لئے، اور اس کو بیت المال میں داخل کر دیا، تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حکم دیا کہ اس کو فوراً یہ رقم واپس لادی جائے۔

ایک بار ایک شخص نے شکایت کی شاہی قوچ کے گذرنے سے اس کی زراعت یا مکمل پامال ہو گئی، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کو دس ہزار درہم تاوان دلوایا۔

۶۳۔ رعایا کو جو کچھ بیت المال سے ملتا تھا اس کے دینے میں تو یہ فیاضی تھی، بسیکن رعایا سے جو رقم وصول ہو کر بیت المال میں داخل ہوتی تھی اس میں بہت سی رقموں کو

۱۔ طبقات ص ۲۵۶ ۲۔ سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص ۵، ۴۱ ایضاً ص ۴۱ ۳۔ یہ وہ اس موقع سے بہت کم متناہت رکھتا ہے ہم نے استطراداً اس کا تذکرہ کر دیا۔

بالکل ناجائز و تسارویا چنانچہ اس کی تفصیل اوپر گنہ رکھی ہے۔

صدقات میں پہلے جو زائد رقمیں وصول کی جاتی تھیں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ان تمام رقموں کو واپس کر دیا۔

ایک بار اُن کا ایک عامل صدقہ وصول کر کے آیا تو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اس کی مقدار پوچھی، اُس نے مقدار بتائی تو پوچھا، کہ تم سے پہلے کس مقدار میں صدقہ وصول ہوتا تھا، اُس نے اس سے زیادہ مقدار بتائی، منبرمایا یہ کہاں سے وصول ہوتی تھی؟ اُس نے کہا یا امیر المؤمنین! پہلے گھوڑے سے ایک دینار خادم سے ایک دینار اور ندان سے پانچ و بہم وصول کئے جاتے تھے، بسکے آپ نے ان رقموں کو بالکل معاف کر دیا، منبرمایا میں نے معاف نہیں کیا، اُن نے معاف کیا۔

خراج کی وصولی کے متعلق سخت حکم تھا کہ اس میں کسی قسم کا ناجائز طریقہ استعمال نہ کیا جائے، چنانچہ سمیع بن مہران کو لکھا کہ میں نے مقدمات و تحصیل خراج و حسنزیر میں تم کو ظلم کئے لئے تکلیف نہیں دی، جو کچھ وصول کرو حلال مال سے وصول کرو، اور مسلمانوں کے لئے صرف حلال و طیب مال جمع کرو۔

اگر کبھی معلوم ہوتا تھا کہ خراج کی وصولی میں اس قسم کا ناجائز طریقہ اختیار کیا گیا ہے تو سخت وار و گیر کرتے تھے، اور اس کی تحقیقات کے لئے اشخاص روانہ کرتے تھے۔ ایک بار معلوم ہوا کہ ایران میں بہت سے عمال پھلوں کا تخمینہ کر کے اس کو نرخ بازار سے مختلف نرخ پر فروخت کرتے ہیں اور اس کے بدلے میں روپیہ

لیتے ہیں، اور بہت سے کروڑا ستہ میں لوگوں سے عشر وصول کرتے ہیں تو اس کی تحقیقات
کے لئے بشر بن سفلوان، عبید اللہ بن عجمان، اور خالد بن سالم کو مقرر فرمایا، اور عدی
بن ارقطہ کو لکھا کہ "اگر یہ واقعہ صحیح ہوگا تو یہ لوگ ان پھلوں کو جو اس طہ لقیہ
سے وصول کئے گئے ہیں واپس کر دیں گے، معمولی نرخ کی پابندی کریں گے، اور
جو خبریں ابھی تک پہنچی ہیں ان سب کی تحقیقات کریں گے، تم ان سے پھیرا چھپاڑ
نہ کرنا"۔

ان سے پہلے جو خلفاء تھے وہ ذمیوں سے غیر معمولی سختی کے ساتھ جسیر وصول
کرتے تھے، اس لئے وہ پیداوار کو نہایت ارزاں قیمت پر فروخت کر کے اس
مشکنجہ عذاب سے آزاد ہو جاتے تھے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ
نے اس معاملہ میں نہایت آسانیاں کیں، اس لئے ان کے زمانے میں پیداوار کا
درج کسی قدر گراں ہو گیا ہے جس سے ناگزیر طور پر ذمیوں کو مالی فائدہ پہنچا۔

اب ملک کی شادابی، سرسبزی اور خوش حالی کے ان اسباب پر عمومی حیثیت
سے غور کرو کہ بیت المال کی کل رقم صرف رعایا پر صرف ہوتی ہے، سب کے وظائف
مقرر ہوتے ہیں، لوئے، سنگڑے، دیوڑھے، بچے، مواری و عوب سب اس سے
کیساں طور پر فائدہ اٹھاتے ہیں، وظائف میں اضافے ہوتے رہتے ہیں، ہنگامہ
حاکم ہوتا ہے، تمام قوم کو غلہ ملتا ہے، غریبوں کے کھوٹے سکے بیت المال سے بدل
دیئے جاتے ہیں، مقصود چاند اویں رعایا کو واپس ملتی ہیں، رعایا کے نقصانات
کامدادان دلا یا جاتا ہے مختلف قسم کے گراں بار ٹیکس معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

جسزیرہ و خراج میں تخفیف ہوتی ہے اور ان کی وصولی کا طرہ بقدر بالکل جائزہ و نہایت
 آسان اختیار کیا جاتا ہے، ملک کی پیداوار کا نرخ گراں ہو جاتا ہے، تو اس کے
 صاف معلوم ہو جائے گا کہ جس ملک، جس قوم اور جس سلطنت میں یہ سب جمع ہو
 جائیں گی، تو اس میں رہا ہیبت، خوش حالی، تنول اور سرسبزی و شادابی کے سوا
 اور کس چیز کا دور دورہ ہوگا، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ کا عہد سلطنت ان تمام
 اسباب کا جامع تھا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کا جیسا کہ
 یہی حق کا خیال ہے مصداق تھا۔



نظامِ حکومت کا انقلاب

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے جو عادات و نظامِ حکومت قائم کیا تھا یزید بن عبد الملک نے جو ان کا جانشین ہوا صرف چالیس دن تک اس کو قائم رکھا، اس کے بعد اس جادوئے نذل سے الگ ہو گیا، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے جو متمدنِ عالم معتبر رکھے تھے یزیدؓ نے ان سب کو یکم قلم موقوف کر دیا اور ان کے اور مہرجان کے تحفے اور بے گار کی رسم جن کو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے بالکل مٹا دیا تھا دوبارہ قائم کی کہ قذک جس کو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اپنی وراثت سے نکال کر اولادِ قاطرہ کو دیا تھا یزیدؓ نے اس کو پھر واپس لے لیا، دمشق کا ایک گرجا جو بنی نصر کی جاگیر میں آگیا تھا، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اسے نصاریٰ کو واپس کر دیا تھا، لیکن یزیدؓ نے اس کو دوبارہ پھر اسی خاندان کو دیدیا محمد بن یوسف نے اہلِ یمن پر جو ظالمانہ خراج لگایا تھا، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اس کو عشر سے بدل دیا تھا، لیکن یزید بن عبد الملک نے اس کو دوبارہ قائم

۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۴۷ یزید بن عبد الملک کا تذکرہ ۲۔ یعقوبی جلد ۲ ص ۳۷۲۔

۳۔ ایضاً ص ۳۷۲ ۴۔ ایضاً ص ۳۷۲ ۵۔ فتوح البلدان ص ۱۳۰۔

کیا، حجاج اہل بنجران سے جزیرہ میں آٹھ سو منقش کپڑے لیٹا تھا، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اُن کے ساتھ تخفیف و رعایت کی اور دو سو کپڑے کر دیئے لیکن یوسف بن عمر و لید بن یزید کے زمانے میں جب عراق کا والی ہوا تو اس نے پھر حجاج کا وہی قدیم طریقہ قائم کر دیا، فرات کے پاس نو مسلموں کی جو زمینیں تھیں یا غیر قوموں کی جن زمینوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا، حجاج نے اُن کو خراج قرار دیا تھا، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے دوبارہ اس کو عسری قرار دیا، لیکن عمر بن میرہ نے اس طریقہ کو بدل دیا اور پھر اُن سے خراج وصول کیا حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے لوگوں کو تدبیر کے مذہب کے متبول کرنے سے سختی کے ساتھ روکا تھا، لیکن جب یزید بن دلید خلیفہ ہوا تو اس مذہب کی عام دہی اور غیلاں کے رفقاء کو مقرب بارگاہ بنایا گئے

معرض حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے جو نظام سلطنت قائم کیا تھا وہ چند ہی روز میں درہم برہم ہو گیا، اور دنیا نے صرف ڈھائی برس حضرت عمر بن الخطابؓ کے طرز حکومت سے فائدہ اٹھایا۔

۱۰۰ھ ایضاً ص ۴، ۲۰۵ھ ایضاً ص ۲۵۵، تاریخ الخلفاء ص ۲۵۵

ماثر بنی امیہ

غیبی جملہ بگفتی مہزشش نیز بر گو

حضرت عسکریؑ بن عبد العزیزؑ کے واقعات زندگی کے سلسلہ میں مطلقاً بنو امیہ کے جو مشاہد یعنی طور پر آگئے ہیں ان کی بناء پر ان کے محاسن کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

قومی عصبيت کا تحفظ | ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے عرب کی عصبيت، عرب کی سادگی اور عرب کے شعائر کو قائم رکھا اس بناء پر ان کا نظام حکومت ڈیپلومیسی یعنی مخاوعات سیاسید سے بالکل نا آشنا رہا، اور اس کی تمام تر بنیاد قوت، بسالت اور شجاعت پر قائم رہی، اس کے بخلاف دولت علیہ بالکل عجیب رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی، خلفاء تو بے شبہ عربی النسل تھے، لیکن خلافت کے چلانے والے تمام تر عجیب تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس خلافت نے قوت کے سرمایہ کو بالکل کھو دیا، اور اس کی بنیاد تمام حیل سیاسید پر قائم ہو گئی، چنانچہ آداب السلطانیہ میں اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ لکھی ہے:-

۱۔ حضرت الامام ابو عبد اللہؑ نے اپنے رسالہ الانتقاد میں جو کچھ مآثر بنو امیہ پر لکھا ہے وہ اس مضمون میں لے لیا گیا ہے۔

واعلم ان الدولة العباسية كانت
دولت ذات خدع ودهاء و قدر و كان
لهم التحيل و المخادعة فيها و فر
من قسم القوة و الشدة خصوصاً
في اواخرها فان المتأخرين منهم
ايطوا بالقوة و الشدة و النجدة و
اوكلوا الى الحيل و الخدع به

دولت عباسیہ ایک پُر فریب اور حیلہ باز
سلطنت تھی، اس میں یہ نسبت قوت کے
مکرو و تسریب کا عنصر زیادہ غالب بالعموم
اس کے آخری زمانہ میں، پچھلے خلفائے
تو قوت و شجاعت کو بالکل کھو دیا، اور
مکرو و تسریب کی طرف مائل ہو
گئے۔

کثرت فتوحات | اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اموی دور میں فتوحات کو جس قدر وسعت
ہوئی تا ریح اسلام میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی، خلافت راشدہ میں اگرچہ
اسلام کی فتوحات کا دائرہ بہت کچھ وسعت پذیر ہوا چکا تھا تاہم مبادین
کا قدم حدودِ عرب و یارِ شام اور مصر و ایران سے آگے نہ بڑھ سکا تھا لیکن
نبوآیت کے دورِ حکومت میں طرابلس، طنجہ، اندلس، چین، ہند، روم، قسطنطنیہ، عراق
تونس، مراکش، خراسان، نارس، توران، بلخستان، جرجان، سجستان،
افغانستان، سبھی اسلام کے زیرِ نگیں ہوئے، اور مشرق و مغرب، جنوب و شمال
معرضِ دنیا کے ہر حصے میں اسلام کا پرچم لہرایا۔

خلفائے نبوآیت میں اس حیثیت سے ولید کا زمانہ خصوصیت کے ساتھ ایک
یا دو کارِ زمانہ خیال کیا جاتا ہے، چنانچہ علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں :-

و لکنہ اقامہ الجہاد فی آیامہ
و فتحت فی خلافتہ فتوحات
عظیمۃ لہ
لیکن اس زمانے میں جہاد کو قائم کیا اور
اس کی خلافت میں بڑی بڑی فتوحات حاصل
ہوئیں۔

یہ جنگ طاقت اسی ساز و سامان کے ساتھ ہشام کے زمانہ تک قائم رہی، چنانچہ
مسعودی نے اس کے حالات میں لکھا ہے :-

و استجد الکسی والفرش و
عدد العرب ولا متہا و اصطنع
الرجل و قوی الثغور لہ
اس نے عمدہ لباس، عمدہ فرش اور عمدہ آلات
حرب تیار کرائے، فوجی کام کے لئے سپاہی تیار
کئے اور سرحد کو مضبوط کیا۔

باقاعدہ طور پر پھری جنگ کا آغاز بھی بنو امیہ ہی کے زمانہ میں ہوا، اسی کے
زمانے میں اس نے وسعت حاصل کی۔ اسی کے زمانہ میں سواحل کی تلو بندی ہوئی
اور اسی کے زمانے میں جہاد سازی کے کارخانے قائم ہوئے۔

انتظامات ملکی | لیکن فتح بجائے خود کوئی ایسا قابلِ فخر کارنامہ نہیں ہے
بلکہ فتوحات کے ساتھ یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ مفتوحہ ممالک میں

کیا کیا انتظامات کئے گئے؟ رعایا کی ہیبت دی، زر لغت کی شادابی اور رفاہ عام
کے متعلق کیا کیا خدمات انجام دی گئیں؟ ملک کی آبادی اور ملک کی ترقی پر فلاح
کا کیا اثر پڑا؟ لیکن بنو امیہ کا دور حکومت اس حیثیت سے بھی ایک مہذب
دور حکومت کہا جاسکتا ہے۔

۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۲۴

۲۔ مروج الذهب مسعودی بر حاشیہ نفع الطیب جلد ۳ ص ۲۱

زمین کی پیمائش | زمین کی پیمائش سب سے پہلے حضرت عمر بن الخطابؓ نے کرائی تھی، ان کے بعد کسی خلیفہ نے اس کی طرف توجہ نہیں کی، یہ میرید بن عبد الملک پہلا شخص ہے جس نے اس طرف توجہ کی اور عمر بن پیروہ کو بسراق کے بند و بست کے لئے لکھا: اگرچہ علامہ یعقوبی کی تصریح کے موافق اس سے خراج میں کوئی تخفیف اور آسانی نہیں پیدا ہوئی تاہم اس سے ملکی انتظامات کی باقاعدگی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

زرعی نہریں | حضرت امیر معاویہؓ نے ورائع آپاشی کو نہایت ترقی دی، اور ان کو اس کا خاص اہتمام تھا، چنانچہ خلاصۃ الوفایں ہے۔

کانت بالهدیۃ الشریعة و مدنیہ شریف اور اس کے اطراف
ماحولیات کثیروہ و کان میں بہت سی نہریں جاری تھیں، اور
لعمادیتہ اہتمام بہذا امیر معاویہؓ کو اس کا خاص اہتمام
الباب ۱۰ تھا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے جو نہریں جاری کرائیں، ان میں نہر نظامہ نہر اذوق اور نہر شہداد وغیرہ کا نام وفاق الوفاد اور خلاصۃ الوفایں مذکور ہے۔
حضرت امیر معاویہؓ نے پہاڑوں کی بعض گھاٹیوں کے گرد و بند بندھا کر ان کو بھی تالاب کی صورت میں بدل دیا تھا جس میں پانی جمع ہوتا تھا، اور ان کے زراعت کی پیداوار کو جو ترقی ہوئی اس کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان نہروں کے ذریعہ سے ڈیڑھ لاکھ و سق خرما اور ایک لاکھ و سق گہیوں کی پیداوار ہوتی تھی۔

پانی پینے کے چشمے | خلفائے نبوآمیتہ نے زرعی نھروں کے علاوہ اور بہت سے چشمے جاری کرائے، جس سے رعایا کو شور پانی کے بجائے آبِ شیریں میسر ہوا، سلیمان بن عبدالملک نے مکہ میں آبِ شیریں کا ایک چشمہ جاری کرایا، جس کا پانی سیسہ کی نالی کے ذریعہ سے مسجد حرام تک پہنچتا تھا، پھر ایک فوارے کے ذریعہ سے ایک سنگی حوض میں گرتا تھا، جو رکنِ امود اور زمزم کے درمیان تیار کرایا گیا تھا۔

یہ حوض نبوآمیتہ کے اخیر زمانے تک قائم رہا، لیکن جب نبوآشم کا دور حکومت آیا تو داؤد بن علی نے اس کو منہدم کر دیا، ہشام نے بھی مکہ کے راستوں میں متعدد حوض و تالاب تیار کرائے تھے، لیکن وہ بھی دولتِ عباسیہ کے آغاز میں داؤد بن علی کے ہاتھوں برباد ہوئے، یہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے عباسیہ نے کس بیدردی کے ساتھ نبوآمیتہ کی یادگاروں کو مٹایا، مکہ کے بعد پانی کی ضرورت سب سے زیادہ بصرہ والوں کو تھی، اور خلفائے نبوآمیتہ نے نہایت اہتمام کے ساتھ اس ضرورت کو پورا کیا، چنانچہ ایک بار بصرہ کے لوگوں نے یزید کے عامل کے پاس آبِ شیریں کی ضرورت ظاہر کی، تو اس کی اطلاع دینے پر یزید نے اس کو ایک ہنر کھدوانے کا حکم دیا، اور لکھا کہ "اگر عراق کا کل خراج اس پر صرف ہو جائے تب بھی خرچ کرنے سے دریغ نہ کیا جائے" چنانچہ اس نے ایک ہنر کھدوائی جس کا نام ہنرِ عمر ہے۔

۱۔ معقولات جلد ۲ ص ۲۵۲

۲۔ مروج الذهب مسعودی برعاشیہ نفع الطیب ج ۳ ص ۲۱

ہیں، کہ اس نے جذامیوں، اندھوں اور فقیروں کے وظائف جاری کئے، اور یتیموں کی تعلیم و تربیت کے لئے معینین کا فخر کیا، ہر اندھے کے لئے ایک آدمی متعین کیا جو اس کو راستہ دکھاتا تھا، ہر پانچ کو ایک خادم و یا جو اس کی ضروریات کو پیدا کرتا تھا، وکیل کے بعد خلفائے نبو امیہ میں وکیل بن یزید بن عبد الملک نے بھی اس کی تقلید کی، چنانچہ علامہ ابوالفرج لے اس کے حال میں لکھا ہے۔

قلہا دلی الولید اجری علی زہنی اہل الشام و عیالہ و کساہم لہ
جب قیادہ خلیفہ ہوا تو اس نے شام کے پانچوں اور
اندھوں کے وظائف مقرر کئے اور ان کو کپڑے دینے
عمارات اسلام میں فن تعمیر کی ترقی نبو امیہ کے عہد میں ہوئی، اور امیر معاویہ پہلے
شخص ہیں جنہوں نے شاندار عمارتیں بنوائیں، چنانچہ تاریخ یعقوبی میں لکھا ہے۔

بنی و شیدا البناۃ
انہوں نے عمارتیں بنوائیں، اور شاندار بنوائیں
امیر معاویہؓ کے بعد وکیل بن عبد الملک نے عیسویہ تعمیر کو اس قدر ترقی دی کہ
تاریخ اسلام میں اس دور حکومت کو اس حیثیت سے متاثر خیال کیا جاتا ہے کہ ادب الاسلامیہ میں
وکان شدید الکلف بالعمارات الابیۃ
اس کو عمارات اور جہاز سازی کے کارخانے وغیرہ
واخذوا المصانع والضياع وکان الناس
بنائے کا نہایت ذوق تھا، یہاں تک کہ اس کے
یلتقون فی زمانہ فیصل بعضہم بعضا
زمانے میں جب لوگ باہم ملتے تھے تو صرف عمارات
عن الابیۃ والعمارات۔
کا تذکرہ کرتے تھے۔

ولید نے جو عمارتیں تعمیر کرائیں ان میں جامع مسجد دمشق، مسجد دمشق، مسجد نبوی،

لے ۳ تاریخ الخلفاء ص ۲۴۴ و یعقوبی ج ۲ ص ۳۴۸ لے مختصر الدول ص ۲۰۳

لے یعقوبی جلد ۲ ص ۲۷۶ لے آداب السلطانی ص ۱۱۴

اور مسجد اقصیٰ، تمدن اسلام کے چہرے کا آب و رنگ ہیں، عمارات کے علاوہ محققانے
 نوآرمیہ لے ملک کے اطراف میں نہایت کثرت سے شہر آباد کرائے، حجاج نے کوفہ اور بصرہ
 کے درمیان ایک شہر بسایا جس کا نام واسطہ رکھا، سلیمان بن عبد الملک نے رملہ کو آباد
 کیا، اور اس میں محل، مسجد، کنوئیں اور تالاب تیار کرائے عقبہ بن نافع نے افسر لقیہ میں
 قیروان کو آباد کیا، اس کے علاوہ انہوں نے اور بھی بہ کثرت شہر آباد کرائے، جن کی
 تفصیل اس موقع پر نہیں کی جاسکتی۔

اولیات | نوآرمیہ کے ترقی پذیر و در حکومت کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ انہوں
 نے مختلف قسم کے جدید انتظامات کئے جن کی تفصیل یہ ہے:

ڈاک کا انتظام | حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے سے پہلے ڈاک کا کوئی انتظام نہ تھا،
 جس کی وجہ سے فوجی اور ملکی خبریں شریعت کے ساتھ نہیں پہنچ سکتی تھیں، حضرت
 امیر معاویہؓ نے اس غرض سے مختلف مقامات پر تیز رو گھوڑے مقرر کئے جن کے ذریعہ
 سے خبر رسانی میں نہایت آسانیاں پیدا ہو گئیں، عربی میں اس صیغہ کا نام برید ہے
 اور لغت میں برید کا اطلاق ۲ میل کی مسافت پر ہوتا ہے، علامہ فخری نے لکھا ہے کہ غالباً
 بارہ بارہ میل پر گھوڑے مقرر کئے گئے ہوں گے اسی لئے اس صیغہ کا نام برید رکھا۔

دولان الخاتم | حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ سے پہلے خلفاء جو اس کام کا واسطہ
 کرتے تھے وہ بالکل بے ضابطہ ہوتے تھے، جس کی بناء پر لوگوں کو بدویا سنی کا موقع
 مل سکتا تھا، حضرت امیر معاویہؓ نے اس کے زمانے میں بھی کچھ قوتوں ہی طریقہ جاری
 رکھا، لیکن ایک بار انہوں نے ایک شخص کو ایک لاکھ درہم دولانے اور اس
 کے لئے زیادہ کے نام حکم لکھا، وہ سردار نے کرچلا تو ایک لاکھ کے بجائے

دولاکھ بنا دیئے، بعد کو جب زیادہ نے حساب پیش کیا تو امیر معاویہؓ نے اس پر گزرت کی، اور ایک لاکھ کی مزید رقم اس شخص سے واپس لی، اس واقعہ کے بعد ان کو مسرین شاہی کی باضابطگی کی طرف توجہ ہوئی، اور انھوں نے ایک خاص محکمہ قائم کیا، جس کا نام دیوان الخاتم رکھا، اس محکمہ کے قائم ہونے کے بعد جو فرمان صادر ہوتا تھا اس کی باضابطہ نقل کی جاتی تھی، اس کی نتھی کی جاتی تھی، اور اس پر مہر لگائی جاتی تھی، جس سے کسی کو اس قسم کی بددیانتی کا موقع نہیں مل سکتا تھا، یہ صیغہ خلافت عباسیہ کے وسط زمانہ تک قائم رہا، لیکن اس کے بعد توڑ دیا گیا۔

باضابطہ محکمے | اسلام میں باضابطہ محکمے بھی حضرت امیر معاویہؓ ہی کے زمانہ میں قائم ہوئے، چنانچہ مؤرخ یعقوبی نے زیادہ کے حال میں لکھا ہے :-

دکان اول من دون الدوا دین	زیادہ پہ شخص ہے جس نے محکمے قائم کئے اور کائنات
ووضع النسخ للكتب وافر د	کی نقلیں لیں، اور سرکاری کاغذات کے کھتے
کتاب الوسائل من العرب والموا لی	کے لئے قصص عرب اور موالی مخصوص کئے زیادہ
المتفحصین وکان زیاد یقول ینبغی	کہا کرتا تھا کہ خراج کے محرر عجم کے رؤساء میں
ان یعنون کتاب الخواج من	سے مقرر کرنے چاہئیں جو خراج کے سالانہ سے
رؤساء الاعاجم العالمین بامور الخواج	واقع ہوتے ہیں اور تو پہلا شخص ہے جس نے
وکان زیاد اول من بسط الازد ق	اپنے عہدہ داروں کی تنخواہیں بڑھائیں
على عماله الف الف درهم ٥	اور ان کے لئے ہزار ہزار درہم مقرر کئے۔

ملکی صیغوں میں عربی | لیکن ان تمام محکموں میں فارسی زبان رائج تھی لیکن
 زبان کا رواج | عبد الملک دوم حکومت آیا تو اس نے تمام صیغوں
 کی زبان عربی کر دی، اور یہ پہلا دن تھا کہ عربی زبان کو سرکاری زبان ہونے
 کا شرف حاصل ہوا۔

عبد الملک نے غالباً عراق اور حدود عراق کے محکموں میں یہ اصلاح کی
 تھی، شام کے اطراف میں رومی زبان سرکاری حیثیت سے تمام محکموں میں جاری
 تھی اور اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا تھا، لیکن ولید نے اپنے زمانہ میں اس
 نامہداری کو بھی مٹا دیا، اور عیسائیوں کو حکم دیا کہ سرکاری کاغذات رومی زبان
 میں نہ لکھے جائیں۔

ملکسال | عبد الملک کے زمانے سے پہلے تمام ممالک اسلامیہ میں رومی لکھے جاتے
 تھے، عبد الملک پہلا شخص ہے جس کے زمانے میں ملکسال قائم کی گئی، اور اس میں
 سکے ڈھالے گئے۔

صنعتِ پانچہ بائی کی ترقی | سلیمان بن عبد الملک نہایت خوش پوشاک اور
 جامہ زیب تھا، وہ خود نہایت باریک، نہایت رنگین اور نہایت منقش کپڑے
 پہنتا تھا، اور اپنے خاندان، اپنے عمال اور اپنے ملازمین تک کو اسی قسم کے کپڑے
 پہناتا تھا، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے زمانے میں ان کپڑوں کا شوق عام
 ہو گیا، اس لئے ان کی صنعت میں غیر معمولی ترقیاں اور ایجادیں ہوئیں چنانچہ مسکوک
 لکھتا ہے۔

وقی ایامہ عمل الوثقی الجید بالیمن
والکوفۃ الاسکندیۃ و لیس
الناس جیبعا الوثقی جباناً و اودیۃ
و سراہیل و عہد و قلا نس لے
اور اس کے زمانہ میں یمن، کوئٹہ اور اسکندریہ میں
زنگی اور عہدہ کپڑے مینے گئے اور لوگوں نے
ان کپڑوں کے بچتے چادریں، پانچلے، عمامے
اور ٹوپیاں پہنیں۔

علوم و فنون کی ترویج و اشاعت | اسلامی علوم و فنون میں کوئی ایسا فن
نہیں ہے جس کی ترتیب و تدوین، تہذیب و پرداخت اور ترقی و اشاعت میں
خلافے نبوآمیہ کی کوششوں کا حصہ شامل نہ ہو۔

قرآن مجید | قرآن مجید جو تمام اسلامی علوم و فنون کا سرچشمہ ہے، وہ
اگرچہ خلافت راشدہ کے زمانے تک مرتب و مدون ہو چکا تھا، لیکن اب تک
اس میں نقطے اور اعراب نہیں لگائے گئے تھے، عرب کے لئے تو اس کی قرأت میں
کوئی وقت نہ تھی لیکن جب عجمی قومیں اسلام لائیں تو ان کو قرآن مجید کی قرأت
میں دشواریاں پیش آئیں، اور عراق میں اس کے متعلق سخت غلطیاں پھیل گئیں
حجاج نے فوراً اس کا تذکرہ کیا اور قرآن مجید میں نقطے لگوائے۔ اس کے بعد بھی
غلطیاں ہونے لگیں، تو لوگوں نے اعراب لگائے۔

تفسیر | نبوآمیہ ہی کے زمانے میں یہ فن مدون ہوئے، اور انہی کے زمانے میں بڑے
بڑے مفسرین پیدا ہوئے، تفسیر کی پہلی کتاب جو سعید بن جبیر نے لکھی وہ عبد الملک
کے حکم سے لکھی گئی تھی۔

۱۔ مروج الذهب سعودی بر حاشیہ نفع الطیب جلد ۲ ص ۶۱۱ ۲۔ ابن الخلیکان تذکرہ حجاج

۳۔ میرزاں الاعتدال ذوی تذکرہ عطار بن دینار۔

حدیث | علم حدیث کی تدوین و تالیف کا شرف بھی بنو امیہ کو حاصل ہے چنانچہ اس کی تفصیل حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے کارنامہ میں گذر چکی ہے۔

اصول لغت | اصول لغت کی تدوین بھی بنو امیہ کے دور حکومت میں ہوئی چنانچہ ابواسود دہلی نے زبائن ابیہ سے اصول نحو کے مرتب کرنے کی اجازت چاہی، اس نے پہلے تو انکار کیا، لیکن بعد کو اجازت دے دی۔

تاریخ | فن تاریخ کی تدوین و ترتیب بھی بنو امیہ کے دور حکومت میں ہوئی، اور سب سے پہلے انہی کے زمانے میں تاریخی کتابیں تصنیف ہوئیں، ایک طرف تو فن سیر و مغازی کے بڑے بڑے علماء مثلاً ذہب، ابن منبہ، محمد بن مسلم الزہری، موسیٰ بن عقبہ، اور عوانہ جو اس فن کے متعلق کتابوں کی تدوین و تالیف میں مصروف تھے، انہی کے زمانے میں تھے، دوسری طرف خلفائے بنو امیہ کو فن تاریخ کے ساتھ خود نہایت شغف تھا، علامہ مسعودی نے مروج الذهب میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ ہر شہ عشاء کے بعد پہلے وزراء سے مشورہ کرتے، پھر تاریخی واقعات سننے، جب رات کا ثلث حصہ گزر جاتا تو سو جلتے اور پھر اٹھتے اور دوبارہ یہی مشغلہ شروع ہو جاتا، متعدد لوگ کے تاریخی کتابیں لے کر آتے اور ان کو پڑھ پڑھ کر سناتے، جب اس پر بھی قناعت نہ ہوتی تو صنعاۓ مین سے ایک عالم کو جس کا نام عبیدہ بن شریہ تھا بلایا، اور اس سے بہت سے تاریخی واقعات سنے، اور ان واقعات کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کرنے کا حکم دیا، جو عبیدہ بن شریہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ

۱۔ ابن خلکان جلد اول ص ۲۴۰ لے مروج الذهب مسعودی بر حاشیہ نفع الطیبہ ص ۲۴

۲۔ کتاب الفہرست ص ۱۳۲

ہشام کے شوق و ایما سے عربی لٹریچر میں اور بھی متعدد تاریخی تصنیفات کا اضافہ ہوا چنانچہ جبہ نے اس کے لئے ایران کی بعض تاریخی کتابوں کا ترجمہ فارسی سے عربی میں کیا، ہشام نے ایک اور کتاب تاریخ ملوک الفرس کا ترجمہ کرایا جس میں ایرانی سلطنت کے قوانین اور شاہان ایران کے حالات تھے یہ

یونانی علوم و فنون کے تراجم | یونانی علوم و فنون کے تراجم کی ابتدا بھی توراتی ہی کے دور حکومت میں ہوئی، چنانچہ ابن آسنال نے حضرت امیر معاویہؓ کے لئے یونانی زبان سے طب کی متعدد کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں کیا اور یہ سلا ترجمہ تھا جو اسلام کے دور حکومت میں کیا گیا۔

مروان بن حکم کے زمانے میں ماسرجوہ نے عربی زبان میں ایک طبی کتاب ترجمہ کیا تھا، یہی کتاب تھی جس کو حضرت عسک بن عبدالعزیز دمن نے شاہی کتب خانہ میں لایا اور مالک مہر میں اس کے مختلف نسخے تقسیم کر دیے۔

خاندان توراتی میں خالد بن یزید بن معاویہ ایک ایسا شخص پیدا ہوا جس کو حکم آل مروان کا لقب دیا گیا، وہ پہلے خلافت کے دعویداروں میں تھا، لیکن جب اس کو ناکامی ہوئی تو اس نے علم کیمیا کی طرف توجہ کی، اور مریانس نامی ایک رومی راہب سے اس کی تعلیم حاصل کی، اس کے ساتھ یونان کے جو فلسفی مقرر میں رہتے تھے اور عربی زبان کے ماہر تھے، ان کی ایک جماعت کو بلا لیا، اور ان کے ذریعہ سے عربی زبان میں فن کیمیا کی متعدد یونانی اور قبطی ترجمے کرائے، خالد نے طب اور کیمیا میں جیسا کہ ابن خلکان نے لکھا ہے خود بھی متعدد رسائے لکھے۔

۱۔ کتاب التنبیہ والاشراف ص ۱۰۶ ۲۔ مختصر الدل ص ۱۲۰ اخبار الحکماء تذکرہ ماسرجوہ ۳۔ کتاب الفہرست ص ۴۴

۴۔ ابن خلکان ج ۱ ص ۷۷

ہشام کے زمانے میں ایرانی تاریخ کے علاوہ بعض یونانی کتابوں کا ترجمہ بھی ہوا
چنانچہ سالم نے ارسطو کے ان رسالوں کا ترجمہ کیا جو اس نے سکندر کے لئے
لکھے تھے یہ

خلفائے بنو امیہ نے آندلس میں بھی اپنے اولیت کے اس شرف کو قائم رکھا
چنانچہ اسی کے زمانے سے اہل آندلس کو یونانی علوم و فنون کی طرف توجہ ہوئی یہ
اور انہی کے زمانے میں وہاں عقلیات کے اکابر علماء پیدا ہوئے۔

آندلس کے اس جدید علمی دور کا آغاز تیسری صدی کے وسط سے ہوا، اور چوتھی
صدی کے وسط تک اس نے آہستہ آہستہ ترقی کی۔ لیکن اس کے بعد امیر المکرم
المستنصر بالله بن عبدالرحمن الناصر الدین اللہ نے عقلی علوم و فنون کی طرف غیر
معمولی توجہ کی، اور مستنصر و بغداد سے ان علوم کی کتابیں منگوا کر اس کثرت سے جمع
کیں کہ خلفائے عباسیہ کا دور حکومت اپنے علمی ساز و سامان کے ساتھ لوگوں کی
نگاہ کے سامنے آگیا، چنانچہ علامہ ابن ہشام نے لکھتے ہیں :-

واستجلب من بغداد و مصر و غیرہا	اس نے بغداد و مصر اور ان کے علاوہ دیار مشرق
من دیار المشرق و عیون التالیف	سے علوم قدیمہ و جدیدہ کی نہایت عمدہ کتابیں
الجليلة و المصنفات الغریبة فی العلوم	منگوائیں اور ان کو اپنے باپ کی اقدیمہ زندگی
القدیمة و الحدیثة و جمع	کے زمانے میں پھر اس کے بعد اپنے دور حکومت
منہا فی بقیة ایامہ اربعہ ثمنی مئة	میں اس طرح جمع کیا جو خلفائے عباسیہ
ملکہ من بعدہ و ما کا و یضاھی	کے اس علمی سرمایہ کی ہمسری کرنے لگا جو

ما بہ رقة ملوک بنی العباس فی
 الزمان الطویلۃ و تھیاء لہ ذلک
 لضرط محبتہ للمعلم و بعدہ ہند
 فی التمام القضاء لہ و سہو نفسہ
 الی التشریت باہل الحکمة من
 الملوک فکثر تحولات الناس
 فی زمانہ الی قد اذاعہ کتب الادب
 و تعلمہ مذاہبہم ۛ

انھوں نے ایک عریض زمانہ میں جمع کیا تھا اور
 اس کی یہ سرگرمی صرف اس لئے تھی کہ
 اس کو علم کے محبت تھی، کسب کمالات میں
 نہایت بلند سمیت تھا، اور ان سلاطین کے
 مشایخ بننا چاہتا تھا، جو بادشاہ ہونے کے
 ساتھ حکیم بھی تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے
 اس کے زمانہ میں متقدمین کی کتابوں کے
 پڑھنے کی طرف نہایت شدت توجہ کی اور
 ان کے مذاہب کی تعلیم کی۔

”مدیر و سیاست“ خلفائے نبوی امیر کے جبر و استبداد کے متعلق جو واقعات
 عام طور پر مشہور ہیں ان کو پرکھ کر عام طور پر یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ انھوں
 نے رعایا کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کر لی تھیں، اور اپنے عیش و عشرت کے
 سامنے رعایا کی بالکل پروا نہیں کرتے تھے، لیکن تاریخ بالکل اس خلاف
 شہادت دیتی ہے، حضرت امیر معاویہؓ کی نسبت مسعودی مروج الذهب میں
 لکھتا ہے کہ:

”وہ دن الدرات میں پانچ مرتبہ دربار کرتے تھے، ان اوقات
 میں ایک وقت صرف استغاثہ کے لئے تھا، جس کا طریقہ یہ تھا کہ ان کا
 غلام مسجد میں ایک کرسی بچھا دیتا تھا، وہ کرسی پر بیٹھ جاتے تھے،

اور قوج داری کے مقدمات کی سماعت فرماتے تھے، ضعیف، بدو،
 بچے، عورت اور بے کس لوگ اُن کے سامنے آتے تھے اور کہتے کہ
 ہم پر ظلم کیا گیا ہے، وہ فرماتے کہ اُن کی مدد کرو، وہ لوگ کہتے کہ ہم
 لوگ ستائے گئے، وہ کہتے کہ اس کے ساتھ تحقیقات کے لئے آدمی
 بھیجو، وہ لوگ کہتے کہ ہمارے ساتھ بدسلوکی کی گئی ہے، وہ کہتے کہ
 اس کے معاملہ کی تفتیش کرو، یہاں تک کہ جب کوئی باقی نہ
 رہ جاتا تو تخت پر بیٹھتے، اور وہ باری لوگ حسب مراتب حاضر
 ہوتے جب وہ لوگ اطمینان سے بیٹھ جاتے، تو وہ کہتے کہ جو لوگ ہم تک
 نہیں پہنچ سکتے، اُن کی ضروریات ہمارے سامنے پیش کرو، اب
 ایک شخص کھڑا ہو کر کہتا کہ فلاں آدمی شہید ہو گیا، وہ کہتے ہیں کہ
 اس کے بچوں کا وظیفہ مقرر کرو، دوسرا کہتا کہ فلاں شخص بال بچوں کو
 چھوڑ کر کہیں نکل گیا، وہ کہتے کہ اُن کی نگرانی کرو، اُن کو دوائی
 کی ضروریات کو پورا کرو، اور اُن کی خدمت کرو، پھر کھانا آسمانی
 حالت میں اُن کا پیشکش کار ہو جاتا اور کاغذ پر طعنا، اور وہ احکام
 صادر کرتے جلتے یہاں تک کہ تمام اہل حاجت کی ضرورت
 پوری کر دیتے ۛ

اس کے بعد مسعودی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تدبیر سیاست کے متعلق متعدد

واقعات نقل کئے ہیں، اور ان کے اخیر میں لکھا ہے کہ :

”ان کے اخلاق، ان کے احسانات اور ان کی فیاضیوں نے لوگوں

کو اپنا اس قدر گرویدہ بنایا کہ لوگوں نے ان کو اپنے سترائندروں پر بھی ترجیح دی ہے۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد عبدالملک وغیرہ نے بھی انہی کے اخلاق و عادات اور انہی کے طرز حکومت کی تقلید کرتی چاہی، مسعودی کے بیان کے موافق اگرچہ یہ لوگ ان کے درجہ کو نہ پہنچ سکے، تاہم اس قدر مسلم ہے کہ :

كان عبد الملك بن مروان شديد عبد الملك بن مروان سخت بیدار مغز تھا
اليعقله كثيرون المتعاهد لولا تعدد اعدائه عمال کی سخت نگرانی کرتا تھا۔

چنانچہ ایک بار اس کو معلوم ہوا کہ اس کے کسی عامل نے کسی کا ہدیہ قبول کیا ہے تو اس کو طلب کر کے باز پرس کی ہے۔

ولید عبدالملک کا بیٹا تھا، اور عبدالملک اپنی اولاد کو ہمیشہ فضل و احسان اور مکارم اخلاق کے اختیار کرنے کی ترغیب دیا کرتا تھا، ایک بار اس نے اپنے بیٹوں کو مخاطب کر کے کہا کہ لڑکھو! تمہارا خاندان ایک معزز خاندان ہے، اس کے شرف کو مال و دولت صرف کر کے محفوظ رکھو، اسی تربیت کا نتیجہ تھا جس نے ولید کو اہل شام کی نگاہوں میں تمام اموی خلفاء سے زیادہ

۱۷ مروج الذهب مسعودی بر حاشیہ نفع الطیب جلد دوم ص ۴۴۱

۱۸ ایضاً ص ۲۷۵ کہ کتاب البیان والتبيين جلد ۲ ص ۱۸۶

۱۹ مروج الذهب مسعودی بر حاشیہ نفع الطیب جلد دوم ص ۴۴۵ ایضاً ص ۴۰۰

محبوب بنا دیا تھا، چنانچہ آداب السلطانیہ میں لکھا ہے کہ:

كان الوليد من افضل خلفائهم ولید اخلاقی حیثیت سے اہل شام کے نزدیک
سيرة عند اهل الشام تمام خلفائے بنو امیہ سے اچھا تھا۔

اور اس محبوبیت کی وجہ بیان کی ہے کہ اُس نے جامع دمشق و جامع مدینہ
اور مسجد اقصیٰ کو تعمیر کروایا، جنڈامیوں کو وظیفہ دے کر بھیج کر مانگنے سے محفوظ
رکھا، ہر پانچ کے لئے ایک ایک خادم اور ہر اندھے کے لئے ایک ایک راستہ
دکھانے والا مقرر کیا۔

سلیمان بن عبد الملک کے فخر و مزیت کے لئے صرف اس قدر کہنا کافی ہے
کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے نظام حکومت کی بنیاد اسی کے زمانہ میں
پڑی، لوگوں کے اموال جو غصب کر لئے گئے تھے اس نے واپس کر دیئے جو
لوگ ظلماً گرفتار کر کے قید کر دیئے گئے تھے اُس نے اُن کو رہا کر دیا، جب نماز کے
وقت پر قائم کیا، راگ باجے کی ممانعت کر دی، اور حجاج کے عمال کو یک قلم
موقوف کر دیا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اُس نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ
کو اپنا وزیر مقرر کیا، اور اُن کے تمام نیک مشورے قبول کئے۔

دفع مطاعن | خلفائے بنو امیہ کے طرز حکومت اور آئین جہان بینی پر جو
اعتراضات ہیں اُن کے اجمالی جواب کے لئے ہم عبد الملک بن مروان

۱۔ آداب السلطانیہ ص ۱۱۳

۲۔ مختصر الدول ص ۱۹۶

۳۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۶

کی یہ معذرت کافی سمجھتے ہیں۔

”کہاں وہ لوگ جن پر حضرت عمر بن الخطابؓ حکومت کرتے تھے اور کہاں اس زمانے کے لوگ؟ میرا خیال ہے کہ بادشاہ کی روش رعایا کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے، اگر کوئی شخص اس زمانے میں حضرت عمرؓ کی روش اختیار کرے، تو لوگوں کے گھروں میں ٹوٹ ڈال دی جائے، ڈاکے پڑنے لگیں، اور یا ہم جنگ و جدل ہونے لگے، اس لئے والی کا مشرف ہے کہ وہ روش اختیار کرے جو اس کے زمانے کے لئے موزوں ہو۔“

اس لئے خود اُن کا کوئی تفصیلی جواب دینا نہیں چاہتے۔

۱۔ طبقات ابن سعد جلد ۵، ذکر عبد الملک بن مروان ص ۱۷۳



خاتمہ سلطنتِ نبو امیہ کا زوال

دعوتِ عباسیہ کی ابتدا حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے زمانے میں ہوئی اور اس کے ۲۰ سال کے بعد اموی حکومت کا خاتمہ ہو گیا، اس لئے قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اس مبارک عہد کے ۲۰ ہی سال بعد مانے کیونکر خاندانِ نبو امیہ کا دفتر الٹ دیا گیا اس کے اسباب حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ہی کے زمانے میں پیدا ہوئے، کیا ان کا عادلانہ نظام سلطنت اس زمانہ کے لئے موزوں نہ تھا کیا قدیم جبرِ اقتدار کے استیصال نے جو حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا ایک شاندار کارنامہ نظامِ حکومت میں ایسا ضعف پیدا کر دیا جس سے حریفانہ طاقتوں نے فائدہ اٹھایا؟

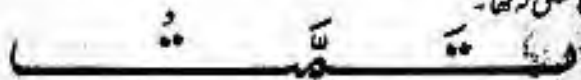
اس بنا پر ہم ان کے سوانحِ زندگی کے خاتمہ میں سلطنتِ نبو امیہ کے اسبابِ زوال پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کرنا چاہتے ہیں اور پُرگز چکا ہے کہ عرب میں زمانہ جاہلیت ہی سے اموی اور اشعری دو حریفانہ طاقتیں قائم تھیں اور اسلام کے زمانہ تک قائم رہیں لیکن جب تک اہل عرب کی قومی طاقت کا رخ غیر قوموں کی طرف رہا انہی باہم کسی قسم کا تصادم نہیں ہوا لیکن میر معاویہؓ کے زمانے میں یہ دونوں طاقتیں باہم ٹکرائیں اور یہ پہلا دن تھا جس میں عرب کی اتحاد جنگی کی ابتدا ہوئی جس کا آخری نتیجہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی صورت میں ظاہر ہوا۔

اہلِ عجم جو اپنے فطری خاصہ کی بنا پر ابتدا ہی سے اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے رہتے تھے اب ان کی سازشوں کے لئے ایک وسیع میدان مل گیا، اور انھوں نے اہل بیت کی حمایت کے پردوں کے نیچے قدیم بغض و حسد کا انتقام لینا چاہا، لیکن عقیدہ الملک اور ولید کے زمانے تک یہ محض طاقت دہلی دہلی رہی لیکن جب یہ پُر زور شخصیتیں مت گئیں تو نبو امیہ اہل عجم

کے سپہ سالار اٹھے، اور عراق، خراسان میں جو عجمی طاقت کے مرکز تھے اپنے نقباء پھیلا دیئے، اور ستر ستر سالہ عرصہ میں اپنی گم شدہ طاقت کی واپسی کے لئے خاموشی پر کوششیں کیں، جو لوگ اس سازش میں مصروف تھے انہوں نے محمد بن علی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ستر سالہ میں ان کا انتقال ہوا تو وہ ابراہیم امام کو اپنا جانشین کر گئے ستر سالہ میں ابراہیم امام کو ابو مسلم خراسانی ایک عجیب غریب شخص ہاتھ آگیا جس کو اس مقصد کی تکمیل کے لئے قدرتی طور پر وہی ذریعہ مل گیا جس سے تحریک کا آغاز ہوا تھا، عجمی طاقت کا ظہور جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہے عرب کی خانہ جنگی سے ہوا تھا، اور ابو مسلم کے زمانہ میں اس آگ کے شعلے اور بھی بلند ہو گئے اور عرب کے مصری اور قوطانی قبائل میں باہم سخت رشک منافست قائم ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نصر بن یسار نے جو قوطانیوں کی مخالف تھا ان کے لئے سرکاری ملازمت کا دروازہ بالکل بند کر دیا خراسان میں قوطانیوں کا سردار جدیع بن علی کرمانی تھا، اس نے نصر کو سمجھایا کہ اس طرز عمل سے سخت شورش ہوگی، اور ان سیاہ پوشوں کو احامیان نے براہِ شتم نے سیاہ لباس اختیار کیا تھا اس لئے ان کو سودہ کہتے تھے حملہ کا موقع ملے گا، اس پر نصر نے کرمانی کو قید کر دیا، لیکن کرمانی اپنے ایک عجمی غلام کے حسن تدبیر سے قید خانہ سے نکل بھاگا، اور سیر اور قبائل یمن کی باہمی حلف و عانت سے نصر کا مقابلہ کیا، اور تقریباً پونے دو برس تک باہم جنگ قائم رہی، اس مدت میں فریقین کی قوت میں جس قدر ضعف آتا گیا اسی قدر ابو مسلم کی طاقت میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ خراسان کے اطراف میں جان لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی ان کی تعداد کم از کم دو لاکھ تک پہنچ گئی، ابو مسلم نے نصر کی طاقت توڑنے کے لئے کرمانی کو بلایا، لیکن جب نصر کو اس کی خبر پہنچی، تو اس نے کرمانی کو لکھا کہ ہم دونوں الگ ہو جائیں اور قبیلہ ربیعہ کے کسی شخص کو سردار بنالیں، چونکہ کرمانی نے پہلے ہی مصالحت کے لئے یہ تجویز پیش کی تھی اس لئے وہ اس پر

راضی ہو گیا، اور رات کو مخفی طور پر ابو مسلم کی فوج سے بیکل کر نصر کی طرف روانہ ہوا، لیکن نصر نے اس کو دھوکہ سے قتل کرا دیا، اسے کرماتی کے ریلوے علی نے ابو مسلم کے دامن میں پناہ لی، اور اس کی اعانت سے ہاپکے خون کا انتقام لینا پایا، ابو مسلم نے قطیفہ کو نصر کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا اور نصر نے مجبوراً اطاعت قبول کر لی اور قطیفہ نے اس کو امان دے دی، لیکن وہ ایک رات کو مخفی طور پر اس کی فوج سے نکل بھاگا، اور سادہ میں پہنچ کر چند روز کے بعد مر گیا، اب نصر اور کرماتی دونوں کی فوجیں ابو مسلم کے حلقہ اطاعت میں اغل ہو گئیں اور ابو مسلم نے تمام خراسان پر قبضہ کر لیا، اس کے بعد جو ممالک نہ گئے وہ نہایت آسانی کے ساتھ مفتوح ہو گئے، مروان بن محمد نے جو خاندانِ نبویؐ کا آخری تاج دار تھا بھاگ کر مصر میں پناہ لینی چاہی، لیکن بالآخر مقتول ہوا، اور اسی کے ساتھ اس شاندار سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

اس تمام تفصیل سے معلوم ہوا ہو گا کہ حضرت عسکریؑ بن عبد العزیزؑ کے دورِ خلافت سے پہلے ہی نبویؐ کے سلطنت کے زوال کے اسباب پیدا ہو گئے تھے اور وہ آہستہ آہستہ ترقی کرتے گئے، یہاں تک کہ عرب کی خانہ جنگی نے ان کو کابل طور پر نشو و نما دے دی، حضرت عسکریؑ بن عبد العزیزؑ کے دورِ خلافت کو ان کے کوئی تعلق نہ تھا۔



چند مستند اسلامی کتابیں

قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمن سیواروی ص ۳ جلد کامل
تفسیر معارف القرآن	مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ ۸ جلد
الادب المفرد مترجم عربی و اردو	محدث اعظم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
مومن کے ماہ و سال	شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح
علم و اذقہ کامل ہ حصے	مولانا عبدالمشکور لکھنوی رح
تاریخ فقہ اردو	شیخ محمد حسینی مصری ترجمہ مولانا محمد تقی عثمانی
اسلام کا نظام ارادہ	مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ
رسول اکرم کی سب سے بڑی ذکاوت محمد حمید اللہ	
علمی تشکر	مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ
فیوض یودانی اردو	محدث الاعظم
فرد الصدور بنی شریعہ اردو	امام جمال الدین سیوطی رح
عید سائیت کیا ہے	مولانا محمد تقی عثمانی
تاریخ دارالعلوم دیوبند	مولانا قاری محمد طیب صاحب
سیرت خاتم الانبیاء	مولانا مفتی محمد شفیع صاحب
حفظائے راشدین	مولانا عبدالمشکور لکھنوی رح
شہید کربلا	مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ
سیرت عمر بن عبد العزیز	مولانا عبد السلام ندوی
حکایات اولیاء دینی اردو (۱۲ جلد)	مولانا اشرف علی تھانوی رح

دارالاشاعت - مقابل مولوی مسافر خانہ گڑھ پورہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ خلفاء اسلام میں سے ایک عظیم خلیفہ ہیں۔ محدثین نے آپ کو مجدد بن اسلام میں سے شمار کیا ہے آپ نے زمانہ کی باگ پھیر کر عبد صحابہ سے ملا دی۔ سلیمان بن عبدالملک کے زمانہ خلافت تک جبکہ تاریخ اسلام پر پوری ایک صدی گزر چکی تھی اور اس طویل عرصہ میں اسلام کا نظام مذہب، سیاست، اخلاق، تمدن غرض نظام عالم کے کل اجزاء رنگ آلود ہو گئے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی صورت میں ایک رفاہ مر اور مجدد پیدا فرمایا جنہوں نے تمام چیزوں کو جلا دے کر نئے آب و رنگ کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا۔

زیر نظر کتاب میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اخلاق، عادات، فضائل و مناقب، مجددانہ کارنامے ان کے دور حکومت کی خصوصیات اور ان کی تصویر کے اصلی خط و خال نمایاں کیے گئے ہیں نیز محدث ابن الحکم اور عبدالملک کی کتابوں سے بہت سی مفید معلومات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے جس کی بناء پر سابقہ ایڈیشنوں کی نسبت یہ ایڈیشن زیادہ جامع و مکمل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان حضرات کی زندگیاں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(Email: ishuat@cyber.net.pk, ishuat@ps.net.pk)

سیرت عمر بن عبدالعزیز



DIU-02415